تالیف

الدکتور طٰہٰ حامد الدلیمی

اس کتاب کو بغیر کسی کمی و زیادتی کے طبع یا تصویر یا ترجمہ کرا کر مفت یا مناسب قیمت پر تقسیم کرنے والے، اور اس کتاب کی مکمل نئی ترتیب دینے والے، اور اسے کیسٹ پر ریکارڈ کرنے والے، اور اسے کمپیوٹر پر لکھ کر انٹرنیٹ میں نشر کرنے والے اور سی ڈی پر نشر کرنے پر اللہ اپنی رحمت نازل فرمائے، اللہ تعالی اسے جزائے خیر عطا فرمائے اور اللہ تعالی ہمیں اور اسے اسلام اور سنت نبویہ پر ثابت قدم رکھے آمین:

اس کتاب کی طباعت اور ترجمہ کے حقوق ہر مسلمان کو حاصل ہیں، مؤلف کو ہر اشاعت و طبع کے دس نسخے مہیا کرنا ہوں گے۔

نئے طبع کی پہلی طباعت ربیع الثانی ۱۴۳۳ ہجری

خیراتی تقسیم کے لیے کتاب مؤلف سے طلب کی جاسکتی ہے۔

فہرست

دوسری فصل

تیسری فصل

مزید خرافات

چوتھی فصل

شرک اور کفر کی تفسیر

پانچویں فصل

تقیہ

چھٹی فصل

ساتویں فصل

خمس، زکوٰۃ اور عام اموال 109

آٹھویں فصل

یہ کتاب تناقضات (اختلافات) کا مجموعہ ہے 120

نویں فصل

دسویں فصل

گیارھویں فصل

بارھویں فصل

امتِ اسلام کی تکفیر اور امتِ عرب پر طعن و تشنیع 150

تیرھویں فصل

بیت اللہ اور حج بیت اللہ کا مذاق 154

چودھویں فصل

عقیدہ حلول، مہدی منتظر اور دیگر اشیاء 157

پندرھویں فصل

سولھویں فصل

اخلاقی اور جنسی خرافات 17

مسک الختام: متعہ کا بیان 179

سترھویں فصل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العٰلمین، اللهم صل وسلم علی سیدنا محمد وعلى آله واصحابه واتباعه اجمعين .

أما بعد

جب اسلام فارس میں داخل ہوا تو وہاں کے لوگ تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

① ایک گروہ نے اسلام قبول کر لیا۔

② ایک گروہ نے فقط اسلام کا زبان سے اظہار کیا۔

③ ایک گروہ اپنے سابقہ عقائد ونظریات پر قائم رہا۔

پہلا گروہ: ان کی مزید دو قسمیں ہیں

① جس نے صحیح طریقے سے اسلام قبول کیا۔ اپنے ایمان اور عقیدہ کی اصلاح کی

② وہ اسلام میں داخل تو ہوئے مگر انہوں نے اسلام سیکھنے کی قطعًا کوشش نہیں کی۔ اسلام قبول کرنے کے باوجود ان کے ہاں سابقہ نظریات اسی طرح موجود رہے یا تو غالب طور پر یا پھر کچھ نہ کچھ۔ لوگوں کی اکثر تعداد اسی طرح ہے۔ یہ چیز ان کے ذہن یا پھر ان کے رویوں میں بہت حد تک موجود ہے۔ یعنی ان میں سابقہ دین کی خامیاں موجود ہیں۔

دوسرا گروہ: تاریخی اعتبار سے یہ زنادقہ اور شعوبین کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام ظاہر کیا مگر باطن میں مجوسی (آگ پرست) تھے۔ یہ فارسی عنصر (اصلیت) کو عربی عنصر پر فوقیت دیتے تھے۔ انہوں نے دین کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا اور دین کی عمارت منہدم کرنے کی کوشش کی۔

تیسرا گروہ: اس کا کفر واضح تھا اس لیے یہ دین اسلام کو اتنا نقصان نہ پہنچا سکا جتنا پہلے فرقہ نے پہنچایا ہے۔

دین کی عمارت منہدم کرنے میں فارسیوں کا کردار

ان لوگوں نے اس مقصد کے لیے بہت سے طریقے استعمال کیے، ان میں سے ایک احادیث کو توڑ موڑ کر پیش کرنا اور جھوٹی روایات بنانا ہے۔ یہ طریقہ سادہ لوح مسلمانوں کی

ایک بہت بڑی تعداد کو دھوکہ دینے ان کو شیعیت کے پردے میں تیار کی گئی دین باطل کی عمارت میں داخل کرنے، وضع کردہ و من گھڑت روایات کے ساتھ ان کا تعلق قائم کرنے اور عبادات و عقائد کے متعلق بنائی گئی وضع کی گئی ان جھوٹی روایات کی تشہیر میں بہت معاون ثابت ہوا، جو انہوں نے اہل بیت کے ثقہ (با اعتماد) ائمہ کی طرف منسوب کی ہیں۔

فارسی تشیع اور عربی تشیع

مذکورہ حیلہ کی بنا پر یہ زندیق لوگ شیعیت کو سیاسی مسئلہ سے دینی مسئلہ بنانے میں انتہائی حد تک کامیاب ہوئے ہیں اور تاریخ تشیع میں خطرناک حادثۂ تحریف کا سبب یہی ہے۔ اس بنا پر ایک دین وجود میں آیا جس کے اصول، فروع، عقیدہ، شریعت اور اخلاق و سلوک سب کچھ خود ساختہ تھا۔ باطل شریعت در حقیقت محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے مقابلے میں بنا کر یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ حقیقی دین یہی ہے۔

تشیع کی اصل بنیاد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بجائے حق پر سمجھنے کا عقیدہ اور ان کی محبت و نصرت کا دعویٰ ہے۔ دونوں بزرگوں میں اختلاف کی وجہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے کا مطالبہ ہے۔ اس سیاسی اختلاف نے عسکری (فوجی) اختلاف کی شکل اختیار کر لی۔ پھر جنگ و جدل اور مختلف حوادث جنم لیتے رہے تا آنکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا۔ پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ ان تمام امور کا دین سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ اختلاف دینی نہیں بلکہ سیاسی تھا اور یہ تنازع عسکری تھا اس بنا پر پہلی دفعہ امت مسلمہ تقسیم ہو کر رہ گئی۔ جب یہ فتنہ ختم ہوا اور امت کے اختلاف نے قرار پکڑا تو شیعہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر متفق ہو گئے، اس مفہوم میں یہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حمایت کا نعرہ لگا کر میدان میں آئے۔ تاریخی اعتبار سے تشیع اسی سیاسی اور عسکری اختلاف کا نام ہے۔ اسی کو ہم تشیع عربی کہتے ہیں۔

شریف رضی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اہل شام کے لشکر کے متعلق فرمایا جو دو حصوں میں منقسم تھا "ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے ان کی کج روی، شبہ اور تاویل (تفسیر) کی بنا پر لڑ رہے ہیں۔" نہج البلاغہ: ۱/ ۲۳۶۔

انہوں نے مزید فرمایا: ”ہمارا رب ایک ہے، نبی ایک ہے، ہماری اسلام کی دعوت بھی ایک ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے متعلق ہمارے ایمان میں ہمیں زیادہ نہیں کر سکتے اور نہ ہم ان کے ایمان میں ان کو زیادہ کر سکتے ہیں۔ ہم عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے مطالبے میں بھی ان سے الگ نہیں ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ ہم ان کے خون سے بری الذمہ ہیں۔“

نهج البلاغة: ٣/ ١١٤

عجمیوں کا حوادث کو غلط رنگ دینا

فارسیوں نے حوادثات کو غلط رنگ دیا تا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق ان میں کمی زیادتی کر سکیں اور ایک خالص سیاسی مسئلہ کو مذہبی، دینی اور اعتقادی رنگ دے سکیں اور جس طرح چاہیں ان واقعات کو اپنے سیاسی مفادات کے لیے استعمال کر سکیں، تو انہوں نے اس خالص سیاسی واقعہ کو مذہبی واقعہ میں تبدیل کر دیا۔

آہستہ آہستہ انہوں نے اس کے لیے اصول وقواعد بنائے اور ان سے فروعات نکالیں اور جھوٹی احادیث گھڑ کر اپنے مقاصد پورے کیے یہ سب کچھ شیعیت اور اہل بیت پر رونے کے پس پردہ کیا گیا۔ عوام الناس خصوصاً عجمیوں میں یہ حیلہ انتہائی کامیاب رہا۔ خراسان کے آس پاس اس کی خوب ترویج ہوئی اس علاقے کے لوگ اکٹھے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔

یہاں کئی لوگوں نے علما کا لبادہ اوڑھا کوئی ایک محمد باقر یا جعفر صارق یا اہل بیت کے کسی فرد کی طرف منسوب جھوٹی روایات بیان کرتا۔ عوام الناس کے لیے ان ائمہ کی طرف نسبت ہی کافی تھی اگر چہ وہ روایت عقل ونقل کے مخالف ہی کیوں نہ ہوتی۔

عجمی کتب

عجمیوں نے اس طریقے کے پیش نظر بہت سی کتب لکھ ڈالیں، ان میں سے بعض کتب وہ ہیں جن کو شیعہ مذہب کی بنیاد تصور کیا جاتا ہے وہ اس مذہب کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً۔ کتب اربعہ

① الاستبصار

② التهذيب

یہ دونوں کتب الطّوسی کی ہیں

③ فقیہ من لا یحضرہ الفقیۃ۔ للقمی

④ الکافی۔ للکلینی

یاد رہے کہ ان تمام کتب کے مؤلفین عجمی ہیں اور ان میں کوئی ایک بھی عربی نہیں، ان چاروں کتب میں سے شیعہ کے ہاں سب سے قابل اعتماد الکافی ہے کیونکہ اسے تمام معتبر علمائے شیعہ نے قابل اعتماد اور بنیادی کتاب قرار دیا ہے۔ انہوں نے اس کے متعلق اسلام کی سب سے صحیح ترین کتاب ہونے کا دعویٰ کیا ہے یہ کتاب آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے، جن میں سے دو اصول، پانچ فروع جبکہ آخری جلد الروضۃ کے نام سے مشہور ہے۔

شیعہ کتب کے مطالعہ کے دوران میں الکافی کا تذکرہ بار بار پڑھا تو میں نے اس کے بعض حصوں پر سرسری نظر ڈالی تو میں حیران رہ گیا کہ ایسی کتاب میں ایسی واہیات باتیں ایک ایسا شخص کیسے لکھ سکتا ہے جو دین کا نمایندہ اور عالم ہو۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے مصمم ارادہ کیا کہ میں اس کتاب کے اقتباسات اپنے ان شیعہ دوستوں کے سامنے رکھوں جو دل کے سچے ہیں اور وہ فقط حق کے متلاشی ہیں، وہ بے چارے طبیعت کے اچھے ہیں مگر سیاسی مداریوں اور فارسی زندیقوں کے ہاتھوں اہل بیت کی محبت اور اپنی سادگی کی وجہ سے کھلونے بنے ہوئے ہیں۔ یہ محبت ہر اس شخص کے دل میں موجزن ہے جو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، محمد ﷺ کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو ایسی بصیرت عطا فرمائے گا کہ جس کی روشنی میں انہیں فارسیوں اور اس بدترین تشیع کے درمیان مضبوط تعلق کا ادراک ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا ہو تو معاملہ اپنے آپ ختم اور حقیقت واضح ہو جائے گی۔

اس کا جواب جس کے پاس کوئی جواب نہیں

ہم نے الکافی کی بعض روایات شیعہ کے سامنے ذکر کیں تو ان میں سے کچھ تو سخت حیران و پریشان ہوئے اور ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا اور بعض نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ اور بعض نے جواب حاصل کرنے کے لیے کوشش کی اور وہ کچھ کہا

جو اسے سکھایا گیا کہ اس میں ساری روایات صحیح نہیں جن روایات پر اعتراض کیا جا رہا ہے وہ ضعیف ہیں۔ یہ تو کوئی جواب نہیں کیونکہ یہ ایسا جواب ہے جس کی کوئی حد بندی نہیں اور نہ ہی کوئی حقیقت ہے کہ جس پر اس کی انتہا ہو سکے یہ فقط باتیں ہیں جن کی بنیاد پر وہ عوام الناس کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ وہ اس نقصان سے بچ سکیں جس میں وہ واقع ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ یہ اعتراف اور اعلان کرتے ہیں کہ یہ کتاب ان کے ہاں سب کتب سے بلند اور اعلیٰ مقام رکھتی ہے۔

اس علمی جواب کے لیے لازم ہے کہ علما اکٹھے ہوں اور متفق ہو کر ان روایات کو محدثین کے وضع کردہ اصولِ حدیث کی بنیاد پر اکٹھا کریں اور صحیح روایات کو ضعیف روایات سے الگ کریں اور ثابت شدہ روایات سے دلیل پکڑیں، مگر شیعہ کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اگرچہ کچھ انفرادی کوشش ہوئی جیسا کہ قدیم شیعہ میں محمد باقر مجلسی جبکہ لوگوں میں محمد باقر بہبودی عبدالحسین مظفر ہیں مگر یہ کوشش غیر متفقہ ہے اور اسے جمہور یا علما کی اکثریت کی رائے نہیں کہا جا سکتا۔ یہ چند مخصوص لوگوں کی کوشش ہے اور یہ بھی مشکوک ہے کیونکہ اس کتاب کو اس طرح ہی قبول اور پسند کیا جاتا ہے اس کی مثال ملاحظہ ہو، محمد باقر مجلسی نے اس کتاب کی شرح مرآۃ العقول کے نام سے لکھی جس میں الکافی کی ہزاروں روایات کو ضعیف قرار دینے کے بعد لکھا ''کتاب الکافی کے اصول زبردست اور جامع و مانع ہیں، یہ تمام کتابوں سے بہترین اور عظیم ترین ہے۔'' (مرآۃ العقول:۳/۱)

میں نے بہت سے کبار شیعہ علما کو دیکھا ہے وہ اس کتاب کی تمام روایات کے صحیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، جیسا کہ اس کی وضاحت آگے آ رہی ہے ان کی عبارت یہ ہے ''الکافی کی ہر جلد صحیح روایات پر مبنی ہے۔'' یہ باتیں حقیقت پر مبنی ہیں یہ کہنا کہ یہ کتاب مقابلہ کرنے اور پیچیدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے بہت ہی مقبول ہے تو یہ بات صحیح نہیں، یہ ملمع سازی ہے جو کسی حق پسندی کا دعویٰ کرنے والے کو زیب نہیں دیتی اور ہر صاحب شعور اس ملمع سازی کو آسانی سے پہچان سکتا ہے۔

پھر ہم یہ سوال کرنا چاہتے ہیں کہ اس کتاب میں ضعیف روایات واقعتاً ضعیف احادیث

کی ہی قسم ہے کہ جب انہیں پہچان لیا گیا تو شک ختم ہو گیا کہ باقی کتاب قابل اعتماد ہے یا پھر وہ قسم ہے کہ جب کتاب میں پائی جائے تو مؤلف کتاب اور کتاب میں شک وشبہ اور طعن (اعتراض) کا باعث ہے۔

یقیناً اس کتاب میں ایسی روایات موجود ہیں جن کا کچھ حصہ بھی کوئی مسلمان ہاتھ سے لکھنے کی جسارت نہیں کر سکتا اور یہ اس کثرت سے ہیں کہ اس کتاب کو ان سے پاک کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ اس کتاب کی بنیاد ہیں اور ان کی وجہ سے ہی مؤلف نے اس کتاب کو ترتیب دیا ہے۔

ہم کتب احادیث میں سے بعض روایات پڑھتے ہیں جنہیں محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ مثلاً ''جو اللہ تعالیٰ کے پاس پاکدامنی کے ساتھ حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ اسے پورے اسلام کا ثواب عطا فرمائے گا'' حافظ عراقی کہتے ہیں: اس کی اصل کا مجھے علم نہیں ہے۔

ایسی احادیث برتن میں تنکا ہونے کی مانند ہیں جس کو نکالنے کے بعد برتن سے پینا ممکن ہوتا ہے مگر تم ایسے برتن کا کیا کرو گے جس کے عین درمیان میں نجاست ہے اور جو کچھ اس میں ہے اسے بہایا بھی نہیں گیا۔ زہر کا ایک قطرہ کھانے کو زہر آلود کرنے اور اس کو پھینکنے کے لیے کافی ہوتا ہے لیکن اگر زہر کثرت سے پھیلا ہوا ہو تو اس کا کیا علاج ہے۔

کتاب میں میرا عمل

میں نے کتاب کے اصول اور فروع سے چند نمونے جمع کیے ہیں میرے خیال سے یہ کافی ہیں کیونکہ قاری ان پر بقیہ روایات کو قیاس کر سکتا ہے تا کہ اس کے سامنے ایک صورت واضح ہو جائے۔ میں نے روایات ذکر کرنے کے بعد کوئی زیادہ تبصرہ نہیں کیا کیونکہ وہ خود ہی اپنی حقیقت بیان کر دیتی ہیں۔ میں نے چاہا کہ قاری خود ہی ان پر حکم لگائے۔

میں نے ان روایات کی اسناد کو بھی چھیڑنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ ان کا متن ہی ان پر حکم لگانے کے لیے کافی ہے میں نے اسناد کو متن کے ساتھ ذکر کرنا فضول اور بے کار سمجھا ہے کہ اس سے بچنا ہی چاہیے بہتر ہے۔

شیعہ کے ہاں الکافی کا مقام ومرتبہ

یہاں پر شیعہ علما اور ان کے خیالات ذکر کیے جا رہے ہیں جن کو میں نے مقدمہ سے ذکر

کیا ہے جسے استاد ڈاکٹر حسین علی محفوظ نے پہلی جلد میں تحریر کیا ہے یہ کتاب ۱۳۸۱ھ میں طبع ہوئی ہے۔

① ڈاکٹر حسین علی محفوظ خود اپنے مقدمہ میں کہتے ہیں: کلینی کی سیرت کتب تاریخ، کتب رجال اور کتب مشائخ میں مشہور و معروف ہے۔ ان کی کتاب النفیس الکبیر (الکافی) طبع شدہ ہے۔ اس کتاب کے نصیب میں شہرت، بلند ذکر اور ہر سو متعارف ہونا لکھا تھا۔ اہل فقہ اس سے قطعاً لاپروا نہیں ہو سکتے۔ حدیث کا علم حاصل کرنے والے لاتعداد لوگ اس سے بصیرت حاصل کرتے ہیں۔ یہ کتاب نبوت کا نشان اور آل محمد ﷺ کے علم کا گہوارہ ہے اور اہل بیت کی شریعت کی بنیاد ہے۔ شیعہ روایات کو نقل کرنے والے اس پہ اعتماد کرتے ہیں۔ استخراجِ احکام میں بھی یہی اصل بنیاد ہے۔ یہی کتاب علمی وراثت بننے کے لائق ہے۔ پڑھنے پڑھانے کے قابل ہے۔ اس کی بہترین روایات سنہری کلام اور بہترین احکام پر توجہ دی جانی چاہیے۔ (ص: ۹۸ مقدمہ)

② کتاب کا مؤلف کلینی کہتا ہے۔ کتاب الکافی میں دینی علوم کے تمام فن جمع ہیں۔ یہ جہاں ایک طالب علم کے لیے رہنمائی ہے وہاں ہدایت کا متلاشی بھی اس سے فائدہ اٹھاتا ہے اور جو صادق لوگوں سے روایت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس کتاب سے حاصل کرتا ہے۔
(اصول الکافی: ۸۰)

③ شیخ مفید کہتے ہیں: الکافی سب سے بہترین اور سب سے فائدہ مند کتاب ہے۔
(مقدمہ تصحیح الاعتقاد۔ ص ۲۶)

④ شہید محمد بن مکی کہتا ہے: کتاب الکافی شیعہ کی بہترین کتاب ہے۔
(ص: ۲۷، مقدمہ بحار الانوار: ۲۵/ ۶۷)

⑤ محقق علی بن عبد العالی الکرکی نے کہا: حدیث کی سب سے عظیم اور بڑی کتاب کتابُ الکافی ہے۔ اس جیسی کوئی اور کتاب نہیں ہے۔ اس میں احادیث اور اسرارِ شریعت جمع ہیں جو کسی اور کتاب میں نہیں ہیں۔ (مقدمہ: ۶۷)

⑥ فیض کہتا ہے: الکافی تمام کتابوں سے عظیم تر، کامل ترین، جامع مانع اور شرف و فضل والی

ہے کیونکہ یہ اصول دین پر مشتمل ہے اور فضول عبارات سے خالی ہے۔

(ص:۲۷، کافی سے ماخوذ ہے، ص:٦، طبع طہران:۱۳۱۴ھ)

⑦ شیخ علی بن محمد بن الشہید الثانی کا کہنا ہے: کتاب الکافی ایک صاف شفاف چشمہ ہے میری عمر کی قسم! کوئی مؤلف ایسی کمال کتاب تحریر نہیں کر سکا۔ مؤلف کافی کی عظمت وجلالت صاف اور ظاہر ہے۔ (الدر المنظوم سے ماخوذ، ص:۲۷)

⑧ محمد امین استر آبادی کا کہنا ہے: ہم نے اپنے اساتذہ علما مشائخ سے سنا ہے کہ اسلام میں اس جیسی کوئی کتاب تحریر نہیں کی گئی ہے۔ (مستدرک الوسائل سے ماخوذ ہے۔۳/۵۳۲، ص ۲۷)

⑨ مجلسی کہتا ہے: کتاب الکافی اصول کی سب سے بہترین کتاب ہے اور شیعہ مسلک کی سب سے بنیادی اور بہترین تالیف ہے۔ (مرآۃ العقول:۱/۳)

⑩ بعض فضلا نے کہا: کتاب الکافی عقائد، اخلاق، آداب، فقہ اور تمام فنون میں اول تا آخر بہترین ہے۔ ایسی احادیث عام کتابوں میں کہاں مل سکتی ہیں، دیگر کتب علوم وفنون کی احادیث کو جمع کرنے اور علم الٰہی جو کہ عصمت وعفت اور رحمت والے گھر سے ماخوذ ہے کے حصول میں الکافی کے برابر نہیں ہیں۔

⑪ بعض علما کا کہنا ہے کہ یہ الکافی امام القائم پر پیش کی گئی تو انہوں نے اسے پسند کیا اور کہا: یہ ہمارے شیعہ کے لیے کافی ہے۔ (ص:۲۵، منتہی المقال:۲۹۸؛ الصافی:۱/۴؛ روضات الجنان:۳/۵۵)

شیعہ کافی کے صحیح ترین ہونے کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ الکافی امام نے تھوڑی مدت کے لیے غائب ہونے کے دوران لکھی۔ اگر اس میں کوئی چیز ایسی ہوتی جس کی نسبت اہل بیت کی طرف درست نہیں تو اسے امام مہدی اپنے سفیروں اور قاصدوں کے ذریعے واضح کر دیتے۔ یہ عجب منطقی استدلال ہے۔

ہم اس کے انتظار میں ہیں۔

اس صورت حال کے باوجود ہماری دلی تمنا ہے کہ شیعہ اپنی کتب کو ان روایات سے پاک کریں ہم انتظار کر رہے ہیں۔۔۔۔ مگر ہمیں علم ہے کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ ہمیں تو یہی یقین ہے۔ میدان ہمارے سامنے ہے۔ ہماری تمنا ہے صاف دل رکھنے والا شیعہ اور سنی اس

بات سے آگاہ ہواور مسلمانوں کے اتفاق واتحاد میں مائل اس خلیج کو ختم کیا جا سکے جو بہت گہری اور وسیع ہو چکی ہے۔

اے اللہ! ہمیں اور ہمارے دلوں کو بصیرت عطا فرما اور ہمیں حق بات پر جمع ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

بروز منگل۔ ۱۷/۴/۱۴۱۶ھ۔ بمطابق ۱۹۹۵ء

جامع مسجد زین العابدین

محلہ مہندسین۔ بابل، عراق

پہلی فصل

قرآن مجید پر اعتراضات اور طعنہ زنی [1]

قرآن مجید کی حجیت کو باطل قرار دینا

ابن سکیت نے ابی الحسن (علیہ السلام) سے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو عصا (ڈنڈا) اور ید بیضاء دے کر کیوں مبعوث فرمایا جو کہ جادو کا آلہ تھا اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو طب کا آلہ دے کر کیوں بھیجا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فن خطابت اور فن کلام کے ساتھ کیوں مبعوث فرمایا۔

تو ابوالحسن (علیہ السلام) نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو ان لوگوں میں جادو عام تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ کچھ دیا جو لوگوں کے پاس نہ تھا جس کے ذریعے جادوگروں کا جادو ختم ہو گیا اور ان پر حجت قائم ہو گئی (پھر انہوں نے ابوالحسن (علی رضی اللہ عنہ) نے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر کیا) پھر فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبعوث فرمایا تو ان کے دور میں خطابت اور ادب کا زور تھا (اور شاید شعر کا ذکر بھی انہوں نے کیا) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف سے مواعظ وحکمت عطا کی جس نے (کفار) کے (شعروادب وخطاب) کو مات دے دی۔ راوی کہتے ہیں۔ ابن سکیت نے پوچھا: آج لوگوں کے لیے کون سی حجت ہے تو انہوں (ابوالحسن) نے فرمایا آج تو حجت عقل ہے۔ عقل کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کے متعلق سچ اور جھوٹ کی پہچان کر سکتا ہے اور سچ کی تصدیق کرے گا اور جھوٹ کی تکذیب کرے گا۔ تو ابن سکیت نے کہا: اللہ کی قسم! یہ بہت بہتر جواب ہے۔ [2]

کتاب وسنت اختلاف ختم کرنے کے لیے مفید نہیں

ایک شامی باشندے اور ہشام بن حکم کے درمیان مناظرہ ہوا جبکہ امام جعفر یہ مناظرہ دیکھ بھی رہے تھے اور غور سے سن بھی رہے تھے۔ انہوں نے ہشام کے کلام کی تائید کی جس میں ہے کہ شامی نے کہا: اے نوجوان! مجھ سے اس کی امامت کے متعلق سوال کرو...... یہ سن کر ہشام

---

[1] ہم اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ یہ روایات امام جعفر صادق یا اہل بیت کے کسی دیگر امام سے مروی ہیں۔ مگر ہم نے ان کو اسی طرح بیان کیا ہے جیسے کتاب (الکافی) میں ان کی نسبت بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ نقل معلومات میں دیانت کا تقاضا یہی ہے۔ [2] اصول الکافی ۱/۲۴۔

غصہ میں آ گیا حتی کہ کانپنے لگا۔ پھر اس نے شامی سے کہا: تمہارا رب اپنی مخلوقات کا کچھ خیال رکھتا ہے یا ان کو ان کے حال پر چھوڑ رکھا ہے۔ شامی نے کہا: میرا رب اپنی مخلوقات کا خیال رکھتا ہے۔ ہشام نے کہا: اس نے ان کے لیے کیا کیا ہے؟ یعنی کیسے ان کا خیال رکھا ہے؟

اس نے کہا کہ اللہ نے ان کے لیے حجت اور دلیل قائم کی تا کہ وہ آپس میں اختلاف اور جھگڑا نہ کریں اس نے پوچھا: وہ دلیل کیا ہے؟ اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ۔ ہشام کہنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ کے چلے جانے کے بعد کیا ہے؟ شامی نے کہا: کتاب وسنت، ہشام نے کہا: کیا موجودہ دور میں ہمارے اختلافات کو ختم کرنے کے لیے کتاب وسنت مفید ہے۔ شامی نے کہا: ہاں، ہشام نے کہا: تو پھر شام سے آ کر میرے ساتھ کیوں اختلاف کر رہا ہے؟ تیرا اور میرا اختلاف کیوں؟ شامی خاموش ہو گیا۔ ابو عبداللہ (امام جعفر علیہ السلام) نے شامی سے کہا: تو خاموش کیوں ہو گیا ہے؟ شامی نے عرض کیا: اگر میں یہ کہوں کہ ہمارا کوئی اختلاف نہیں تو یہ جھوٹ ہے۔ اگر میں کہوں کہ کتاب وسنت ہمارے اختلاف کو ختم کرنے کا ذریعہ ہیں تو یہ باطل ہوگا کیونکہ کتاب وسنت کے کئی مفہوم ہیں اور اگر میں یہ کہوں کہ ہمارے اختلاف کی شکل میں ہم میں سے ہر ایک حق پر ہے تو پھر ہمیں کتاب وسنت فائدہ نہیں دے سکتے۔

(یہ مناظرہ ہوتا رہا حتی کہ ہشام نے کہا: اس وقت ہمارے زمانہ میں حجت اور دلیل) یہ ہیں جو ہمارے درمیان بیٹھے ہیں جن کی طرف رخت سفر باندھا جاتا ہے، جو ہمیں زمین و آسمان کی خبریں سناتے ہیں، یہ علمی وراثت انہوں نے اپنے باپ دادا کے واسطے سے حاصل کی ہے۔ (۱/۱۷۱،۱۷۲)

میں کہتا ہوں: اگر اختلاف کی صورت میں ہمارے لیے کتاب وسنت مفید نہیں اور اختلاف ختم نہیں ہو سکتا جبکہ حجت اور دلیل عقل ہے اور (یہ ہے جو بیٹھا ہے) وہ بھی اب غیر موجود ہے اور رسول کریم (ﷺ) بھی دنیا سے چلے گئے۔ تو انسان دینی رہنمائی کہاں سے لے؟ کیا کتاب وسنت اختلافی مسائل کے حل میں مفید نہیں بلکہ یہ تو امام ہے۔

میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہ روایت اس سے ماقبل روایت اور اس طرح کی دیگر روایات کا مقصد امت مسلمہ کی نظر میں کتاب وسنت سے ہٹانے کے سوا کچھ نہیں۔ اور یہ کہ مسلمان کتاب

اللہ اور سنت رسول (ﷺ) سے قطع تعلقی کریں۔ یہ لوگ کتاب وسنت کے مقابل ایسی چیز لوگوں کو دینا چاہتے ہیں جس کی قطعاً کوئی حقیقت نہیں ہے تا کہ لوگ بے دین ہو جائیں اور شکوک وشبہات کا شکار ہو کر تباہ ہو جائیں۔

قرآنی آیات کی تعداد سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) ہے

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے مروی ہے کہ وہ قرآن جو جبرائیل (علیہ السلام) محمد (ﷺ) کی طرف لے کر آئے تھے وہ سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا۔ ۲/۶۳۴۔

ہمارے پاس جو قرآن مجید ہے اس کی آیات چھ ہزار اور دو سو سے کچھ کم ہیں۔ [1] وہ قرآن کہاں ہے جس کی آیات کی تعداد اس قدر زیادہ ہے۔ اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل روایات میں موجود ہے۔

حقیقی قرآن علی (رضی اللہ عنہ) نے چھپا لیا تھا کہ اب امام مہدی کے پاس ہے۔

سالم بن سلمہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ابو عبداللہ (علیہ السلام) کے پاس قرآن کا کچھ حصہ پڑھا جبکہ میں سن رہا تھا مگر یہ قرآن وہ نہ تھا جو لوگوں کے پاس ہے۔ تو ابو عبداللہ (یعنی امام جعفر علیہ السلام) نے کہا یہ تلاوت بند کر وہ قرآن ہی پڑھو جو لوگوں کے پاس ہے حتی کہ قائم (مہدی) کا ظہور ہو جائے۔ جب وہ آئے گا تو اصل کتاب اللہ کی تلاوت ہو گی۔ پھر انہوں نے ایک مصحف (قرآن) نکالا، جسے علی (علیہ السلام) نے تحریر کیا تھا پھر کہنے لگے یہ قرآن علی (علیہ السلام) لوگوں کے پاس لے کر آئے تھے جبکہ وہ اس کو مکمل لکھ چکے تھے اور کہا: لوگو! یہ اللہ عز وجل کی کتاب ہے جسے اللہ نے محمد (ﷺ) پر نازل کیا ہے اور میں نے اسے دو گتوں کے درمیان سے لکھا اور جمع کیا ہے۔ لوگوں نے کہا: ہمارے پاس تو پہلے ہی ایک مصحف ہے جس میں قرآن مکمل طور پر موجود ہے، ہمیں آپ کے قرآن کی ضرورت نہیں ہے، تو انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! تم آج کے بعد اسے دیکھ بھی نہ سکو گے میرے اوپر تو تم کو بتانا لازم تھا کہ میں نے اس کو جمع کیا اور لکھا ہے تا کہ تم اس کی تلاوت کرتے رہو۔ (۲/۶۳۳)

---

[1] ہمارے ہاں مشہور ہے کہ قرآن مجید کی آیات ۶۶۶۶ ہیں یہ بات صحیح نہیں اور فن قرآن کے ماہرین قراء کرام بھی قرآن مجید کی آیات کی تعداد کے متعلق اس مشہور بات سے اتفاق نہیں کرتے ہیں۔

اس طرح اس قرآن کا قصہ ختم ہو گیا اور دنیا سے اس کا وجود غائب ہو گیا۔

مکمل قرآن علی رضی اللہ عنہ نے جمع کیا

اس کے تحت باب قائم ہے "مکمل قرآن فقط ائمہ علیہم الصلاۃ والسلام نے ہی جمع کیا ہے" ابو جعفر (علیہ السلام) نے کہا: لوگوں میں سے جس کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ اس نے مکمل قرآن عین اسی طرح جمع کیا جیسے نازل ہوا تو وہ جھوٹا ہے۔ مکمل قرآن جیسے نازل ہوا، اس طرح تو فقط علی بن ابی طالب (علیہ السلام) نے جمع کیا اور ان کے بعد ائمہ نے جمع کیا ہے۔

قرآن اٹھا لیا جائے گا جس طرح اترا ہے

اس کے تحت باب ہے "قرآن جیسے اتارا گیا اسی طرح اٹھا لیا جائے گا۔" اس کے تحت مندرجہ ذیل روایت ہے "ابی الحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ان کو کسی شاگرد نے کہا: میری جان آپ پر قربان ہو! ہم قرآن میں بعض ایسی آیات دیکھتے اور سنتے ہیں۔ وہ ہمارے پاس قرآن میں اس طرح ہیں جس طرح ہم سنتے ہیں اور وہ اس طرح نہیں جس طرح ہم تک پہنچی ہیں کیا ہم گنہگار تو نہیں ہوں گے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! تم پڑھتے رہو جیسے تم نے سیکھی ہیں عنقریب تمہارے پاس آنے والا آئے گا جو تمہیں اصل آیات سکھائے گا۔" حاشیہ میں ہے کہ یعنی وہ قرآن لے کر اس کا صاحب (امام علیہ السلام) آئے گا۔ (۱/ ۲۲۸)

وہ قرآن مجید جس میں ۷۰ قریشی کافروں کے نام ہیں

احمد بن محمد سے روایت ہے ابوالحسن (علیہ السلام) نے مجھے ایک مصحف (قرآن) دیا اور کہا۔ اس کو مت دیکھنا۔ پھر اچانک انہوں نے کھولا تو میں نے اس میں پڑھا: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ (۹۸/ البينة: ۱)

تو میں نے اس میں ستر کفار قریش کے نام بمعہ ولدیت موجود تھے دیکھے۔ انہوں نے یہ قرآن مجھے عطا کیا اور فرمایا: "اسے بعد میں میرے پاس لے آنا۔" [1]

---

[1] ج ۲/ ص: ۶۳۱ نعمانی نے الغیبۃ، ص: ۱۷۱، ۱۷۲ میں اپنی سند سے علی بن ابی طالب سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: میں مسجد کوفہ میں عجمیوں کے خیموں میں تھا وہ لوگوں کو اسی طرح =

قرآن کا تیسرا حصہ ائمہ اور ان کے دشمنوں کے متعلق تھا

امیر المؤمنین سے روایت ہے قرآن تین حصوں میں اترا ہے۔

① ایک حصہ ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے متعلق ہے

② ایک حصہ سنتوں پر مشتمل ہے۔

③ ایک حصہ فرائض اور احکام کے متعلق ہے۔ (۲/۶۲۷)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ قرآن چار حصوں میں اترا ہے

① ایک حصہ ہمارے متعلق

② ایک حصہ ہمارے دشمنوں کے بارے میں

③ ایک حصہ سنن اور مثالیں

④ ایک حصہ فرائض اور احکام۔ (۲/۶۲۸)

میں کہتا ہوں: چوتھا حصہ ہمارے متعلق، چوتھا حصہ ہمارے دشمنوں کے متعلق یعنی نصف قرآن ہمیں کہاں ملے گا؟

قرآن مجید کے راویوں پر اعتراض اور طعن

ابی جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے، قرآن ایک ہے اور ایک کے پاس سے ہی اترا ہے مگر اس میں اختلاف راویوں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ (۲/۶۳۰)

کلینی نے یہ روایت (فضائل قرآن) کے تحت نقل کی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ قرآن مجید پر اعتراض کلینی کے ہاں قرآن کی فضیلت پر کیسے دلیل ہے؟

بعض تحریف (تبدیل) شدہ آیات کا تذکرہ اور مثالیں

① ابو عبداللہ (علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ جبرائیل (علیہ السلام) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ آیت اس طرح لے کر نازل ہوئے: "یاایھاالذین اوتو الکتاب آمنوا بما نزلنا فی علی نوراً

= قرآن سکھلا رہے تھے جیسے اترا ہے۔ میں نے پوچھا کیا وہ اس طرح نہیں جیسے اترا ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں اس میں سے ۷۰ قریشی کافروں کے نام بمعہ ولدیت مٹا دیے گئے ہیں، ابولہب کا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہونے کی وجہ سے موجود ہے۔

مبینـا" "اے وہ لوگو! جن کو کتاب دی گئی ہے جو نور ہم نے علی (رضی اللہ عنہ) کے متعلق اتارا ہے اس پر ایمان لے آؤ۔"

اب مجھ کو علم نہیں کہ یہ آیت کس سورۂ مبارکہ کی ہے یا قرآن کے کس مقام پر یہ آیت ہے تا کہ میں اس پر اطلاع پا سکوں اور اس بناوٹی آیت کو دیکھ سکوں۔

② ابو جعفر (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (٤/ النساء:٥٩) کی تشریح میں فرماتے ہیں: یہ آیت ہمارے اور خاص طور پر میرے متعلق ہے۔ اس میں تمام مومنوں کو قیامت تک ہماری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر کہا: یہ دراصل ایسے تھی: "فـان خـفـتـم تـنـازعـا فـی امـر فردوہ الی اللّٰہ والی الرسول والی اولی الامر منکم" اور یہ کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ "ولاۃ الامر" کی اطاعت کا حکم دے رہا ہے اور پھر ان سے اختلاف کی اجازت دے۔ یہ حکم مامورین (جن کو حکم دیا گیا) کو ہے۔ ان سے کہا گیا: ﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (١/ ٢٧٦)

③ ابو عبداللہ (علیہ السلام) فرماتے ہیں: ﴿وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَیْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ ائمة هی اذکی من ائمتکم﴾ میں نے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں! کیا یہاں ائمہ مراد ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! ائمہ مراد ہیں۔ میں نے کہا: ہم تو ﴿اَرْبٰی﴾ پڑھتے ہے انہوں نے کہا: ﴿اَرْبٰی﴾ کیا ہے؟ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا جیسے دور پھینکنا ہو۔ (۲۹۲/۱)

دیکھئے قرآن مجید میں سورۃ نحل آیت نمبر ۹۲: ﴿اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّةٍ﴾

④ ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں کہا: ﴿وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ﴾ کہتے ہیں: میں تم سے اس المودۃ کے متعلق پوچھ رہا ہوں تم پر مودت قربی (رشتہ داری کی محبت) اتاری گئی کہ تم نے اسے کسی جرم میں قتل کر ڈالا۔ (۲۹۵/۱)

قرآن مجید میں جو آیت کریمہ ہے: ﴿وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ﴾ وہ صلہ رحمی یا رشتہ داری کے متعلق نہیں ہے۔

⑤ جابرابی جعفر (علیہ السلام) سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا علی کا نام امیر المؤمنین کس طرح رکھا گیا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کا نام امیرالمؤمنین رکھا ہے پھر پڑھا: ﴿وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (وأن محمداً رسولی وان علیًا امیر للمومنین) (۱/۴۱۲)

قرآن مجید میں دیکھئے اصل آیت کریمہ نمبر: ۱۷۲، سورۂ اعراف۔

⑥ ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ آیت کریمہ یوں ہے: ﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ (فی ولایۃ علی وولایۃ الائمۃ من بعدہ) فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (۱/ ۱٤۱)

دیکھئے صحیح آیت کریمہ سورۂ احزاب، آیت نمبر: ۷۱۔

⑦ ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ آیت یوں ہے: ﴿وَ لَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ (کلمات فی محمد وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین والائمۃ علیهم اسلام من ذریتهم) فَنَسِيَ﴾ پھر کہا اللہ کی قسم! یہ آیت اسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوئی۔ (۱/۴۱۴) قرآن میں آیت دیکھیں، سورۂ طہ: ۵۵

⑧ ابوجعفر (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: جبرائیل (علیہ السلام) یہ آیت لے کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اترے ہیں: ﴿بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (فی علی) بَغْيًا﴾ (۱/۴۱۷)

قرآن مجید میں صحیح آیت کریمہ دیکھئے۔ سورہ بقرہ: ۹۰

⑨ جابر سے روایت ہے۔ جبرائیل (علیہ السلام) یہ آیت لے کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اترے:

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا (فی علی) فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾ (۱/۴۱۷)

اصل آیت کریمہ دیکھیں۔ سورۂ بقرہ: ۲۳

⑩ رضا (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: ﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ (بولایۃ علی) مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ (من ولایۃ علی)﴾

یہ آیت اس طرح اتری تھی اور مخطوطہ میں بھی اسی طرح ہے۔(۱/ ۴۱۸)
دیکھئے صحیح آیت کریمہ سورۂ شوریٰ: ۱۳۹۔

⑪ ابوعبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: ﴿سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ لِّلْکٰفِرِیْنَ (بولایۃ علی) لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ﴾ پھر کہا: اللہ کی قسم! یہ آیت اسی طرح جبرائیل (علیہ السلام) لے کر محمد ﷺ پر نازل ہوئے۔(۱/۴۴۲)

دیکھئے اصل آیت کریمہ: ۱، ۲ سورۃ المعارج

⑫ ابوجعفر (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: جبرائیل (علیہ السلام) یہ آیت کریمہ لے کر محمد (ﷺ) پر نازل ہوئے: ﴿فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (آل محمد حقھم) قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (آل محمد حقھم) رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ﴾ (دیکھئے: ۱/ ٤٢٣ـ٤٢٤)

دیکھئے دونوں آیات سورۃ البقرہ: ۵۸، ۵۹، تجھے پتہ چلے گا کہ ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے متعلق ایک حکایت بیان کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا ھٰذِہِ الْقَرْیَۃَ فَکُلُوْا مِنْھَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّۃٌ نَّغْفِرْ لَکُمْ خَطٰیٰکُمْ وَ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ﴾

''اور ہم نے تم سے کہا کہ اسی بستی میں جاؤ اور جو کچھ جہاں کہیں سے چاہو بافراغت کھاؤ پیو اور دروازے میں سجدے کرتے ہوئے گزرو اور زبان سے حِطَّۃٌ (ہمارے گناہ معاف کردے) کہو ہم تمہاری خطائیں معاف فرمادیں گے اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے۔''

⑬ ابوجعفر (علیہ السلام) فرماتے ہیں: جبرائیل (علیہ السلام) یہ آیت لے کر اترے:
﴿اِنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا (آل محمد) لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَ لَا لِیَھْدِیَھُمْ طَرِیْقًا پھر کہا: یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ (فی

ولایۃ علی) فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ وَ اِنْ تَکْفُرُوْا (بولایۃ علی) فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾

دیکھئے صحیح آیت کریمہ ۱۶۸، ۱۷۰ سورۂ نساء

⑭ ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ (فی علی) لَکَانَ خَیْرًا لَّهُمْ﴾

اصل آیت دیکھئے سورۂ نساء: آیت نمبر ۶۶

⑮ ایک آدمی نے ابوعبداللہ (علیہ السلام) کے پاس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا:

﴿وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ (التوبۃ: ۱۰۵)

تو انہوں نے کہا یہ آیت کریمہ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے:

(والمامونون) اور ہم مامونون ہیں۔ (۱/۴۲۴)

⑯ ابوعبداللہ (علیہ السلام) نے کہا: (هـذا صـراط علیّ مستقیم) "یعنی علی (رضی اللہ عنہ) سیدھا رستہ ہیں" جبکہ قرآن مجید میں ہے ﴿هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ﴾ (۱۵/ الحجر: ۴۱) "یہی مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔"

⑰ ابوجعفر (علیہ السلام) کہتے ہیں جبرائیل (علیہ السلام) یہ آیت کریمہ اس طرح لے کر اترے: ﴿فَاَبٰی اَکْثَرُ النَّاسِ (بولایۃ علی) اِلَّا کُفُوْرًا﴾ اور یہ آیت یوں تھی: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ (فی علی) فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ (آل محمد) نَارًا﴾

دیکھئے آیت سورۂ اسراء: ۸۹ اور الکهف: ۲۹

⑱ ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ میں نے امام سے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلیمان بن داؤد کی طرح امور تفویض (سپرد) کیے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں، یہ اس طرح ہے کہ ایک آدمی نے ان سے کوئی سوال کیا تو انہوں نے اسے جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی نے یہی سوال کیا تو انہوں نے اسے پہلے جواب کے خلاف جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی نے سوال کیا تو انہوں نے پہلے دونوں جوابات کے خلاف جواب دیا۔ پھر فرمایا یہی تو ہے۔ (هـذا

عطاؤنافامنن أوواعط بغير حساب) یہ علی کی قرأت ہے اصل آیت یہ ہے سورۃ ص، آیت نمبر ۳۹ ﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (۱/ ۴۳۸)

⑲ محمد بن فضل ابی الحسن الماضی (علیہ السلام) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا: ﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ﴾ (سورۃ الصف:۸) توانہوں نے کہا: ﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا (ولاية أمير المؤمنين) بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ (ولاية القائم) وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (بولاية علی)﴾ وہ کہتے ہیں میں نے پوچھا: کیا یہ آیت اس طرح نازل ہوئی تو انہوں نے کہا: ہاں۔ کہا جو میں کہہ رہا ہوں ایسے ہی نازل ہوئی جو اس کے علاوہ ہے وہ تاویل ہے۔

میں نے کہا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا﴾ (٦٣/ المنفقون:٣) سے کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے کہا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان منافق لوگوں کے نام ذکر کیے ہیں جو اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد ان کے وصی (وصیت شدہ) کو نہیں مانتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی امامت کا انکار در حقیقت رسالت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا شمار کیا ہے۔ پھر انہوں نے پڑھا: "وأنزل قرآنًا فقال يا محمد ﴿اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ (بولاية علی) قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ (بولاية علی) لَكٰذِبُوْنَ﴾ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ (٦٩/ الحاقة: ٤٠) کا مطلب کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: یعنی علی (رضی اللہ عنہ) کی ولایت کے متعلق جبرائیل (علیہ السلام) کا نازل ہونا۔

میں نے کہا: ﴿وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ﴾ (٦٩/ الحاقة:٤١) کا مطلب کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) علی (علیہ السلام) کی ولایت کے متعلق اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بول رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی یہ آیات اتار دیں: (ان ولاية علی تنزيل من رب العالمين ولوتقول علينا محمد بعض الاقاويل الأخذنا منه اليمين ثم لقطعنا منه الوطين) پھر عطف ڈال کر کہا: (ان ولاية علی لتذكرة للمتقين العالمين) وانا لنعلم أن منكم مكذبين وأن علياً لحسرة على الكافرين وأن ولا يته لحق اليقين)

میں نے کہا: ﴿لما سمعنا الهدى آمنا به﴾ کا کیا مفہوم ہے تو انہوں نے کہا:
(الهدى الولاية آمنا بمولانا فمن آمن بولاية مولاه ﴿فلا يخاف بخسًا ولا رهقًا)﴾ (حواله سابقه)

میں نے کہا: تنزیل کیا ہے؟ انہوں نے کہا: (لا تأويل ...... قل انى لن يجيرنى من الله (ان عصيته احد ولن أجد من دونه ملتحدا الا بلاغًا من الله ورسالاته (فى على) میں نے کہا: یہ تنزیل ہے؟ فرمایا ہاں پھر تاکیداً کہا: (ومن يعص الله ورسالاته (فى على) (فان له نار جهنم خالدين فيها أبداً) میں نے کہا: (أنا نحن نزلنا عليك القرآن تنزيلا) کہنے لگے بولاية على (عليه السلام) تنزيلا) میں نے کہا: یہ تنزیل ہے۔ کہنے لگے: ہاں! یہ تنزیل ہے۔ (٦) مکمل طویل روایت دیکھے (١/ ٤٣٢-٤٣٥)

کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا ملعون ہے

اس بات سے انتہائی تعجب ہوتا ہے کہ کلینی نے گزشتہ روایات ذکر کی ہیں۔ یہ روایات کتاب اللہ میں تحریف (تبدیلی) یعنی زیادتی اور کمی پر واضح دلیل ہیں۔ پھر اس نے مندرجہ ذیل روایات نقل کی ہیں۔

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: پانچ لوگ ایسے ہیں جن پر لعنت کی گئی ہے، تمام انبیا کی بھی ان پر لعنت ہے (١) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا (٢) میری سنت کو چھوڑ دینے والا (٣) اللہ کی تقدیر کو جھٹلانے والا (٤) میرا نام لے کر اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال کرنے والا (٥) مال فے کو اپنے لیے حلال کرنے والا۔ (٢/٢٩٣)

قرآن کی قرآن سے وضاحت کفر ہے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ میرے باپ (علیہ السلام) نے فرمایا: قرآن کی قرآن سے وضاحت کرنا کفر ہے۔ (٦٣٢/٢)

جو کتاب اللہ کے موافق ہو لے لو اور جو مخالف ہے چھوڑ دو

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ

وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (٦/ الأنعام:١١٥)

''اور آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے، اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سننے اور خوب جاننے والا ہے''

اور فرمایا:﴿وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ (الكهف:٢٧)

''آپ کی جانب جو آپ کے رب کی کتاب وحی کی گئی ہے اسے پڑھتے رہیں۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں تو اس کے سوا ہرگز ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہ پائے گا۔''

اور فرمایا:﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (١٥/ الحجر:٩) ''بے شک ہم نے ہی ذکر (قرآن) کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''

تمام امت اس بات پر متفق ہے کہ جس نے قرآن میں کمی یا زیاتی کا عقیدہ رکھا وہ پکا کافر اور ملعون ہے یہ روایات باطلہ بلکہ کفریہ ہیں اور ان کو روایت کرنے والا بھی کافر ہے جو کہ ان کے صحیح ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے۔

یہ روایات اسی کتاب کی دیگر روایات کی بنیاد پر مردود ہیں

عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''جو کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو لے لو جو کتاب اللہ کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو'' (۱/۶۹)

ابو یعفور سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے احادیث کے اختلافات کے متعلق سوال کیا کہ ہمیں احادیث بیان کرنے والوں میں ثقہ (با اعتماد) اور غیر ثقہ لوگ ہیں تو ہمیں یقین کیسے کرنا ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا ''جب تم کوئی ایسی حدیث سنو جس کی گواہی کتاب اللہ میں موجود ہو یا پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمان میں ہو تو بہتر ورنہ جو تمہارے پاس آیا (قرآن) وہی تمہیں کافی ہے۔ (۱/۶۹)

ان سے ہی روایت ہے کہ ہر چیز کا مرجع کتاب اور سنت ہے، جو بھی حدیث کتاب اللہ کے موافق نہ ہو وہ بناوٹی ہے۔ (۱/۶۹) ان سے ہی روایت ہے کہ جس نے کتاب اللہ اور سنت

محمد (ﷺ) کی مخالفت کی وہ کافر ہے (۱/۷۰)

قرآن کے معنی میں تحریف (تبدیلی)

یہ چند شواہد ہیں کہ شیعہ قرآن مجید کے ساتھ وہی کھیل کھیلتے ہیں جو ان کے امام کلینی نے کھیلا ہے (وہ کتاب اللہ کے ساتھ مذاق اور اس کی عظمت کو روندنے کی کوشش کررہے ہیں)۔ ان لوگوں کا حال یہودیوں والا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔

﴿مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا ۢ بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (٤/ النساء: ٦٤)

”بعض یہود کلمات کو ان کی ٹھیک جگہ سے ہیر پھیر کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور سن اس کے بغیر تو سنا جائے اور ہماری رعایت کر (لیکن اس کہنے میں) اپنی زبان کو پیچ دیتے ہیں اور دین میں طعنہ دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرمانبرداری کی اور آپ سنیے اور ہمیں دیکھئے تو ان کے لیے بہت بہتر اور نہایت ہی مناسب تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے پس بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں۔“

اور فرمایا:

﴿يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾ (٥/ المائدة: ٤١)

''اے رسول! آپ ان لوگوں کے پیچھے نہ کڑھیے جو کفر میں سبقت کر رہے ہیں
خواہ وہ ان (منافقوں) میں سے ہوں جو زبانی تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن
حقیقتاً ان کے دل میں ایمان نہیں ہے۔ اور یہودیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں
جو غلط باتیں سننے کے عادی ہیں اور ان لوگوں کے جاسوس ہیں جو اب تک آپ
کے پاس نہیں آتے وہ کلمات کے اصلی موقع کو چھوڑ کر انہیں متغیر کر دیا کرتے
ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر تم یہی حکم دیے جاؤ تو قبول کر لینا اور اگر چہ حکم نہ دیے جاؤ تو
الگ تھلگ رہنا اور جس کا خراب کرنا اللہ کو منظور ہو تو آپ اس کے لیے خدائی
ہدایت میں سے کسی چیز کے مختار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ان کے دلوں کو پاک
کرنے کا نہیں۔ ان کے لیے دنیا میں بھی بڑی ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت
میں بھی ان کے لیے بڑی سخت سزا ہے۔''

کتاب اللہ کے ساتھ اس مذاق، توہین اور اپنے اس گستاخانہ مذہب کو وہ باطنی تفسیر کا نام دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، ہم چند نمونے پیش کر رہے ہیں جن سے آپ کو پتہ چلے گا کہ اس اسلوب کا عربی زبان سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ وہ قرآن جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام نازل فرمایا ہے۔ عرب اس اسلوب کو قطعاً پہچانتے بھی نہیں ہیں۔ ان باطنی معانی بلکہ باطن معانی کا لغت عرب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ کھلا مذاق اور اس کے معانی میں تحریف ہے جس کے چند ایک نمونے ملاحظہ ہوں۔

① موسیٰ الکاظم (علیہ السلام) سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا گیا ﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ﴾ تو انہوں نے کہا: اس قرآن کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے، جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا وہ قرآن کا ظاہر ہے اور اس میں باطن ظالم ائمہ ہیں اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے وہ ظاہر ہے اور اس میں سے باطن ائمہ حق ہیں۔ (۱/۳۷۴)

اگر ہم اس (کلینی) قاعدہ کی عملی تطبیق دیکھنے کی کوشش کریں اور اس کی روشنی میں حلال

وحرام کی تفسیر دیکھیں تو لازمی ہے کہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ کا معانی کچھ یوں ہو: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ﴾ (۴/النساء:۲۳) ''تمہارے لیے تمہاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔'' (یعنی یہ ائمہ الجور ''ظالم ائمہ'' ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ﴾ (۲/البقرہ:۱۸۷) ''روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے''، یعنی یہ ائمہ الحق ہیں یہ کیسا کلام ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہو گا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ﴾ (۳۳/ الأحزاب:۵۰) اوراسی طرح یہ فرمان: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾ (۱۹/ مریم: ۹۰) اور یہ فرمان: ﴿سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ﴾ (۲۴/ النور: ۱۶)

اَبی عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ قرآن اس لیے اترا ہے کہ اے لڑکی! تو میرا تعاون کرے اور میری اطاعت کرے۔ (۶۳۱/۲)

ان سے ہی روایت ہے وہ کہتے ہیں: ﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ﴾ (۲۴/ النور:۳۵) سے مراد فاطمہ ہیں ﴿فِيْهَا مِصْبَاحٌ﴾ (حوالہ سابقہ) یہ حسن ہیں (یہ مصباح سے حسن اور زجاجۃ سے حسین مراد لے رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے المصباح زجاجۃ کے اندر ہے) یہ حسین ہیں۔ ﴿اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ﴾ (حسین گویا کہ فاطمہ ہیں) فاطمہ دنیا کی عورتوں کے درمیان گویا کوکب دری چمکتا ہوا ستارہ ہیں (نور علی نور) یعنی امام کے بعد امام ﴿يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ اللہ تعالیٰ ائمہ کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے: ﴿اَوْ كَظُلُمٰتٍ﴾ (۲۴/ النور:۴۰) پہلا اور اس کا ساتھی ﴿يَغْشٰىهُ مَوْجٌ﴾ تیسرا ﴿مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ﴾ الثانی (دوسرا) [1] ﴿بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ یہ معاویہ ہے۔ [2] آپ دیکھ رہے ہیں کہ کتاب اللہ کا کس طرح مذاق بنایا جا رہا ہے۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ: ﴿يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ﴾ (۵۷/ الحدید: ۱۲) ان کے آگے اور دائیں ان کا نور چلے گا۔'' کہا قیامت کے دن ائمہ

---

[1] اگر یہ آیت کریمہ یہودی پڑھے اور دوسرے کی جگہ پر چوتھے کو رکھے تو کس قاعدہ کے تحت اس کا رد ہو گا؟۔

[2] اس آیت کریمہ کو لکھنے والا جاہل قرآن کے متعلق کچھ نہیں جانتا ورنہ من فوقہ موج ظلمات ہرگز نہ لکھتا۔

مومنوں کے آگے اور دائیں طرف چلیں گے حتی کہ وہ انہیں جنت میں ان کے محلات میں چھوڑ آئیں گے۔ (۱/۱۹۵)

اب مجھے علم نہیں کہ قیامت کے دن ائمہ دائیں طرف کیسے چلیں گے؟

ابوعبداللہ (علیہ السلام): ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا﴾ (۸۷/ الاعلیٰ:۱۶) آیت کریمہ کی تفسیر میں کہتے ہیں اس سے مراد ان کی ولایت: ﴿وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی﴾ (۸۷/ الاعلی: ۱۷) کہا یہ امیر المؤمنین کی ولایت ہے۔ (۱/۴۱۸)

ان سے ہی روایت ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ﴾ (۲۱/ الأنبیاء:۴۷) کہا اس سے مراد انبیا اور اوصیا (جن کے لیے وصیت کی گئی) ہیں۔ (۱/۴۱۹)

ان سے ہی روایت ہے: ﴿قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ﴾ (۷۴/ المدثر:۴۳) فرمایا یعنی ہم ائمہ کی اِتباع کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ (۱/۴۲۰)

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ﴾ (۳۴/ سبا:۴۶) ''کہا علی کی ولایت واحد ہی ہے۔'' (۱/۴۲۰)

حالانکہ واحد کی تفسیر اسی آیت کریمہ میں ہی مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ ...... مِّنْ جِنَّۃٍ﴾ ''کہہ دیجیے میں تمہیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے واسطے ضد چھوڑ کر دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر سوچو تو سہی تمہارے اس رفیق کو کوئی جنون نہیں۔''

ان سے ہی روایت ہے: ﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ کَانَ فِیْھَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَمَا وَجَدْنَا فِیْھَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (۵۱/ الذریت: ۳۵-۳۶) کہا اس سے مراد آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے ان کے سوا ان میں کوئی باقی نہیں رہا۔ (۱/۴۲۵)

حالانکہ آیات کریمہ میں لوط علیہ السلام اور ان کے اہل کے نکلنے کا تذکرہ ہے۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ﴾ (۴۹/ الحجرات:۷) کہا اس سے مراد امیر المؤمنین علی (علیہ السلام): ﴿وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ﴾

کہا پہلا، دوسرا اور تیسرا ہے۔(۱/۴۲۶)

ابوالحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (۷۲/ الجن: ۱۸) کے متعلق کہا اس سے مراد اوصیا (وصیت شدہ) ہے۔(۱/۴۲۵)

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ (۳۱/ لقمان: ۱۴) کہا اس سے مراد وہ دو والدین ہیں جن کا شکر ادا کرنا اللہ نے واجب قرار دیا ہے۔ جو علم والے اور صاحب حکم ہیں لوگوں کو ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ﴿اِلَيَّ الْمَصِيْرُ﴾ بندوں کا چلنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ پھر کہا اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے ابن حنتمہ اور ان کے صاحب پر عطف ڈالا ہے اور یہ خاص اور عام میں کہا ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ﴾ (۳۱/ لقمان: ۱۵) وصیت میں فرمایا: آپ کو جس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ (کیا رسول اللہ ﷺ کو علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے) وہ اچھی بات ہے اگر شرک کا حکم ہو۔ تو ان دونوں کی پیروی نہ کرنا اور ان دونوں کی بات نہ سننا پھر اللہ نے والدین پر عطف ڈالا ہے۔ ﴿وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا﴾ کہ دونوں کی فضیلت لوگوں کو بتاؤ اور انہیں دونوں کے رستے کی طرف بلاؤ۔ [1] یعنی والدین کی طرف۔

کیا کسی مسلمان سے ایسا ممکن ہے کہ وہ کتاب اللہ کی آیت کے ساتھ یوں مذاق کرے اور انہیں جس طرح چاہے بیان کرتا رہے۔ کیا کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے کلام کے ساتھ ایسا کھیل کھیل سکتا ہے۔ اس بے وقوف نے اللہ کے کلام کے اس طرح ٹکڑے کیے کہ ایک بات کا دوسری بات سے کوئی ربط نہیں ہے۔ ان کا حال تو یہ: ﴿كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ﴾ (۱۵/ الحجر: ۹۰-۹۱) ”یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا“ انہوں نے اپنی باطل خواہشات کے مطابق اس کو تقسیم کر دیا یہ کام یہودیوں اور عیسائیوں کا تھا جو شیعہ نے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان آیات کے بعد فرماتے ہیں: ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

---

[1] ۱/ ۴۲۸، ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے ۱۲ امام آل محمد ﷺ سے ہوں گے۔ یہ تمام محمد (ﷺ) اور علی (علیہ السلام) کی اولاد سے ہوں گے تو گویا دونوں سے مراد محمد (ﷺ) اور علی (علیہ السلام) ہیں۔ ۱/ ۵۳۳۔

گزشتہ آیت کریمہ میں ہر خاص وعام کو خطاب ہے کہ وہ اپنے والدین کا ادب کریں اور ان کی خدمت بجالائیں۔ اس آیت کریمہ میں علی (رضی اللہ عنہ) اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر کہاں سے آ گیا۔

بالفرض اگر ہم بطور بحث ومباحثہ یہ تسلیم کرلیں کہ والدان سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علی (رضی اللہ عنہ) ہی ہیں تو پھر آیت کریمہ میں ہے جو (شرک کی طرف اگر بلائیں) تو کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علی (رضی اللہ عنہ) لوگوں کو شرک کی طرف بھی بلاتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ اور ابن حنتمہ اور ان کے صاحب کو کیسے یہاں داخل کیا گیا ہے۔ (۱/ ۴۶۵) یہ تبصرہ ہی کافی ہے کیونکہ پاگلوں کے ساتھ سر کھپانا ایک طرح کی بے وقوفی ہے۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۝ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ﴾ (۳۷/ الصفات: ۸۸، ۸۹) اس سے مراد حسین پر نازل شدہ مصیبت ہے۔ یہ حسین پر نازل ہونے والی مراد ہے۔ (۱/ ۴۶۵)

حالانکہ اس بات کے قائل سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔ اس بات کا حسین (رضی اللہ عنہ) سے کیا تعلق ہے؟ ایک روایت میں انبیا میں سے ایک نبی پر ستارہ پرستی کا الزام ہے۔ اے قاری! اس بات پر خوب غور کرو۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام): ﴿حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾ (٤٤/ الدخان: ١-٤) کہا: (حم) اس سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ یہ یہود پر نازل ہونے والی کتاب میں بھی ہے۔ اور ﴿الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ﴾۔ یہاں امیر المؤمنین (علی) مراد ہیں اور اللیلۃ سے مراد فاطمہ ہیں اور یہ قول: ﴿فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ﴾ (٤٤/ الدخان: ٤) یہ وہ ہے جس سے بہت سی بھلائی حاصل ہوگی یہ رجل حکیم ہے۔ یہ رجل حکیم ہے۔ یہ رجل حکیم ہے۔ (۱/ ۴۷۹)

یہ کیسی عجیب اور غلط بات ہے کہ اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) منقوص غیر کامل ہے۔ پھر تو یہ غیر واضح اور غیر کامل ہے، علی جو ہے وہ کتاب مبین ہے۔ فاطمہ کبھی چمکتا ہوا ستارہ تو کبھی سیاہ رات؟

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: آپ اللہ تعالیٰ کے قول میں مذکور

خیانت سے کیا مراد لیتے ہیں:﴿ فَخَانَتٰهُمَا ﴾ (٦٦/ التحریم: ١٠) کہ اس سے مراد تو فقط فاحشہ ہے۔ رسول اللہ (ﷺ) نے اپنی بیٹی کی شادی فلاں سے کردی (۲/۴۰۲) (اس سے مراد عثمان لیے جا رہے ہیں)

دیکھیے یہ بدبخت کس حد تک انبیاء (علیہم السلام) پر طعنہ زنی کر رہے ہیں اور محمد (ﷺ) کی کس قدر توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان کافروں اور بے حیائی پر مبنی عبارتوں کی تشریح کرنے سے قلم رک جاتا ہے اور جو کچھ انہوں نے محمد باقر رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے اس کو ذکر کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ وہ ان بہتانوں سے بری الذمہ ہیں۔

دوسری فصل

ولایت، امامت اور امام

یہ کچھ اور نمونے ہیں کہ جن میں کلینی کا کتاب اللہ کے ساتھ مذاق اور لوگوں کی عقلوں پر ڈاکہ ڈالنے کا ثبوت ہے۔ کتاب اللہ میں تحریف کے ایسے ایسے واقعات ہیں کہ تعجب کی کوئی انتہا نہیں کہ یہ لوگ کسی طرح اس کتاب (الکافی) کو اپناتے ہیں اور دنیا بھر کے سامنے اس کو پیش کرتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں کرتے اس میں بہت سی خرافات مذکور ہیں اور مزید یہ کہ یہ شیعہ کی بنیادی اور سب سے اہم کتاب ہے۔

ولایت

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ جب انہوں نے لوگوں کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا تو کہا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ ایسے ہی طواف کرتے تھے۔ پھر انہیں حکم دیا گیا کہ وہ طواف کریں اور ہماری طرف آئیں اور ہمارے ساتھ اپنی ولایت اور مودت (محبت) کا اظہار کریں اور ہمیں اپنی نصرت کا یقین دلائیں پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: ﴿فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ﴾ (۱۴/ ابراهیم:۳۷) (۱/ ۳۹۲)

آپ یہ پوری آیت کریمہ دیکھیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ اس میں ابراہیم علیہ السلام اور ان کی دعا کے متعلق بیان فرمارہے ہیں کہ جب انہوں نے اپنے دودھ پیتے بچے اور اس کی والدہ کو صحرا میں اکیلا چھوڑ دیا تھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

﴿رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ (۱۴/ ابراهیم:۳۷)

"اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کی وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے اور

انہیں پھلوں کی روزیاں عطا فرماتا کہ یہ شکر گزاری کریں۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس آیت کریمہ کا ابو جعفر (علیہ السلام) کی ولایت سے کیا تعلق ہے؟ اور مسلمانوں کے حج اور طواف پر یہ طعنہ زنی کیسی ہے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا طواف ہے۔"

اس شخص نے قبر حسین کے طواف اور حج کا موازنہ یوم عرفہ کے ساتھ کیا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا تاکہ ان احادیث کو گھڑنے اور ایجاد کرنے کا مقصد تجھے سمجھ آسکے۔ یہ لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لائے ہوئے دین کو ایک ایسے دین کے ساتھ بدلنا چاہتے ہیں جو ان کا خود ساختہ اور اپنا بنایا ہوا ہے۔

ابو عبداللہ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ﴾ (الأحزاب: ٧٢) کے متعلق کہا کہ اس سے مراد امیر المؤمنین کی ولایت ہے۔ (١/٤١٣)

ان سے ہی روایت ہے: ﴿فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ﴾ (٧/ الاعراف: ٦٩) کے متعلق انہوں نے کہا: کیا تم کو آلاء اللہ کا پتہ ہے؟ میں نے کہا: نہیں، تو انہوں نے کہا: یہ تو انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس سے مراد ہماری ولایت ہے۔ (١/١٢٧)

گویا ان لوگوں کے نزدیک ولایت نبوت سے بھی بڑی نعمت ہے۔ دیکھو یہ بدبخت کس طرح قرآن کے ٹکڑے کر رہے ہیں اور تحریف (تبدیل) کے مرتکب ہو رہے ہیں حالانکہ یہ آیت کریمہ اس گفتگو کا ایک ٹکڑا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ھود (علیہ السلام) اور ان کی قوم کے ساتھ فرمائی تھی۔ اس کا ولایت کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

ابو جعفر (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ﴾ (٧٢/ الجن: ١٦) میں نے کہا کہ اگر وہ علی بن اَبی طالب امیر المؤمنین کی ولایت اور ان کی اولاد کے اوصیا کی وصیت پر قائم رہتے۔ (١/٢٢٠)

ابو جعفر (علیہ السلام) اس آیت کریمہ: ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا﴾ (٣٠/ الروم: ٣٠) کے متعلق کہتے ہیں اس سے مراد ولایت ہے۔ (١/٤١٩)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَق﴾ (١٨/

الکھف:٤٤) سے مراد امیر المؤمنین کی ولایت ہے۔

غور کیجئے یہ آیت کریمہ ان دو باغ والوں کے متعلق اتری ہے جو علی رضی اللہ عنہ کی ولادت سے سینکڑوں سال پہلے دنیا میں آئے تھے۔

ان سے ہی روایت ہے: ﴿رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا﴾ (٧١/ نوح:٢٨) کہا اس سے مراد ولایت ہے۔(١/٤٢٣)

ابو جعفر (علیہ السلام): ﴿اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ (٤٣/ الزخرف:٤٣) کہا یعنی آپ علی کی ولایت پر قائم ہیں اور علی ہی صراط مستقیم ہے۔(١/٤٢٣)

ولایت اسلام کا سب سے بڑا رکن ہے

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ولایت اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے مگر یہاں کلینی پہلی بات سے آگے گزرتے ہوئے کہتا ہے کہ ولایت توحید سے بھی بڑی ہے اور (شهادتين أن لا اله الاالله وأن محمد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم) نماز اور تمام ارکان سے بڑی ہے۔

اگر یہ دعویٰ سچا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان ارکان کا بار بار صراحت (وضاحت) کے ساتھ کیوں ذکر کیا ہے جبکہ ولایت کا اس طرح ذکر نہیں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک دفعہ بھی اس کا ذکر نہیں کیا حالانکہ یہ ان کے نزدیک سب سے بڑا رکن ہے؟

ابو جعفر (علیہ السلام) کہتے ہیں: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، نماز، زکوۃ، روزہ، حج اور ولایت اور جس قدر ولایت اہم ہے کوئی اور چیز اہم نہیں ہے۔(٢/١٨)

اور ان سے زرارہ نے سوال کیا ان پانچ چیزوں میں سے سب سے افضل کونسی چیز ہے تو انہوں نے کہا: ولایت کیونکہ سب کی چابی یہی تو ہے۔(٢/١٨)

میں کہتا ہوں اسلامی تعلیمات میں شہادتین کا اقرار اور ایمان اسلام کی چابی ہے۔

مہر ولایت

حسن بن جہم سے روایت ہے کہ میں نے (ابی الحسن علیہ السلام) کے ساتھ بیٹھا تھا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو بلایا جو اس وقت کم سن تھا۔ تو انہوں نے مجھے کہا: اس کی قمیض اتارو۔ میں نے اس کی قمیض اتار دی۔ انہوں نے مجھ سے کہا: اس کے دونوں کندھوں کے درمیان دیکھو، میں

نے دیکھا تو اس کے ایک کندھے کے پاس انگوٹھی کی طرح کا گوشت کے اندر نشان تھا۔ پھر کہا: کیا تو اس کو دیکھ رہا ہے۔ اسی طرح کا نشان اسی جگہ پر میرے والد کو بھی تھا۔ (۱/۳۲۱)

امامت

امامت، نبوت سے اعلیٰ ہے

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو نبی بنانے سے پہلے عبد (بندہ) بنایا۔ اور ان کو رسول بنانے سے پہلے نبی بنایا اور ان کو خلیل بنانے سے پہلے رسول بنایا اور ان کو امام بنانے سے پہلے خلیل بنایا۔ جب یہ تمام چیزیں جمع ہو گئیں تو فرمایا: ﴿اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ (البقرہ: ۱۲۴) ''میں آپ کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔'' پس کسی نے اس کو ابراہیم کے ہاں قابل قدر بنایا جب انہوں نے کہا: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ کیا میری اولاد میں سے بھی؟ تو (اللہ نے) فرمایا: میرا وعدہ ظالموں کو نہ پہنچے گا۔ (۱/۱۷۵)

امامت کا منکر در حقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا منکر ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین (علیہ السلام) امام تھے، پھر حسن امام تھے۔ پھر بقیہ اماموں کے نام شمار کرنے کے بعد کہا: جس نے امامت کا انکار کیا تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا انکار کر دیا۔ (۱/۱۸۱)

امامت کا منکر کافر اور اس میں توقف کرنے والا گمراہ ہے

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) نے کہا: لوگوں کی بات ہماری معرفت سنی جاتی ہے اور ہماری عدم معرفت کا عذر ہرگز قبول نہ ہوگا۔ جس نے ہمیں پہچانا وہ مومن ہے جس نے ہمارا انکار کیا وہ کافر ہے اور جس نے نہ ہی ہمیں پہچانا اور نہ ہی انکار کیا وہ گمراہ ہے حتیٰ کہ ہدایت کی طرف پلٹ آئے۔ (۱/۱۸۷)

آدم علیہ السلام اور دیگر انبیا میں سے پانچ کے علاوہ سب نے امامت کا انکار کیا

یہ انتہائی تعجب کی بات ہے کہ کلینی روایت کرتا ہے کہ آدم علیہ السلام اور دیگر انبیا نے امامت کا

انکار کیا ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ شیعوں کے نزدیک ان انبیا پر کیا حکم لگایا جائے گا؟ کیونکہ ان کے نزدیک ولایت کا منکر کافر ہے۔

اس موضوع پر چند روایات ملاحظہ ہوں۔

ابوجعفر (علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴾ ''کہ ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دے دیا تھا لیکن وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں کوئی عزم نہیں پایا۔'' کے متعلق کہا: ہم نے اس سے محمد ﷺ اور بعد میں آنے والے ائمہ کے متعلق عزم لیا مگر اس نے ان کو چھوڑ دیا اور وہ دل میں پکا عزم نہ رکھتا تھا کہ وہ اس طرح ہیں۔ ان کا نام اولی العزم (پکے ارادے والے) رکھا گیا کیونکہ اس نے محمد ﷺ اور ان کے بعد اوصیا اور ان کے بعد مہدی کے متعلق پکا عہد و اقرار لیا کہ وہ اس پر قائم رہے گا۔ (۱/۴۱۶)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ (کلامات فی محمد وعلی وفاطمه والحسن والحسین وآیمه من ذریتهم) فَنَسِيَ﴾ کہ یہ آیت اللہ کی قسم! اسی طرح محمد ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ (۱/۴۱۶)

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ ابتدائے افرینش (تخلیق کائنات) کے متعلق بیان کررہے تھے کہ پھر اس نے نبیوں سے وعدہ لیا اور فرمایا: (الست بربکم وأن هذا محمد رسولی وأن هذا علی أمیر المؤمنین وأوصیاء من بعد ولاة أمری وخزان علمی وأن المهدی أنتصر به لدینی وأظهر به دولتی وأنتقم من أعدائی وأعبد به طوعًا وکرها) تو انہوں نے کہا: (اقررنا یارب وشهدنا) آدم نے نہ ہی تو انکار کیا اور نہ ہی اقرار کیا تو پانچ (اولو اعزم) نبیوں کا عزم تو مہدی کے متعلق ثابت ہوا اور آدم کا عزم پر اقرار نہ ہوا تو اللہ نے کہا: ﴿ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴾'' کہا یہی تو ہے کہ اس نے یہ عزم چھوڑ دیا۔'' (۲/۸۲)

امام

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تحریف (تبدیلی) اور اس کی توہین کے چند اور نمونے۔

امام رسول کے برابر ہے اور اس پر وحی ہوتی ہے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ائمہ رسول اللہ ﷺ کے برابر ہیں، بس یہ ہے کہ وہ انبیا نہیں ہیں اور ان کے لیے زیادہ عورتوں سے نکاح جائز نہیں جیسا کہ نبی ﷺ کے لیے تھا، اس کے علاوہ وہ ہر بات میں نبی ﷺ کے برابر ہیں۔ (۲۷۰/۱)

جائزہ: اس سے پوچھا جائے کہ کیا نبوت فقط ایک لفظ ہے جو نبی ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ اور امام اس نام سے خالی ہے اور یہ فقط ایک نام ہے، لقب ہے جس کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ اور عورتوں کے ساتھ نکاح کے علاوہ کوئی اور خصوصیت نبی ﷺ کی نہیں ہے، اور امام اور آپ کے درمیان میں یہی فرق ہے۔ نبی ﷺ دنیا سے چلے گئے ہیں اور آپ کی بیویاں بھی رخصت ہو گئیں تو کیا نعوذ باللہ بارِ رسالت ائمہ کو اٹھانا ہے؟

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: نبی وہ ہے جو خواب کے دوران کچھ دیکھے، آواز سنے مگر اس پر متعین فرشتہ نہ اترے جبکہ رسول وہ ہے جو آواز سنے اور خواب میں دیکھے اور اس پر متعین فرشتہ اترے۔ میں نے کہا: امام کا مقام ومرتبہ کیا ہے؟ کہا: جو آواز سنے، نہ ہی دیکھے اور نہ ہی سنے، اس پر متعین فرشتہ بھی نہ اترے۔ پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ (ولا محدث)﴾ (۱۷۶/۱)

دیکھئے اس نے کتاب اللہ میں (ولا محدث) کی کسی طرح تحریف وزیادتی کی ہے۔ علی بن ابی طالب سے روایت ہے وہ اس آیت کریمہ کی کے متعلق بیان کر رہے تھے جس کے ذریعے وہ اپنے قاتل کو پہچانتے تھے۔ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّ لَا نَبِيٍّ (ولا محدث)﴾ اور کہا علی بن ابی طالب (علیہ السلام) محدث (جس پر الہام ہو) تھے۔ (۲۷۰/۱)

ان دو روایات سے پتہ چلتا ہے کہ امام اللہ کی طرف سے ہے کیونکہ وہ محدث ہے اور لفظ محدث رسول اور نبی پر عطف ہونے کی وجہ سے ایک ہی حکم میں ہے کہ رسول نبی اور امام اللہ نے بھیجے اور یہ تینوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

حمران بن اعین سے روایت ہے کہ ابوجعفر (علیہ السلام) نے کہا کہ علی (علیہ السلام) پہ فرشتہ الہام کیا کرتا تھا میں نے کہا: کیا وہ نبی تھے؟ تو کہتے انہوں نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی......

ایسے..... یا سلیمان علیہ السلام کے صاحب کی طرح یا موسیٰ اور ذوالقرنین کے ساتھی کی طرح۔(۱/۲۷۱)

دیکھئے یہاں اعتراض کا جواب نفی میں نہیں بلکہ اَو (حرف عطف) سے دیا کہ یا یہ تھے یا یہ تھے؟

زندہ اور لوگوں کے مابین متعارف امام کے بغیر مخلوق پر حجت قائم نہیں ہوسکتی

اس عنوان کے تحت باب قائم کیا گیا ''امام کے بغیر مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی دلیل قائم نہ ہوگی'' اس کے تحت کلینی نے روایات ذکر کی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

عبدالصالح (علیہ السلام) اور ابوعبداللہ (علیہ السلام)، ابوالحسین الرضا (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ سب نے کہا:

''مخلوق پر دلیل وحجت ایسے امام کے بغیر پوری نہیں ہوتی جس کو لوگ پہچانتے ہوں اور وہ زندہ ہو۔ جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا﴾ ''دلیل اور حجت تو رسولوں کے ذریعے پوری ہوتی ہے۔ کتاب اللہ کی رو سے رسولوں کے بعد کوئی اور حجت نہیں ہے۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے بعد بندوں کو فارغ نہیں چھوڑا بلکہ انہیں اپنی توحید کی تاکید کی اور اپنی معرفت کے لیے ان سے مضبوط رابطہ قائم کیا اور ان پر رسولوں کی زبانی دلیلیں اور حجت قائم کی ایک صدی کے بعد دوسری صدی میں۔ ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ میں رسول تشریف لاتے رہے تا آنکہ ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے حجت پوری ہوئی۔

کلینی کی روایت کے مطابق تو ائمہ مختلف طبقات اور درجات میں تقسیم ہیں بعض تو چھپے ہوئے ہیں اور بطور تقیہ اپنی امامت کا اظہار بھی نہیں کرسکتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غالباً امام معروف نہیں ہوگا جبکہ مذکورہ بالا روایت میں ہے کہ وہ لوگوں میں معروف ہو۔ اس بنا پر تو اللہ تعالیٰ کی حجت اور دلیل قائم ہی نہیں ہوئی۔ سوال یہ ہے کہ اب مخلوقات نے ایک ہزار سال سے زائد عرصہ گزار دیا ہے مگر امام چھپا ہوا ہے معروف نہیں ہے۔ تو دلیل کیسے قائم ہوگی؟

چند روایت کا تذکرہ

اس عنوان کے تحت باب قائم کیا گیا ہے۔(ان الأرض لا تخلو من حجة) کہ زمین کبھی بھی دلیل وحجت سے خالی نہیں رہتی۔

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ''زمین میں ہر وقت امام موجود رہتا ہے۔اگر مومن کوئی زیادتی کرتے ہیں تو انہیں روکتا ہے اگر ان سے کوئی نقص ظاہر ہو تو اس کو پورا کرتا ہے۔(۱/۱۷۸) میں کہتا ہوں: آج امام کہاں ہے جو روکے یا پورا کرے؟

ان سے ہی روایت ہے'' زمین میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی دلیل (امام) قائم ہے وہ ان کو حلال وحرام بتاتا ہے اور لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف دعوت دیتا ہے۔(۱/۱۷۸)

ان سے یہی روایت ہے'' اللہ تعالیٰ اس بات سے کہیں بزرگ وبرتر اور عظیم ہے کہ زمین کو بغیر دلیل یعنی امام عادل کے بغیر چھوڑ دے۔(۱/۱۷۸)

میں کہتا ہوں شیعہ کی تعریف امام عادل یعنی امام معصوم کے بغیر زمین لمحہ بھر کے لیے بھی خالی نہیں رہتی تو وہ امام آج کہاں ہے؟

ان سے ہی روایت ہے: اگر دنیا میں فقط دو آدمی رہ جائیں تو ان میں سے ایک امام ہوگا اور ان دو میں سے بھی آخر میں مرنے والا امام ہوگا۔تاکہ دوسرے پر اللہ کی محبت اور دلیل قائم ہو۔(۱/۱۸۰)

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں: ﴿لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ ''تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر نہ رہ جائے۔''

اے قاری! خود ہی اس آیت کریمہ اور اس کے متضاد الکافی کی روایات کے درمیان موازنہ کرلو۔

دلیل وحجت (امام) ہی دلیل کے انکاری ہیں

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ان کے پاس زیدی فرقہ سے تعلق رکھنے والے دو لوگ آئے، ان دونوں نے عرض کی: کیا آپ کے ہاں کوئی ایسا امام ہے جس کی اطاعت فرض

ہو۔تو ابوعبداللہ نے کہا: نہیں۔انہوں نے عرض کی: ہمیں تو آپ کی نسبت یہی خبر دی گئی ہے کہ آپ یہی فتویٰ دیتے ہیں اور ہمیں خبر بھی ثقات (با اعتماد) لوگوں نے دی ہے۔ہم آپ کو عرض کرتے ہیں کہ فلاں فلاں لوگ انہوں نے نام لیے کہ صاحب تقوی ہیں اور قطعاً جھوٹ نہیں بولتے تو ابوعبداللہ (علیہ السلام) غصے میں آ گئے اور کہنے لگے میں نے ان کو ایسا کوئی حکم نہیں دیا ہے۔جب ان دونوں نے ان کو غصے میں دیکھا تو اٹھ کر چلے گئے، ابوعبداللہ (علیہ السلام) نے مجھ سے کہا: کیا تم ان دونوں کو جانتے ہو: میں نے عرض کی: جی ہاں یہ ہمارے بازار میں رہتے ہیں اور دونوں زیدی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلوار عبداللہ بن حسن کے پاس ہے۔تو انہوں نے کہا: یہ دونوں جھوٹے ہیں اللہ ان پر لعنت فرمائے۔ (۲۳۳_۲۳۲/۱)

میں کہتا ہوں: ان بیچارے دوافراد کا کیا جرم تھا کہ ان پر لعنت کی بددعا کر دی وہ تو حق بات کی تلاش میں آئے تھے۔ان کے لیے امام واضح نہ تھا، معروف نہ تھا جیسے کلینی کے دعویٰ کے مطابق ہونا چاہیے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ بیچارے لوگوں کا کیا گناہ ہے کہ اگر زید بن علی دعویٰ کر رہے ہیں کہ وہ امام ہیں اور ان کے بھتیجے (ابوعبداللہ) ان کو جھٹلا رہے ہیں اور دونوں کا تعلق اہل بیت سے ہے۔کس کو جھٹلایا جائے اور کس کی تصدیق کی جائے۔لوگ کس طرف جائیں۔چچا کی طرف یا بھتیجے کی طرف؟ اور اگر کوئی حق بات پوچھتا ہے تو وہ غصے میں آ جاتے ہیں۔

امام کے علم کے متعلق خرافات

شیعہ نے امام کے علم کے متعلق ایسی ایسی کہانیاں اور خرافات باتیں بیان کی ہیں جن کو نہ ہی عقل تسلیم کرتی ہے؛ ورنہ ہی انسانی ذوق ان کو صحیح مان سکتا ہے مزید یہ کہ منقول علم سے بھی ان کا زبردست ٹکراؤ ہے۔ان لوگوں نے امام کے متعلق ایسی باتیں بیان کی ہیں جو فقط اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہی لائق ہے حقیقت یہ ہے کہ میں چند کا تذکرہ ہی کروں گا، اگر میں سب کو ذکر کرنے بیٹھوں تو میں اپنی عمر اور اپنا قیمتی وقت ایک بیکار کام میں صرف کر دوں گا۔جو مزید خرافات دیکھنا چاہتا ہو وہ اصل کتاب کی طرف رجوع کر لے اور یقین کیجئے کہ مجھے سمجھ نہیں

آرہی کہ میں کیا چیز چھوڑوں اور کیا نقل کروں۔ بہرحال میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے اور وہی میرا مددگار ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اور وہ اوصیا کی پیدائش کے متعلق بیان کر رہے تھے......

''جب امام ماں کے بطن سے باہر آتا ہے تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹکائے ہوئے اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ دونوں ہاتھ اس لیے زمین پر ہوتے ہیں کہ وہ تمام علم قبضے میں لے لیتا ہے۔ جو بھی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا ہوتا ہے...... جب وہ یہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پہلا اور آخری علم عطا کر دیتے ہیں۔''

جمیل بن دراج سے روایت ہے کہ ہمارے اصحاب نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: امام کے بارے میں کوئی غلط بات نہ کیا کرو کیونکہ وہ ماں کے بطن میں بھی تمہاری باتیں سنتا ہے اور جب وہ اپنا مشن شروع کرتا ہے تو ہر شہر میں اس کے لیے ایک مینار بلند ہوتا ہے جس میں سے وہ بندوں کے اعمال کو دیکھتا ہے۔ (۱/۳۸۸)

ائمہ انبیا سے زیادہ علم رکھتے ہیں

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) کو فقط دو حرف دیے گئے جن پر وہ عمل کرتے تھے اور موسیٰ (علیہ السلام) کو چار حرف دیے گئے جن پر وہ عمل کرتے تھے اور ابراہیم (علیہ السلام) کو آٹھ حرف دیے گئے اور نوح (علیہ السلام) کو پندرہ حرف دیے گئے اور آدم (علیہ السلام) کو پچیس حرف دیے گئے اور اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے ان تمام کو جمع کر دیا اور اللہ کا اسم اعظم تہتر (۷۳) لفظوں پر مشتمل ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بہتر حرف دیے گئے اور ان سے ایک لفظ روک لیا گیا۔ (۱/۲۳۰)

ابوالحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ہمیں وہی بہتر الفاظ دیے گئے ہیں جبکہ ایک اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں پوشیدہ ہے۔ (حوالہ سابقہ)

قارئین یہاں حرف سے مراد حروف ھجائی ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ لفظ اسم کے ساتھ مل کر آرہے ہیں حرف اسم کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا اکیلے حرف کے عربی گرامر کے مطابق کوئی معانی ہوتے ہیں۔ یقیناً نہیں ہوتے مگر یہ کہ اسے اسم و فعل کے

ساتھ ملایا جائے اور کیا جو زبان نبی (ﷺ) بولتے تھے اس کے حروف ہجائی کی تعداد بہتر ہے۔

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کے لیے آدم سے لے کر تمام انبیا کی سنتیں جمع کر دیں یعنی ان کو عطا کیں۔ ان سے پوچھا گیا یہ سنتیں کیا ہیں؟ نبیوں کا علم اور رسول اللہ (ﷺ) نے یہ ساری سنتیں امیر المؤمنین کو عطا کیں۔ ایک آدمی نے پوچھا: امیر المؤمنین زیادہ علم رکھتے ہیں یا بعض انبیا۔ تو انہوں نے کہا: اس کو سنو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے اس کی سماعت کھولتا ہے۔ میں اسے کہہ رہا ہوں کہ اللہ نے تمام انبیا کا علم محمد (ﷺ) کو دیا اور انہوں نے وہ تمام علم امیر المؤمنین کو دے دیا یہ اب بھی پوچھتا ہے کہ امیر المؤمنین زیادہ علم رکھتے ہیں یا انبیا۔ (۱/۲۲۲-۲۲۳)

سیف تمار سے روایت ہے۔ ہم ابو عبداللہ (علیہ السلام) کے ساتھ سفر میں تھے ہمارے ساتھ شیعہ کی ایک جماعت تھی۔ وہ کہنے لگے ہمارے پیچھے جاسوس ہے۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا ہم نے کہا: ہمارے پیچھے کوئی جاسوس نہیں ہے۔ انہوں نے کہا: رب کعبہ کی قسم (تین مرتبہ) اگر میں موسیٰ اور خضر (علیہ السلام) کے پاس ہوتا تو میں ان کو بتاتا کہ میں ان سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور میں ان کو ساری خبریں بتاتا کیونکہ میں موسیٰ اور خضر سے زیادہ علم رکھتا ہوں ان کو تو فقط ماضی کا علم تھا اور مستقبل کا نہ تھا جبکہ ہمیں ماضی مستقبل اور قیامت تک آنے والے تمام حالات کا علم نبی (ﷺ) کی طرف سے عنایت کیا گیا ہے۔ (۱/۲۶۱)

میں کہتا ہوں یہ کیسا علم ہے جس کو جاسوس کا بھی پتہ نہ چل سکا؟

امام ماکان (ماضی) و مایکون (مستقبل) اور جو نہیں ہوا اس کے متعلق بھی جانتا ہے کہ اگر وہ واقعہ ہوتا تو کیسے ہوتا۔

اس کے تحت باب قائم کیا گیا ہے کہ امام ماضی، مستقبل اور ہر چیز کے متعلق جانتا ہے اور ان پر کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی۔ اس کے تحت کلینی نے جو روایات ذکر کی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت ہی رؤف و رحیم ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ اپنے بندوں کو کسی کام کے کرنے کا حکم دے اور پھر صبح شام کسی کو خبر نہ کرے (یعنی امام کو) (۱/۲۶۱)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ میں زمین وآسمان جنت جہنم اور ماضی و مستقبل کے متعلق سب کچھ جانتا ہوں۔ (حوالہ سابقہ)

اسی عنوان کے تحت ایک باب قائم کیا گیا ہے ''اگر ائمہ سے کوئی چیز مخفی رہ جائے تو انہیں فوراً خبر کردی جاتی ہے۔''

ابوجعفر (علیہ السلام) فرماتے ہیں: اگر تمہاری زبانیں بند بھی رہیں تو میں ہر ایک کے متعلق سب کچھ بتا سکتا ہوں۔ (۲۶۴/۱)۔

اس کے تحت باب قائم ہے: ائمہ جانتے ہیں کہ وہ کب مریں گے اور وہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔ اس کے تحت چند روایات ذکر کی گئیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: اگر کسی امام کو یہ پتہ نہ ہو کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور وہ کدھر جانے والا ہے تو سمجھ لو مخلوق پر اللہ کی حجت (دلیل) پوری نہیں ہے۔ (۲۵۸/۱)

ائمہ کی روحوں کا بیان

اس کے تحت مندرجہ ذیل روایات ذکر کی گئیں ہیں:

فضل بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے میں نے ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے پوچھا۔ اگر ایک امام اپنے گھر میں پردوں کے اندر بیٹھا ہو تو اس کا علم کس قدر رہتا ہے؟ کہا: وہ روح القدس کے ذریعے سب کچھ دیکھتا ہے۔ (۲۷۲/۱)

ایک روایت میں ہے کہ روح القدس کے ذریعے وہ عرش اور زمین کی تہہ تک دیکھتا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جب امام دعوت دین کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر شہر میں ایک مینار بلند کر دیتا ہے جس کے ذریعے وہ بندوں کے اعمال دیکھتا ہے اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نور کا ستون بلند کرتا ہے جس کے ذریعے وہ ہر شہر کے ساکنین کے اعمال کو ملاحظہ کرتا ہے۔ (۳۸۷/۱)

امام پرندوں سمیت سب کی زبانیں اور سینوں کے راز بھی جانتا ہے۔ محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں: میں ایک دفعہ ابوجعفر (علیہ السلام) کے پاس بیٹھا تھا کہ قمریوں (فاختہ نما پرندہ)

کا ایک جوڑا دیوار پر آ کر بیٹھ گیا اور زور زور سے آوازیں نکالنے لگا۔ ابو جعفر (علیہ السلام) کچھ دیر ان سے باتیں کرتے رہے اور پھر ان کو اڑا دیا۔ یہ جوڑا پھر دیوار پہ بیٹھا اور مذکر پرندہ مؤنث پرندہ پر آوازیں بلند کر رہا تھا پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے ان سے عرض کیا۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں ان پرندوں کا کیا معاملہ ہے، انہوں نے فرمایا: اے ابن مسلم: اللہ تعالیٰ نے پرندے، جانور اور جو بھی ذی روح ہے وہ ہمارے احکام کو سنتے ہیں اور ابن آدم سے بڑھ کر ان کو مانتے ہیں۔ یہ جوڑا جو ہے اس میں خاوند نے بیوی کے متعلق برا گمان کیا تو ان دونوں نے میرے پاس مقدمہ دائر کر دیا مگر مؤنث نے اسے قسم دی کہ میں نے کچھ نہیں کیا پھر کہا کیا تو محمد بن علی کے فیصلے پر راضی ہے تو وہ دونوں مجھ پر متفق ہو گئے میں نے مذکر پرندے کو بتایا کہ تو اپنی مونث پر ظلم کر رہا ہے۔ تو ان دونوں نے تصدیق کی۔ (۱/۴۷۱)

ابو حمزہ نصیر الخادم کہتے ہیں میں نے ابو محمد سے کئی دفعہ سنا کہ وہ مختلف قسم کی زبانیں بول رہے ہیں۔ وہ ترک بچوں سے ترکی میں، رومیوں سے رومی میں اور ان کی زبان میں بات کرتے تھے۔ مجھے اس صورت حال سے سخت تعجب ہوا کہ یہ مدینہ میں پیدا ہوئے ہیں نہ ہی تو یہ کسی کے پاس گئے اور نہ ہی کوئی ان کے پاس آیا پھر یہ کیسے بول رہے ہیں۔ ابھی یہ بات میرے دل میں آئی ہی تھی کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے امام کے ذریعے اپنی حجت پوری کر دی، اسے تمام زبانیں سکھلائی ہیں اور تمام کے نسب اور ان کی زندگی اور موت کی تفصیلات بتائی ہیں اگر اسے ان چیزوں کا علم نہ ہو تو پھر اس کے اور دیگر مخلوقات کے درمیان کوئی فرق باقی نہ رہے گا۔ (۱/۵۰۹)

میں کہتا ہوں یہ فرق تو خالق مخلوق کا ہے نہ کہ امام اور مخلوقات کا۔

امام سینوں کے راز جانتا ہے۔

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ ایک دن میں ابو جعفر (علیہ السلام) سے انگوٹھی کا سوال کرنا چاہتا تھا تا کہ میں اس سے تبرک حاصل کرسکوں۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ کافی دیر کے بعد میں الجھنے لگا تو انہوں نے میری طرف انگوٹھی پھینکی اور فرمایا تو صرف چاندی کا سوچ بیٹھا ہے

یہ دیکھ ہم تجھے انگوٹھی دے رہے ہیں۔ اس میں چاندی بھی ہے اور نگینہ زائد تحفہ ہے۔ اللہ تجھے مبارک کرے میں نے کہا: اے میرے سردار میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے ولی اور میرے لیے وہ امام ہیں جس کی اطاعت کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ (۵۱۲/۱)

محمد بن قاسم روایت کرتے ہیں۔ میں ابی محمد (علیہ السلام) کے پاس حاضر ہوتا تھا۔ مجھے پیاس لگتی میں بچے سے پانی مانگنے کا ارادہ کر رہا ہوتا کہ وہ بچے کو کہتے ان کو پانی دو اور میں ابھی جانے کے متعلق سوچ ہی رہا ہوتا کہ آپ بچے کو کہتے ان کی سواری لاؤ۔ (۵۱۲/۱)

امام نے علم کسی سے نہیں سیکھا ہوتا

ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے علم کے متعلق پوچھا کہ کیا انہوں نے استاد سے حاصل کیا یا کسی کتاب سے؟ انہوں نے کہا: معاملہ اس سے کہیں اہم ہے کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا ہے۔ ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ (۲۷۴/۱)

میں کہتا ہوں آیت کریمہ تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خطاب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی تھی۔ اس کا امام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ خود کلینی نے روایات نقل کی ہیں کہ محمد بن علی المعروف باقر کتاب سے پڑھا کرتے تھے۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے ایک دن جابر مدینہ کے کسی راستے پر پریشان پھر رہے تھے کہ اچانک اس راستے سے کچھ کاتب گزرے جن میں محمد بن علی بھی تھے۔ (۴۶۹/۱)

امام کے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ موجود ہے

ابوجعفر (علیہ السلام) جب حسین بن علی کی وفات کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے اپنی بیٹی فاطمہ بنت حسین کو بلایا اور انہیں ایک بند کتاب اور ظاہری وصیت دی۔ علی بن حسین بھی ساتھ تھے جسے وہ نہ دیکھتے تھے۔ فاطمہ (علیہا السلام) نے یہ کتاب علی بن حسین کو دے دی۔ پھر یہ کتاب ہمارے پاس آ گئی۔ وہ کہتے ہیں: انہوں نے پوچھا اس کتاب میں کیا ہے میں آپ پر قربان ہو جاؤں؟ انہوں نے کہا: اس کتاب میں اولاد آدم کے متعلق ہر چیز ہے۔ آدم (علیہ السلام) سے لے کر دنیا ختم ہوتے وقت آخری انسان تک اس میں مسائل حدود ہیں۔ جس میں دیت اور

زخموں کی تفصیل ہے۔ (۱/۳۰۳-۳۰۴)

میں کہتا ہوں کیا قرآن مجید بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لیے کافی نہیں ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ وہ کتاب اس وقت کہاں ہے؟ کسی نے اس کو دیکھا ہے؟ یہ کیوں اوجھل ہوگئی۔ کیا یہ دین چند لوگوں کے لیے نازل ہوا ہے؟

صحیفہ، جفر، جامعہ، مصحف فاطمہ اور دیگر من گھڑت قصے

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اور وہ ابو بصیر سے مخاطب تھے: اے ابو محمد! رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے علی (علیہ السلام) کو ایک ہزار علم کے باب سکھلائے، ہر باب سے ہزار باب نکلتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ علم ہے؟ یہ علم ہے تو خود ان کی شان کیا ہے؟ وہ کہنے لگے۔ اے ابو محمد! ہمارے پاس کتاب جامعہ ہے اور لوگوں کو کیا علم کہ جامعہ کیا ہے؟ یہ ایک صحیفہ ہے جس کی لمبائی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ستر ہاتھ ہے۔ ان کا املاء کردہ ہے اور ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے۔ اس میں حلال وحرام اور ہر چیز کا علم ہے حتیٰ کہ خراش کی دیت بھی لکھی ہے (پھر کہا) ہمارے پاس جفر ہے لوگوں کو کیا پتہ کہ جفر کیا ہے؟ یہ چمڑے کا ایک برتن ہے جس میں تمام انبیا کا علم ہے۔ تمام اوصیا اور تمام علما جو بنی اسرائیل کے تھے ان کا علم بھی اس میں موجود ہے۔ اور ہمارے پاس مصحف فاطمہ ہے اور لوگوں کو کیا پتہ مصحف فاطمہ کیا ہے؟ اس مصحف میں تمہارے قرآن جیسا تین گنا ہے۔ جبکہ اس میں تمہارے قرآن میں سے ایک لفظ بھی نہیں ہے۔ [1]

ہمارے پاس جو کچھ آج تک ہوا اور قیامت تک جو کچھ آئندہ ہوگا سب کا علم ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں یہ تو واقعتاً علم ہے۔ انہوں نے کہا یہ علم تو ہے مگر یہ تو کچھ بھی نہیں کہتے ہیں میں نے کہا پھر علم کیا ہے؟ کہا جو کچھ دن رات بیان کرتا ہے۔ ایک کام کے بعد دوسرے کام کا بیان ہے اور علم حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔ (۱/۲۳۸-۲۴۰)

میں کہتا ہوں یہ علم تو اللہ کا ہے اور ابو عبداللہ کا علم نہیں۔

---

[1] دیکھیے کس قدر جرأت اور گستاخی ہے کہ یہ قرآن سے بڑا مصحف ہے۔ یہ قرآن سے حسد وبغض اور قرآن مجید کو ترک کرنے اور اس سے بے رغبت ہونے کی دلیل ہے۔

جب شرم نہ رہے تو پھر تو جو مرضی کرتا رہے

30000، تیس ہزار سوالوں کا جواب ابو جعفر ایک ہی مجلس میں دیا کرتے تھے۔ روایت ملاحظہ ہو۔

ابو جعفر (علیہ السلام) سے شیعہ کی ایک جماعت نے اجازت طلب کی جو کہ دور سے آئے تھے تو انہوں نے اجازت دے دی۔ انہوں نے ایک ہی مجلس میں تیس ہزار سوال کیے جن کا جواب ابو جعفر (علیہ السلام) نے ارشاد فرمایا اور وہ دس سال تک ایسے ہی جواب دیا کرتے تھے۔ (۱/۴۸۶)

یہ واقعہ پڑھ کر مجھے ایک پرانا لطیفہ یاد آ گیا کہ کچھ لوگوں نے جُحا کے ساتھ مذاق کرنے کا پروگرام بنایا۔ انہوں نے کہا ہم آپ سے چالیس سوال کریں گے۔ جُحا نے کہا: میں چالیس سوالوں کا ایک بہترین جواب دوں گا۔ لوگوں نے سخت تعجب کا اظہار کیا کہ چالیس سوالوں کا جواب ایک کیسے ہو سکتا ہے۔ جب لوگ چالیس سوال کر کے فارغ ہوئے تو اس نے کہا تمہارے تمام سوالوں کا جواب یہ ہے کہ مجھے کسی کا جواب نہیں آتا۔

ان لوگوں نے تو چالیس سوال تیار کیے جو کہ عقل میں آنے والی بات ہے مگر ایک ہی مجلس میں تیس ہزار سوال؟ شاید ایسی ایک دو مجلسوں میں ہی انسان کی عمر ختم ہو سکتی ہے۔

لطائف اور نکات

کتاب میں جگہ جگہ عجیب و غریب لطائف ہیں جن میں سے بعض ملاحظہ ہوں۔

جھوٹے گدھے کی کہانی

امیر المومنین (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ مذکورہ گدھے نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کلام کیا اور اس نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے میرے باپ نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے روایت بیان کی ہے وہ نوح کے ساتھ کشتی میں سوار تھا۔ نوح کھڑے ہوئے اور گدھے کی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اس گدھے کی نسل سے ایک گدھا پیدا ہو گا جس کی پشت پر سید النّبیین اور خاتم الرسل سوار ہوں گے۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے وہ گدھا بنایا۔ (۱/۲۳۷)

کلینی کا یہ گدھا جھوٹا ہے کیونکہ اس کا چوتھا دادا نوح کی کشتی میں سوار تھا۔ فقط چار نسلیں؟

اور اس قول پہ غور کرو (میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں) گدھا یہ بات کس کو کہہ رہا ہے؟ کائنات کے سب سے باعزت اور محترم انسان یعنی محمد رسول اللہ (ﷺ) کو اور یہ قول کہ گدھا نوح علیہ السلام کے ساتھ تھا کیا انبیا کا یہ مقام ہے؟

مگر بے چارے کلینی کا کیا گناہ ہے اس کا گدھا ہی جھوٹ بول رہا ہے۔ کیا یہ قول پہلے لوگوں کا نہیں ہے (جس نے سند بیان کر دی وہ بری الزمہ ہو گیا)

اس قوم پہ تعجب نہ ہو تو کیا ہو جنہوں نے اصحاب محمد (ﷺ) کی بیان کردہ روایات کو تو ترک کر دیا اور گدھے کی روایات کو قبول کر لیا۔

دور دراز شہر

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ حسن (علیہ السلام) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے دو شہر خاص ہیں ایک مشرق میں واقع ہے تو دوسرا مغرب میں ان کے اردگرد لوہے کی دیوار ہے اور ان میں سے ایک کی دس لاکھ گلیاں ہیں اور ہر گلی میں سات کروڑ زبانیں بولی جاتی ہیں اور ہر فرد کی زبان دوسرے سے مختلف ہے اور میں تمام زبانیں جانتا ہوں۔ ان دونوں شہروں میں اور ان دونوں پر اور ان دونوں کے درمیان میرے بھائی حسین کے علاوہ کوئی دلیل و حجت نہیں ہے۔ (۱/۴۶۲)

لومڑی کی پیٹھ

ابوعبداللہ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ﴾ (۵/ المائدہ:۹۵) ''اور جو شخص پھر ایسی حرکت کے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا۔'' کی تشریح میں فرماتے ہیں: ایک آدمی احرام کی حالت میں تھا کہ اس نے ایک لومڑی پکڑی اور اس کے چہرے کو آگ کے قریب کرتا تو وہ لومڑی چیختی چلاتی اور اپنی پیٹھ سے آواز نکالتی اور بات کرتی۔ اس کے ساتھی اسے روک رہے تھے کہ یہ ظلم نہ کر و اس نے کچھ دیر کے بعد اس کو چھوڑ دیا۔ یہ آدمی سویا ہوا تھا کہ ایک سانپ آیا اور اس کے منہ میں داخل ہو گیا اب یہ آدمی اس لومڑی کی طرح چیخنے چلانے اور آوازیں نکالنے لگا تب جا کر اس سانپ نے اس کا پیچھا چھوڑا۔ (فروع الکافی ۴/ ۳۹۷)

مردہ چوہیا

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ رات جس میں علی بن حسین (علیہ السلام) کا وعدہ تھا اس میں انہوں نے محمد (علیہ السلام) سے کہا: اے بچے میرے لیے وضو والا برتن لے آؤ۔ وہ کہتے ہیں میں اٹھا اور پانی والا برتن لے آیا۔ تو انہوں نے کہا: یہ میرے لائق نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی چیز مری پڑی ہے۔ میں گیا اور چراغ روشن کر لایا تو کیا دیکھا کہ اس میں ایک چوہیا مری پڑی ہے۔ پھر میں گیا اور نیا پانی لے کر آیا۔ (۱/۴۶۸)

میں کہتا ہوں۔ تعجب ہے کہ امام ہر ہونے والے کام کے متعلق جانتا ہے۔ اسے زمین وآسمان کی خبریں بھی معلوم ہیں اسے ماضی اور قیامت تک ہونے والے تمام امور اور واقعات کی خبر ہے مگر اسے یہ پتہ نہ چلا کہ پانی میں چوہیا مری ہوئی ہے حتی کہ چراغ لانا پڑا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سچ فرمایا ہے: ''یہ بات انبیا کے کلام میں بھی پائی گئی ہے کہ جب تجھے حیا وشرم نہ رہے تو پھر جو مرضی کرتا رہ۔'' (بخاری)

سریر روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ابوعبداللہ (علیہ السلام) ہمارے پاس تشریف لائے اور وہ نہایت غصے میں تھے جب وہ اپنی مخصوص جگہ پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا: لوگوں پر تعجب ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں علم غیب ہے۔ درحقیقت اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی علم غیب نہیں جانتا۔ میں اپنی فلاں لونڈی کو سزا دینا چاہتا تھا مگر وہ بھاگ گئی اور مجھے علم نہیں کہ وہ کس گھر میں چھپی ہے۔ (۱/۲۵۷)

ائمہ کی فضیلت میں تحریف (تبدیلی) آیات کے چند نمونے

امیر المؤمنین (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا﴾ ''جو کوئی نیکی کر کے آیا تو اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہوگا۔'' کے متعلق کہتے ہیں۔ اس سے مراد ولایت اور اہل بیت کی محبت ہے اور: ﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ ''جو کوئی برائی کر کے آیا تو ان کو اوندھے منہ آگ میں جھونک دیا جائے گا۔'' کہا اس سے مراد ولایت کا انکار اور اہل بیت کا بغض ہے۔ (۱/۱۸۵)

ابوجعفر (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں اسلام کی چوٹی اور اس کی چابی تمام مسائل کا حل اور اللہ

کی رضا امام کی معرفت کے بعد اس کی اطاعت ہے کیونکہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ (٤/ النساء: ٨٠) (١/ ١٨٦) ''جس نے رسول اللہ (ﷺ) کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو کوئی منہ پھیرے تو ہم نے آپ کو کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔''

میں نے کہا: اس آیت کریمہ کا اس سے کیا تعلق ہے اور کیا (امام) رسول ہے حتی کہ آیت کریمہ کا مطلب اس کی منشا کے مطابق تسلیم کر لیا جائے۔

ابوعبداللہ فرماتے ہیں: رسول اور اوصیا اطاعت میں مشترک ہیں۔ (حوالہ سابقہ)

میں کہتا ہوں یہ کس کتاب میں ہے کس آیت میں ہے۔ (شاید یہ مصحف فاطمہ میں ہے)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ (البقرہ: ٢٦٩) ''جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر عطا کر دی گئی۔'' کہا: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور امام کی معرفت ہے۔ (١٨٥/١)

تو نے وسیع کو محدود کر دیا

ابوعبداللہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (٢/ البقرہ: ١٤٣) ''کہ ہم نے تمہیں امت وسط (درمیانی) بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہی دے سکو۔'' کے متعلق فرماتے ہیں: ہم امت وسط ہیں۔ اور ہم مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کے شہداء (گواہ) ہیں۔ ﴿مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ﴾ (٢٢/ الحج: ٧٨) ''تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت۔'' کہا اس سے ہم مراد ہیں: ﴿هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اس نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے۔'' کہا من قبل۔ یعنی جو کتابیں پہلی تھیں۔ ﴿وَفِيْ هٰذَا﴾ یعنی قرآن میں ﴿لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ﴾ ''کہا رسول (ﷺ) ہم پر گواہ ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہم تک پہنچایا اور ہم لوگوں پر گواہ ہیں جس نے دنیا میں ہماری تصدیق کی ہم آخرت میں اس کی تصدیق کریں گے اور جس نے دنیا میں ہماری تکذیب کی ہم آخر میں اس کی تکذیب کریں گے۔ (١٩٠/١)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوْا

الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ﴾ (٢٤/ النور:٥٥) ''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے اہل ایمان اور نیک اعمال کرنے والوں سے وعدہ کررکھا ہے کہ وہ زمین میں تمہیں خلیفہ بنائے گا جیسے تم سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔'' کہا: اس سے مراد ائمہ ہیں۔

میں کہتا ہوں: ان میں سے علی (رضی اللہ عنہ) کے علاوہ تو اللہ تعالیٰ نے کسی کو خلافت عطا نہیں کی پھر یہ کیسا تضاد ہے۔

ائمہ اللہ کا نور ہیں

اس عنوان کے تحت باب قائم ہے (ائمہ اللہ کا نور ہیں) اور پھر روایات ذکر کی گئی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

ابوجعفر (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا﴾ (٦٤/ التغابن:٨) ''اللہ تعالیٰ اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے۔'' کہا: اللہ کی قسم! نور سے مراد آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ائمہ کا نور ہے جو قیامت تک کے لیے ہے۔ اللہ کی قسم! ائمہ اللہ کا نور ہیں جو اس نے نازل کیا اور وہ زمین و آسمان میں اللہ کا نور ہیں۔ (١٩٤/١)

ان سے ہی روایت ہے۔ ﴿وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ﴾ (٥٧/ الحدید:٢٨) ''کہا اس سے مراد امام ہے تاکہ تم اس کی اقتدا کرو۔'' (١٩٥/١)

ان سے ہی روایت ہے: ﴿یَسْعٰی نُوْرُھُمْ بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ﴾ (٥٧/ الحدید:١٢) ''ان کا نور ان کے آگے اور دائیں چلتا ہوگا۔'' کہا: اس سے مراد ائمہ ہیں جو مومنوں کے آگے اور دائیں چلتے ہوں گے حتی کہ انہیں جنت میں پہنچا دیں گے۔ (١٩٥/١) میں کہتا ہوں: مجھے علم نہیں کہ ائمہ مومنین کے دائیں طرف کیسے چلے گیں؟

ہمارے پاس مزید (انعامات) ہیں

ابوعبداللہ (علیہ السلام) علی بن موسیٰ الرضا (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ: ﴿وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ ھُمْ یَھْتَدُوْنَ﴾ (١٦/ النحل:١٦) کہا: نجم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور علامات

ائمہ ہیں (۱/ ۲۰۶۔۲۰۷)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ﴾ (۱۰/ یونس: ۱۰۱) کہا: آیات سے مراد ائمہ اور نذر سے مراد انبیا ہیں۔ (۱/ ۲۰۷)

ابوجعفر (علیہ السلام) ﴿کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کُلِّهَا﴾ (۵۴/ القمر: ۴۲) کہا: یعنی تمام اولیا کو جھٹلانا مراد ہے۔ (۱/ ۲۰۷) میں کہتا ہوں اگر پوری آیت کریمہ دیکھی جائے تو اس طرح ہے: ﴿وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ (۵۴/ القمر: ۴۲) سوال یہ ہے کہ وہ کون سے اولیا ہیں جن کی تکذیب آل فرعون نے کی ہے۔ ان سے ہی روایت ہے: ﴿عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ﴾ (۷۸/ النباء: ۲) کہا: یہ امیر المومنین کے متعلق ہے پھر کہا: اللہ کی کوئی آیت مجھ سے بڑی نہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی کوئی خبر مجھ سے بڑی ہے۔ (۱/ ۲۰۷)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا﴾ (۸۷ / الاعلیٰ: ۱۶) ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ کہا: اس سے مراد ائمہ کی ولایت یعنی ان کے خلفا اور پھر ﴿وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی﴾ کہا: اس سے مراد امیر المومنین کی ولایت ہے۔ (۱/ ۴۱۸)

پڑھو اور تعجب کرو

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا﴾ (۳۰/ الروم: ۳۰) ''اپنا چہرہ یک طرفہ دین کی طرف متوجہ رکھیے۔'' کہا اس سے مراد ولایت ہے۔ (۱/ ۴۱۹)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ﴾ (۲۱/ الانبیآء: ۴۷)

''کہ ہم قیامت والے دن انصاف والا ترازو لگائیں گے۔'' کہا اس سے مراد انبیا اور اوصیا ہیں۔ (۱/ ۴۱۹)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ﴾ (۱۷/ بنی اسرآءیل: ۹) ''اس قرآن کے علاوہ کوئی قرآن لاؤ اسے تبدیل کرو۔'' (یہ کفار کا مطالبہ تھا) کہا: اسے علی (علیہ السلام) سے بدل دو۔ (۱/ ۴۱۹)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے ﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ﴾ (۱۷/ بنی اسرآءیل: ۹)

"یہ قرآن سیدھے ترین رستہ کی راہنمائی کرتا ہے۔" کہا: یعنی امام کی طرف ہدایت کرتا ہے۔(۲۱۶/۱)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ كُفْرًا﴾ (١٤/ ابراهيم:٢٨) "کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل دیا (ناشکری کی) کیا یہ قریش کی بات ہے کہ جنہوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دشمنی کی اور انہوں نے آپ کے وحی اور اس کی وصیت کا انکار کیا۔(۲۱۷/۱) (فارسی حکومت کا خاتمہ کر دیا، کسریٰ کے خواب چکنا چور کر دیے، مجوسی آتش کدوں کی آگ بجھا ڈالی اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنالیا)

علی مؤمنوں کے سب سے زیادہ حق دار ہیں

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ وہ ایک حکایت بیان کرر ہے تھے کہ ایک سائل علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جبکہ اس وقت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی بقید حیات تھے اس آدمی نے دیکھا کہ (علی) نماز پڑھ رہے ہیں اور رکوع کی حالت میں ہیں اس نے کہا: اسلام علیك یا ولی الله أولیٰ بالمؤمنین من انفسم (اے اللہ کے ولی! اور مومنوں کے سب سے زیادہ حق دار) اس مسکین پر کچھ صدقہ کیجئے۔(۲۸۹/۱)

عجیب وغریب مصیبت

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: ہم اللہ کی حجت (دلیل) ہیں ہم اللہ کا دروازہ ہیں۔ ہم اللہ کی زبان ہیں (کیا اللہ کی زبان ہے؟) ہم اللہ کا چہرہ ہیں، ہم اللہ کی مخلوق ہیں اللہ کی آنکھ ہیں اور ہم اللہ کے بندوں میں اللہ کی طرف سے حکمران ہیں۔(۱۴۵/۱)

امیر المؤمنین (علیہ السلام) کہتے ہیں۔ میں اللہ کی آنکھ ہوں میں اللہ کا ہاتھ ہوں میں اللہ کا دروازہ ہوں۔ (حوالہ سابقہ)

کیا آپ کو علم ہے کہ توحید کو کیسے شرک میں تبدیل کیا گیا

ابوعبداللہ (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں: ﴿وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا﴾

''اللہ کے پیارے پیارے نام ہیں ان کے ذریعے اس کو پکارو۔'' کہا: اللہ کی قسم! ہم اللہ کے پیارے نام ہیں جن کے بغیر اللہ تعالیٰ بندوں کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔ فقط ہماری معرفت کے ذریعے ہی نیک اعمال قبول ہوتے ہیں۔ (۱/۱۴۳ـ۱۴۴)

علی اور ائمہ کی فضیلت ان کے ہاں رسول اللہ (ﷺ) کی طرح ہے اور اس بات کا اقرار نہ کرنے والا مشرک ہے اور یہ کہ جو کچھ علی (رضی اللہ عنہ) کو دیا گیا وہ کائنات میں کسی کو نہ مل سکا۔ ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ ''جو علی لے کر آئے اس پر عمل واجب ہے۔ جس چیز سے انہوں نے منع کیا اس سے باز رہنا ہے۔ ان کی فضیلت محمد (ﷺ) کی طرح ہے۔ ان کے احکام کو نہ ماننے والا درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کے فرامین کو رد کر رہا ہے۔ ان کی چھوٹی چھوٹی بات کا انکار اللہ کے ساتھ شرک کے برابر ہے۔ امیر المؤمنین اللہ کی طرف وہ دروازہ ہیں جس کے بغیر اللہ تک پہنچنا ناممکن ہے۔ ان کے راستے کے بغیر چلنے والا ہلاک ہو گیا۔ یہ ہدایت پھر ائمہ میں ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں ارکان بنایا ہے اور ان کو زمین کی تہوں کے نیچے کی مخلوقات کے لیے دلیل بنایا ہے۔ امیر المؤمنین اکثر کہا کرتے تھے۔ میں اللہ کی طرف سے جنت اور جہنم کے درمیان تقسیم کا ذمہ دار ہوں میں صاحب عصا (ڈنڈا) ہوں میں فاروق اکبر ہوں، تمام ملائکہ، روح (جبرائیل) اور تمام انبیا نے میری فضیلت ولایت کا اسی طرح اقرار کیا جس طرح محمد (ﷺ) کا کیا ہے۔ میں نے بھی ان کی طرح حمولۃ الرب (اللہ کی طرف سے ذمہ داری) اٹھائی ہے۔ (تعجب ہے اس کا مطلب کیا ہے؟) میرا دعویٰ بھی رسول اللہ (ﷺ) کے دعویٰ کی طرح ہے۔ میں ان کی ہی بولی بولتا ہوں مجھے ایسے خصائل وفضائل عطا ہوئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو بھی عطا نہیں ہوئے، مجھے تمام آزمائشوں اور مصائب کا علم دیا گیا ہے۔ (رسول اللہ (ﷺ) سے بھی افضل ہونے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے) مجھے حسب ونسب اور فصل الخطاب عطا ہوا جو کچھ پہلے ہوا اس سے میں بے خبر نہیں اور جو چیز مجھ سے دور ہے وہ میری نظروں سے غائب نہیں۔'' (۱/۱۹۶ـ۱۹۷)

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں دنیا میں بار بار آنے والا ہوں میں دنیا کی دولت ہوں اور میں صاحب عصا اور اس جانور والا ہوں جو لوگوں سے باتیں کرے گا۔ (۱/۱۹۸)

کیا کوئی مسلمان امیر المؤمنین علی (رضی اللہ عنہ) کو اس جانور سے منسوب کر سکتا ہے؟

یہی تو اللہ ہے۔۔۔۔۔۔؟

رضا (علیہ السلام) سے روایت ہے دنیا میں کون ہے جو امام کی معرفت حاصل کر سکے اور اسے پہچان سکے۔ہائے افسوس، ہائے افسوس، عقلیں جواب دے گئیں، شعور نے کام چھوڑ دیا عقلمند ہوش وخرد سے عاری ہو گئے، آنکھیں ناکام ہو گئیں (میں کہتا ہوں یہ تو اللہ تعالیٰ کے متعلق ہے)﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارُ﴾ ''کہ نظریں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں وہ نظروں کا احاطہ کرتا ہے۔'' حکما حیران ہیں، صاحب خرد پریشان ہیں، خطیب عاجز آ گئے، عقلمند حواس باختہ ہوئے صاحب عظمت ذلیل ہو گئے، ادیب عاجز آ گئے، فصیح بلیغ اس کی شان بیان کرتے ساکت ہو گئے۔ (میں کہتا ہوں یہ شان تو اللہ تعالیٰ کی ہے) وہ اس کے فضائل بیان نہ کر سکے اور انہوں عاجزی اور کم مائیگی کا اظہار کر دیا۔ (میں کہتا ہوں یہ تو رب العالمین کی شان ہے۔رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:((لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ)) ''میں تیری پوری تعریف نہیں کر سکتا تو اسی طرح جس طرح تو نے اپنی تعریف بیان کی۔'' پھر کہتا ہے اور اس کی مکمل تعریف کیسے کی جا سکتی ہے؟ اور اس کے اوصاف کیسے بیان کیے جا سکتے ہیں اور اس کا حکم کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟ (میں کہتا ہوں یہ تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ اس طرح کا کوئی نہیں) کون ہے جو ان کے قائم مقام ہو۔اور کون ہے جو ان کی جگہ کافی ہو سکے۔ان کے لیے کیفیتیں اور کہاں کا تصور نہیں ہے (میں کہتا ہوں کیفیت کے مجہول ہونے کا تصور تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق (والکیف مجہول)۔ وہ لوگوں سے ستارے کی مانند بلند ہے (میں کہتا ہوں علی رضی اللہ عنہ یا پھر رب اعلی) ایسا اختیار کہاں ہوگا اور اس کو سمجھنے کی عقل میں طاقت کہاں؟ اس کی مثل کہاں ہے۔ (۲۰۱/۱)

میں کہتا ہوں یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ان صفات کا حامل نہیں ہے کیونکہ اس کا فرمان:﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (۴۲/ الشوریٰ:۱۱) ''اس کی مثل کوئی نہیں اور وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔''

ضروری تنبیہ: میں جب یہ کتاب پڑھ رہا تھا تو میری نظر مذکورہ پیرے کی چند سطور پر

پڑی جبکہ شروع سے میں نے اس کو نہیں پڑھا تھا تو میں نے سوچا کہ یہ سطور اللہ تعالیٰ کے متعلق لکھی گئی ہیں مگر جب میں نے پیرے کے شروع میں دیکھا تو یہ امام کے اوصاف پر مبنی تھیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور امام کی صفات کو اکثر خلط ملط کرتے رہتے ہیں۔

ائمہ اللہ کی ذات سے پیدا ہوئے ہیں

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: اللہ نے ہمیں علّیین سے پیدا کیا اور ہماری روحوں کو اس سے بھی بلند مقام سے پیدا کیا (میں کہتا ہوں علّیین سے اوپر خود پروردگار عالم ہے) اور ہمارے شیعہ پیروکاروں کی روحیں علّیین سے اور ان کے بدن اس سے کم درجہ مقام سے پیدا کیے ہیں اس لیے ہمارے اور ان کے درمیان قرابت ہے اور ان کے دل ہماری طرف جھکے ہوئے ہیں۔ (۱/ ۳۹۸)

ان سے ہی روایت ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نور سے پیدا کیا ہے (میں کہتا ہوں نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ کا نور مخلوق کیسے ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ اس الزام سے بلند اور بری ہے) پھر کہا: ہماری تخلیق اور ہماری صورتیں عرش بریں کے نیچے سے لی گئی مٹی سے بنائیں۔ پھر اس نے وہ نور اس مٹی میں ڈالا۔ ہم تخلیق کے اعتبار سے دو نوروں والے بشر ہیں، یہ فضیلت ہمارے علاوہ کسی کے حصہ میں نہیں آئی پھر شیعہ کی روحیں ہماری مٹی سے بنائی ہیں جبکہ ان کے بدن اس مٹی سے نیچے درجے والی مٹی سے بنائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے علاوہ کسی کو یہ فضیلت عطا نہیں کی سوائے انبیا کے (میں کہتا ہوں اس باطل قول کے مطابق انبیا کی فضیلت ائمہ سے کم ہے) اس لیے ہم اور وہ ایک طرف ہوں گے اور باقی رزیل لوگ آگ کے لیے ہیں اور آگ کی طرف جائیں گے۔ (۱/ ۳۸۹)

میں کہتا ہوں: بے چارے عام لوگوں کا کیا گناہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح ہیچ (ذلیل ورزیل) پیدا کیا ہے اور ائمہ کی کیا فضیلت ہے جو وہ اس طرح پیدا ہوئے ہیں؟

فرشتوں، جنوں اور ائمہ کے ساتھ ان کے تعلق کی جھوٹی کہانیاں

فرشتوں کے متعلق: ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اے حسین! اور انہوں نے اپنا ہاتھ چمڑے کے تکیے پر مارا جو گھر میں تھا کہا اس پر اکثر فرشتے ٹیک لگاتے ہیں

اور بعض دفعہ ہم نے اس پر سے فرشتوں کے بال بھی پکڑے ہیں۔ (۱/۳۹۳)

علی بن حسین (علیہ السلام) کو کسی نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں سے کچھ تلاش کر رہے ہیں اور کچھ اٹھا رہے ہیں۔ دیکھنے والے نے پوچھا، تو جواب دیا: فرشتوں کے پر اور بال اکھٹے کر رہا ہوں تا کہ ہم اپنی اولاد کے لیے طاف (سردی سے بچاؤ کا کپڑا) تیار کریں گے۔ وہ شخص کہتا ہے میں نے کہا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا فرشتے آپ کی پاس آتے ہیں۔ انہوں نے کہا وہ تو ہمارے تکیے پر رش کیے رکھتے ہیں۔ (۱/۳۹۴)

ابوالحسن (علیہ السلام) کہتے۔ جب بھی کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ کا حکم لے کر نازل ہوتا ہے تو وہ سب سے پہلے امام کے پاس آتا ہے اور اس پر حکم پیش کرتا ہے سارے فرشتے امام کے پاس ہی حاضر ہوتے ہیں۔ (حوالہ سابقہ)

جنوں کے متعلق

سعد اسکاف کہتے ہیں: میں ابو جعفر (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا مگر جب میں ان کے گھر کے پاس پہنچا تو دروازے کے پاس اونٹ صفوں کی شکل میں باندھے تھے اور گھر کے اندر سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد چند لوگ نکلے جن کے سروں پر بڑی بڑی پگڑیاں تھیں۔ میں ابو جعفر (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں آج مجھے کچھ دیر ہو گئی جس کی وجہ یہ تھی میں نے چند لوگوں کو دیکھا جنہوں نے سروں پر پگڑیاں باندھ رکھی تھیں مگر میں انہیں پہچانتا نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا: اے سعد! کیا تجھے علم ہے وہ کون لوگ تھے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے فرمایا: یہ تمہارے جن بھائی تھے جو ہمارے پاس دین سیکھنے آتے ہیں۔ حلال وحرام اور مسائل دین کے بارے علم حاصل کرنے آتے ہیں۔ (۱/۳۹۵)

(سوال یہ ہے کہ کیا جن اونٹوں پر آتے ہیں دراصل جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ مترجم)

سدیر الصیرفی کہتے ہیں۔ مجھے ابو جعفر (علیہ السلام) نے مدینہ کے متعلق ایک کام کی وصیت کی جب میں روحاء کے میدان میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے کپڑے تہہ کر رہا ہے۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس نے مجھے ایک کتاب دی جو تازہ لکھی ہوئی تھی اس پر تیرے باپ

جعفر (علیہ السلام) کی مہر بھی لگی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا: مؤلف نے یہ کتاب تمہیں کب دی؟ اس نے کہا ایک گھنٹہ یا ایک گھڑی قبل۔ پھر میں نے اچانک دیکھا کہ میرے پاس کوئی بھی نہیں ہے پھر ابوجعفر آئے۔ میں نے ان سے کہا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں یہ کتاب آپ کی لکھی ہوئی ہے جو مجھے کسی نے دی ہے، یہ تازہ ترین ہے؟ انہوں نے فرمایا: اے سدیر! کچھ جن ہمارے خدمت گزار ہیں۔ جب ہم نے کوئی کام جلدی کروانا ہو تو ان کے ذریعے کرواتے ہیں۔ (حوالہ سابقہ)

میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان (علیہ السلام) کی دعا قبول کی تھی کہ: ﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (۳۸/ ص:۳۵)

اس آیت کریمہ میں دعا یہ ہے کہ اے اللہ! مجھے بخش دے اور دوسری میرے بعد کسی کو ایسی سلطنت نصیب نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے جنات اور ہوا کو مسخر کر دیا یہ ان کی خصوصیات میں شامل ہے کہ ایسی حکومت نہ ہی تو ان سے پہلے کسی کے پاس تھی اور نہ ہی ان کے بعد کسی کو ملی ہے۔

ایک روایت میں کلینی نے بیان کیا ہے کسی نے رضا کو دیکھا کہ وہ کسی سے سرگوشی کر رہے ہیں مگر وہاں کوئی نظر نہیں آ رہا پھر کہا: وہ جن تھا جس کا نام عامر زہرانی تھا۔ (۱/۳۹۵)

ابوجعفر (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: امیر المؤمنین (علیہ السلام) منبر پر تھے اچانک مسجد کے دروازے سے ایک بہت بڑا سانپ داخل ہوا۔ لوگوں نے اس کو مارنا چاہا مگر امیر المؤمنین نے ان کو منع کر دیا سانپ منبر کے پاس آ کر بیٹھ گیا اور آگے بڑھ کر امیر المؤمنین (علیہ السلام) کو سلام کیا مگر امیر المؤمنین نے اشارہ کیا رک جاؤ تا کہ وہ خطبہ سے فارغ ہو جائیں۔ جب وہ خطبہ سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے پوچھا تو کون ہے؟ سانپ نے کہا میں عمرو بن عثمان ہوں اور آپ کی طرف سے جنوں پر خلیفہ ہوں، میرا باپ مر چکا ہے اور اس نے مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی وصیت کی تھی تا کہ آپ کی آراء جان سکوں۔ امیر المؤمنین میں حاضر ہوں میرے متعلق کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، جاؤ ہم نے تجھے تیرے باپ کے مقام پر فائز کر دیا ہے اور فرمایا: تم میرے جنوں پر خلیفہ ہو، اس کا نام عمرو تھا۔ اس نے امیر المؤمنین کو الوداع کہا اور چلا گیا۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر

قربان ہوں۔ یہ عمرو تھا اور اپنا واجب پورا کرنے آیا تھا تو انہوں نے کہا: ہاں ایسے ہی ہے۔(۳۹۶/۱)

امام کی علامات

یہ بعض علامات ہیں جو فقط وہم اور خیال میں ہی ممکن ہیں اور بعض وہ ہیں جو ہر امام میں نہیں پائی جاتی ہیں جنہیں شیعہ کے معروف مصنف الکلینی نے ذکر کیا ہے۔

ابوالحسن رضا (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: امام کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ وہ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑا ہو، وہ سالار قافلہ بن کر چلے اور کہے فلاں نے کس کے لیے وصیت کی؟ اسے کہا جائے فلاں اور اسلحہ ہمارے لیے ایسے ہی ہے جیسے بنی اسرائیل کے ہاں تابوت تھا۔ وہ جہاں ہوگا امامت وہاں ہوگی۔(۲۸۴/۱)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اس کے لیے وصیت قطعاً ظاہر ہو اس طرح کہ جب وہ مدینہ آئے تو عوام الناس اور بچے پوچھیں کس کے لیے وصیت ہے۔ تو سب کہیں فلاں بن فلاں کے لیے ہے۔(حوالہ سابقہ)

میں کہتا ہوں: علی، حسین، الکاظمی اور حسن عسکری اپنے بہن بھائیوں میں بڑے نہ تھے۔ یہ جو اسلحہ کی بات ہے اس کے متعلق مجھے علم نہیں کہ پھر اس اسلحہ کا کیا فائدہ جو مغلوب کے پاس ہے اور ایک دن بھی کام نہیں آیا کیا اللہ تعالیٰ نے اسلحہ زیور بنایا ہے یا قتل وقتال کا آلہ؟ اس اسلحہ کا کیا فائدہ جو استعمال ہی نہ ہو۔

اپنی ظاہر وصیت کی بات جسے عوام اور بچے جان لیں تو یہ وصیت کہاں پائی گئی۔ کہاں پہچانی گئی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ کتاب میں بعض مقامات پر اس کے خلاف بھی کلام موجود ہے جیسا کہ اکثر لوگ نہیں پہچانتے بلکہ بعض حالات میں وہ خود بھی اپنے آپ کو نہیں پہچانتا وغیرہ۔

ان خیالی شروط میں سے یہ بھی ہے کہ ابوالحسن (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں وہ کل کی تمام خبریں بتلائے (آنے والا کل) ہر انسان کی زبان جانتا ہو۔ کسی انسان اور پرندے وجانور کی زبان اس سے مخفی نہ ہو جس میں یہ شروط نہیں ہیں وہ امام نہیں ہے۔(۲۸۵/۱)

میں کہتا ہوں ایسا کوئی امام نہیں ہے۔

امام مردوں کو زندہ کرتا ہے

ابوبصیر بیان کرتے ہیں: میں ابوعبداللہ (علیہ السلام) کے پاس گیا اور عرض کی کیا آپ مردہ کو زندہ کر سکتے ہیں؟ اندھے، بہرے اور پھلبہری والے کو شفایاب کر سکتے ہیں انہوں نے کہا: ہاں اللہ کے حکم سے۔ (۱/۴۸۰)

ایک روایت یوں ہے: اللہ کا ایک نیک بندہ منیٰ میں ایک عورت کے پاس سے گزرا، جو رو رہی تھی اس کے بچے بھی اس کے پاس رو رہے تھے، وجہ یہ تھی کہ ان کی ایک گائے مرگئی تھی۔ اچانک اس عورت نے دیکھا کہ گائے سیدھی کھڑی ہوگئی اور اپنا پاؤں زمین پر مار کر آواز نکالنے لگی۔ جب اس عورت نے گائے کی طرف دیکھا تو چیخ چیخ کر کہنے لگی یہ عیسیٰ بن مریم ہے، رب کعبہ کی قسم! یہ عیسیٰ بن مریم ہے، جب اس نیک آدمی نے سنا تو عام لوگوں میں شامل ہو کر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ (۱/۴۸۴ دیکھئے ۱/۴۵۷ میں ہے کہ یہ علی رضی اللہ عنہ تھے)

امام جنت کی ضمانت دیتا ہے

ابوبصیر ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے بیان کرتے ہیں: اے محمد میرے قریب ہو جاؤ۔ انہوں نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ میں نے آسمان، زمین، سورج، چاند اور زمین پر تمام گھر دیکھے پھر کہا کیا تو ایسا ہی رہنا پسند کرتا ہے کہ قیامت تک کے تمام احوال کا تجھے علم ہو اور لوگوں پر جو ہے وہ تجھ پر بھی ہو اور قیامت کو جوان کی حالت ہو وہ تیری بھی ہو یا پھر تو یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن تیرے لیے خالص جنت ہو۔ اگر جنت چاہتا ہے تو تجھے پہلے مقام پر واپس آنا ہوگا۔ میں نے کہا میں پہلے مقام پر واپس آنا چاہتا ہوں، انہوں نے دوبارہ میری آنکھوں پر ہاتھ رکھا اور میں واپس اپنے مقام پر آگیا۔ (۱/۴۷۰)

ابوبصیر کہتے ہیں۔ میرا ایک پڑوسی تھا جو بادشاہ کے دربار میں آتا جاتا تھا۔ اس نے بادشاہ سے کچھ مال حاصل کیا۔ اس نے ایک قحبہ خانہ بنایا۔ لوگ اس کے پاس جمع ہوتے۔ وہ شراب پیتا اور رنگ رلیاں مناتا۔ میں ابوعبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے متعلق خبر دی۔ انہوں نے کہا: میں جب کوفہ سے واپس آیا تو تیرے پاس آؤں گا مگر تم اسے جا کر کہو جعفر بن محمد کہتے ہیں تم یہ سب کچھ چھوڑ دو میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

پھر طویل قصہ ہے کہ اس نے توبہ کر لی اور مر گیا۔ پھر ابو عبداللہ ابو بصیر کو حج میں ملے۔ ابھی ابو بصیر نے اس آدمی کے متعلق کچھ بھی نہ بتلایا تھا کہ انہوں نے کہا: اے ابو بصیر! ہم نے اس شخص کو پورا پورا بدلہ دے دیا۔ (۱/۴۷۴)

مالک الملک

آپ اس کتاب کے باب (إن الأرض كلها للإمام) تمام کی تمام زمین امام کے لیے ہے کے تحت پڑھ سکتے ہیں کہ یہ تمام کی تمام زمین امام کے لیے ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب امام کا ہے اور ہر مرد عورت پر لازم ہے کہ وہ امام کو جزیہ (ٹیکس) ادا کرے۔

امام پر اللہ تعالیٰ یا کسی اور کا کوئی حق نہیں ہے

بلکہ روایت میں ہے کہ جو کچھ آخرت میں ہے سب کا سب امام کا ہے۔ مثلاً:

ابو بصیر ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے بیان کرتے ہیں کہتے ہیں میں نے ان سے پوچھا: کیا امام پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے؟ انہوں نے فرمایا: تو نے ایسی چیز کے متعلق پوچھا ہے جو ناممکن ہے کیا تجھے علم نہیں کہ دنیا و آخرت تمام کی تمام امام کی ملکیت ہے وہ جہاں چاہے استعمال کر سکتا ہے۔ جسے چاہے دے سکتا ہے، یہ سب کچھ اس کے لیے جائز ہے۔ امام پہ کوئی ایسی بات نہیں آتی جب اس کی گردن پر کسی کا حق ہو۔ (۱/۴۰۹)

میں کہتا ہوں تعجب کی بات ہے، شیعہ یہ دعویٰ کرنے کے بعد کس طرح اس آیت کریمہ سے دلیل لیتے ہیں: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾ (۵/ المائدة:۵۵) (اس میں زکوٰۃ ادا کرنے کی دلیل ہے) اور پھر کہتے ہیں امام زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا۔

امام اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت ایک ہی طرح واجب ہے

ابو عبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: اطاعت کے مسئلہ میں انبیا، رسول اور ائمہ ایک ہی طرح ہیں۔ (۱/۱۸۶)

میں کہتا ہوں قرآن مجید اوّل تا آخر اس بات کا انکار کرتا ہے۔

امام کا حمل اور ولادت

اسحاق بن جعفر روایت کرتے ہیں، میں نے اپنے باپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے: جب ائمہ کی ماؤں کو ائمہ کا حمل ہوتا ہے...... (اس میں ہے) اگر رات کا وقت ہو اور ولادت کا مرحلہ آئے تو اس کے گھر میں ایسی روشنی اور نور پھیل جاتا ہے جسے فقط وہی دیکھ سکتی ہے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا یا پھر امام کا باپ ہی دیکھ سکتا ہے۔ جب اسے ماں جنم دیتی ہے وہ زمین پر بیٹھا ہوتا ہے۔ وہ آلتی پالتی مار کر بیٹھا ہوتا ہے مگر فوراً ہی قبلہ کی طرف گھوم جاتا ہے۔ پھر تین دفعہ چھینکتا ہے اور شہادت کی انگلی اوپر کر کے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتا ہے۔ وہ خوش ہوتا ہے اور پہلے سے ہی اس کا ختنہ ہوا ہوتا ہے۔ اوپر اور نیچے والے چار دانت بھی ہوتے ہیں اور وہ ہنس رہا ہوتا ہے اس کے سامنے سونے کی طرح نور چمکتا ہے ایک دن اور ایک رات مسلسل اس کے ہاتھوں سے سونا پیدا ہوتا رہتا ہے۔ انبیا، رسل اور اوصیا اسی طرح ہی ہوتے ہیں (۱/ ۳۸۸) جبکہ ایک روایت میں ہے۔ جب وہ دعوت دین کا آغاز کرتا ہے تو ہر شہر میں ایک مینار بلند ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ تمام لوگوں کے اعمال دیکھتا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: جب وہ پیدا ہوتا ہے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں اس نے زمین پر رکھی ہوئی ہوتی ہیں اور بلند آواز سے شہادتین (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کا ورد کر رہا ہوتا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

نوٹ: اس کلمہ میں علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے شیعہ کو اپنی ہی دلیل پر غور کرنا چاہیے۔

امام ماں کی گود میں بھی کلام کرتا ہے

یعقوب سراج بیان کرتے ہیں: میں ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ ابوالحسن کے سرہانے کھڑے تھے جبکہ وہ پنگھوڑے میں تھے وہ کافی دیر تک اس کے ساتھ سرگوشی کرتے رہے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا: اپنے مولا کے پاس جا کر سلام کرو۔ میں پنگھوڑے کے قریب ہوا اور سلام کہا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب صحیح اور صاف زبان میں دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا: جاؤ اپنی اسی بیٹی کا نام تبدیل کر دو جس کا نام کل ہی تو نے رکھا ہے کیونکہ وہ نام اللہ کو پسند نہیں ہے، میری بیٹی پیدا ہوئی تھی جس کا نام میں

نے حمیراء رکھا تھا۔(۳۱۰/۱)

اختتامی روایت: امام کا پیشاب، پاخانہ، مسک خوشبو کی طرح ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: امام کی دس علامات ہیں۔

اس کا پیشاب، پاخانہ اور خارج ہونے والی ہوا مشک خوشبو کی طرح ہے۔ زمین اس کے لیے پردہ ہے۔(۳۸۸/۱)

مزید خرافات

یہ مزید خرافات اور جھوٹی کہانیاں اور خیالی قصے اور روایات ہیں جو ان بے عقل و بے شعور لوگوں نے بنائی ہیں اور ان کی سب سے معتبر کتاب میں موجود ہیں۔ مجھے تو تعجب ہے کہ ایک عقلمند انسان ایسی باتیں کیسے لکھ سکتا ہے ان کو پڑھیے اور سوچیے کہ کیا ادنیٰ سی عقل رکھنے والا آدمی بھی ان کی تصدیق کرسکتا ہے؟

نبی (ﷺ) نے وفات کے بعد علی (رضی اللہ عنہ) کو علم کے دس لاکھ باب سکھائے

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے علی سے فرمایا کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو غرس کنواں سے پانی کی چھ مشکیں لینا۔ مجھے نہلانا اور کفن دینا۔ پھر میرے کفن کا ایک کونہ پکڑ کر بیٹھ جانا پھر تمہارے دل میں جو سوال آئے پوچھنا تو میں تمہارا جواب دوں گا۔ (۱/۲۹۷)

ایک روایت میں ہے کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل دینا، کفن دینا، اور پھر مجھے اٹھا کر بٹھا دینا تم جو پوچھو گے میں بتاؤں گا اور تم لکھ لینا۔ (حوالہ سابقہ)

کامل تمار سے روایت ہے کہ انہوں نے ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے پوچھا: مجھے کسی نے بتایا ہے کہ نبی (ﷺ) نے علی (ﷺ) کو علم کا ایک ہزار باب اس دن سکھایا تھا جب وہ فوت ہو گئے تھے اور ہر باب سے ہزار ہزار باب کھلتے ہیں۔ اور یہ دس لاکھ ابواب ہوئے۔ ابو عبداللہ نے کہا: یقیناً ایسا ہی ہے۔ میں نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ کیا ان تمام ابواب کا آپ کے شیعہ اور دیگر تعلق داروں کو علم ہے؟ انہوں نے کہا: اے کامل! ایک دو ابواب کا ہی علم ہے۔ میں نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں ایک دو ابواب میں کیا بیان ہوگا؟ انہوں نے فرمایا: تم عنقریب ہمارے فضل و مرتبہ کے ابواب سنو گے ہر ہزار ابواب پہلے سے الگ ہوگا۔ (حوالہ سابقہ) (میں کہتا ہوں یہ باب زندگی میں کیوں نہ سکھائے)

فرشتے کے چوبیس (۲۴) چہرے

ابوالحسن (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف فرماتھے کہ ان کے پاس ایک فرشتہ آیا جس کے چوبیس چہرے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اے میرے محبوب جبرائیل! میں نے تجھے پہلے تو کبھی اس شکل میں نہیں دیکھا۔ اس نے کہا: میں جبرائیل نہیں ہوں (میں کہتا ہوں یہ بات عصمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے) مجھے تو اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھیجا ہے کہ میں نور کی شادی نور سے کروادوں۔ آپ نے پوچھا: کون نور؟ کہا فاطمہ کی علی سے۔ جب یہ فرشتہ واپس جانے کے لیے مڑا تو اس کے کندھوں کے درمیان لکھا تھا (محمد رسول اللہ علی وصیہ) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سے پوچھا: یہ عبارت کب سے تیرے کندھوں کے درمیان لکھی ہے؟ اس نے جواب دیا: آدم کی تخلیق سے بائیس ہزار سال قبل لکھی تھی۔ (۱/۴۶۰)

حسین (علیہ السلام) نے کسی عورت کا دودھ نہیں پیا

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے حسین نے فاطمہ یا کسی بھی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ ان کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لایا جاتا آپ اپنا انگوٹھا ان کے منہ میں رکھتے وہ انگوٹھے سے پیتے جوان کو دودن یا تین دن کے لیے کافی ہوتا۔ (۱/۴۴۸)

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوطالب کے پستان سے دودھ پیتے تھے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں جب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوئے تو کئی دن کسی عورت کا دودھ نہیں پیا پھر ابوطالب نے ان کو اپنے پستان سے پلایا کیوں کہ اللہ نے اس میں دودھ اتار دیا تھا۔ (۱/۴۶۱)

حسین پیدا ہونے سے پہلے ہی فقیہ تھے

محمد بن علی سے روایت ہے کہ حسین پیدا ہونے سے قبل ہی فقیہ تھے اور بولنے سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ (۱/۳۰۲)

حجر اسود ولایت کی گواہی دیتا ہے

ایک دن محمد بن حنفیہ کا علی بن حسین (علیہ السلام) کے ساتھ اختلاف ہوا کہ امامت کا حق دار

کون ہے ان دونوں نے حجر اسود کو حکم تسلیم کیا، حجر اسود میں اس قدر حرکت پیدا ہوئی کہ قریب تھا وہ اپنی جگہ سے ہٹ جاتا۔ پھر اس نے اللہ کے حکم سے واضح عربی زبان میں کلام کیا اور کہا:
اے اللہ! وصیت اور امامت حسین بن علی کے بعد علی بن حسین کا ہی حق ہے۔(۱/۳۴۸)

میں کہتا ہوں کہ قارئین آپ نے پہلے ایک روایت پڑھی ہے کہ امامت ایک ظاہر چیز ہے جسے بچے بھی پہچانتے ہیں تو یہ محمد بن علی جو کہ حسین کے بھائی ہیں سے کیسے خفی رہ گئی حتی کہ حجر اسود کو فیصل تسلیم کرنا پڑا۔

چھینک کی برکات

ابوعبداللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں: جس نے چھینک ماری پھر اپنا ہاتھ ناک کی نوک پر رکھا اور کہا (الحمدلله رب العالمين حمداً كثيراً كما هو أو صلى الله على محمد النبي وآله وسلم) اس کے ناک کی دائیں نالی سے ایک چھوٹا سا پرندہ نکلتا ہے جو ٹڈی سے چھوٹا اور مکھی سے بڑا ہوتا ہے حتی کہ اڑتا اڑتا اللہ کے عرش کے نیچے پہنچ جاتا ہے اور اس کے لیے قیامت تک بخشش طلب کرتا رہتا ہے۔(۲/۶۵۷)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں: جس نے چھینک ماری وہ سات دن تک مرنے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔(حوالہ سابقہ) ان سے ہی روایت ہے کہ جب کوئی آدمی بات کر رہا ہو اور چھینک مار دے تو وہ گواہ حق ہے۔(حوالہ سابقہ)

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ جس نے چھینک کے بعد کہا: (الحمدلله رب العالمين على كل حال) تو اسے کبھی کان اور ڈاڑھ کی تکلیف نہ ہوگی۔ بعض روایات میں ہے کہ اسے آنکھ اور ڈاڑھ کی تکلیف نہ ہوگی۔(۲/۶۵۶)

امام کے اشارے سے سونے کی ڈلیاں

ابوعبداللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں ہمارے پاس سونے کے خزانے ہیں۔ اگر تو چاہے تو میں اپنے ایک پاؤں کو حکم دوں کہ جو کچھ سونا تیرے اندر ہے اسے باہر نکال دے تو وہ نکال دے گا۔ پھر انہوں نے اپنے پاؤں سے زمین پر ایک لکیر کھینچی تو زمین ابلنے لگی پھر انہوں نے اپنے ہاتھ سے زمین کی طرف اشارہ کیا تو زمین سے سونے کی بڑی بڑی ڈلیاں باہر آ گئیں۔ یہ ڈلیاں

ایک دوسرے سے زیادہ چمکدار تھیں اور ان میں سے ایک بہت بڑی تھی۔ ہم میں سے کسی ایک نے عرض کیا۔ آپ کو یہ سب کچھ دیا گیا ہے جبکہ آپ کے شیعہ اس کے محتاج ہیں۔ انہوں نے فرمایا: اللہ ہمیں اور ہمارے شیعہ کو عنقریب دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں عطا کر کے جنت میں داخل کر دے گا اور ہمارے دشمنوں کو جہنم داخل کرے گا۔ (۱/۴۷۴، ۱/۴۹۱، ۱/۵۰۷)

صاحب الأقدام

روایت کرتے ہیں کہ میں شام میں ایک خاص جگہ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا۔ اس جگہ کا نام رأس الحسین ہے۔ میں ایک دن عبادت کر رہا تھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور کہا میرے ساتھ آؤ میں اس کے ساتھ ابھی چلا ہی تھا کہ ہم ایک مسجد میں تھے۔ اس نے کہا: کیا آپ کو پتہ ہے یہ مسجد کونسی ہے؟ میں نے کہا: ہاں یہ کوفہ کی مسجد ہے اس نے دو رکعت نماز پڑھی میں نے بھی پڑھی پھر اچانک ہم مکہ میں تھے اس نے نماز پڑھی میں نے بھی پڑھی پھر اچانک ہم اسی جگہ تھے جہاں شام میں تھے۔ یہ آدمی اچانک غائب ہو گیا۔ پھر اگلے سال بھی ایسا ہوا جب وہ جانے لگا تو میں نے پوچھا: آپ کو اللہ کی قسم! بتایئے آپ کون ہیں کیونکہ میں نے آپ سے وہ چیزیں دیکھی ہیں جو کسی سے نہیں دیکھی ہیں تو اس نے کہا: میں محمد بن علی بن موسیٰ ہوں۔ (۱/۴۹۲)

چوتھی فصل

شرک اور کفر کی تفسیر

یاد رکھیے تحریف کی دو قسمیں:

① لفظی تحریف ② معنوی تحریف

دونوں کے متعلق کتاب اللہ میں مذمت وارد ہوئی ہے اور یہ کہ تحریف یہودیوں کا فعل ہے یا پھر یہودیوں کی فطرت رکھنے والوں کا کام ہے جان بوجھ کر تحریف کرنے والا ملعون اور کافر ہے۔ آپ پہلے بھی بہت سی مثالیں دیکھ چکے ہیں کہ کتاب الکافی قائم ہی تحریف پر ہے یا تو لفظی تحریف ہے یا پھر معنوی تحریف ہے۔

یہ بات واضح اور معروف ہے کہ نبی کریم (ﷺ) جو کچھ اللہ تعالیٰ سے لے کر آئے اس میں سب سے اعظم اور بلند ایمان اور توحید ہے اور آپ نے جس چیز سے سب سے زیادہ ڈرایا وہ کفر اور شرک ہے۔ یہ بات بھی معروف ہے کہ ایمان اور توحید سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار یا اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ہے۔ کلینی کی بے ایمانی دیکھو کہ وہ کفر اور شرک، توحید اور ایمان کی کیسی تشریح کر رہا ہے جس کی تائید نہ ہی تو قرآنی زبان کرتی ہے اور نہ ہی شریعت میں یہ مفہوم موجود ہے وہ شریعت جسے محمد (ﷺ) اپنے پروردگار سے لے کر آئے ہیں (یہ شخص کلینی فقط فتنہ اور باطل تاویلات چاہتا ہے) اور اللہ تعالیٰ کے دین کو یہ بدبخت مسخ کرنا چاہتا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

علی بن موسیٰ (علیہ السلام) نے آیت کریمہ ﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ﴾ کے متعلق کہا: (جس نے علی کی ولایت میں شرک کیا ﴿مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ﴾ کہا: علی کی ولایت کی طرف۔ (۱/۴۲۴)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں: جس نے امام کی امامت میں کسی ایسے شخص کو شریک کیا جس کی امامت اللہ کی طرف سے نہیں تو درحقیقت اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔ (۱/۳۷۳)

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی کو اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان

ایک علامت بنایا ہے جس نے ان کو پہچانا وہ مؤمن ہے۔ جس نے انکار کیا وہ کافر ہے جو ان سے جاہل رہا وہ گمراہی کے رستے پر ہے جس نے ان کے ساتھ کسی اور کو شامل کیا وہ مشرک ہے۔ جس نے ان کی ولایت کا اقرار کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ (۱/ ۴۳۷)

میں کہتا ہوں یہ صفات اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں ہو سکتی ہیں۔

ان سے روایت ہے: علی (علیہ السلام) ایک دروازہ ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے کھولا ہے جو اس میں داخل ہوا وہ مؤمن ہے اور جو اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔ (حوالہ سابقہ)

ان سے ہی روایت کہ آیت کریمہ: ﴿فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَّمِنكُمْ مُّؤْمِنٌ﴾ کا مطلب اللہ نے ان لوگوں کو ان کا ایمان اور کفر ہماری ولایت کے ذریعے بتلایا اور سمجھایا ہے اس دن جب وہ ابھی آدم کی پشت میں تھے ابھی وہ اولاد تھے۔ (۱/ ۴۱۳)

ان سے ہی روایت کہ آیت کریمہ اس طرح تھی ﴿سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ٥ لِّلْكٰفِرِيْنَ (بولاية علی) لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ﴾ (۷۰/ المعارج: ۲۰) پھر کہا: اللہ کی قسم! جبرائیل یہ آیت ایسے ہی لے کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اترے ہیں۔ (۱/ ۴۲۲)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ یہ آیت اس طرح ہے: ﴿هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا (بولاية علی) قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ﴾ (اصل آیت، الحج: ۲۰)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: احکام کے باب میں علی (علیہ السلام) کی بات نہ ماننا ایسے ہی ہے جیسے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے اور ان کی کسی بھی چھوٹی یا بڑی بات کو رد کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔ امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ کی طرف ایک دروازہ ہیں۔ اللہ تک پہنچنے کے لیے اس دروازہ سے آنا لازم ہے اور جو ان کے راستے کے خلاف چلے گا وہ ہلاک ہوگا۔ (حوالہ سابقہ)

ان سے روایت ہے کہ: ﴿وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ (۳۹/ الزمر: ۶۵) "یقیناً آپ کی طرف بھی اور آپ سے پہلے (نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو بلاشبہ آپ کا عمل بھی ضائع ہو جائے گا۔"

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تو نے علی کی ولایت میں شرک کیا تو عمل ضائع ہو جائے گا۔ (۱/ ۴۲۷)

میں کہتا ہوں اگر یہ مطلب ہے تو اس کے بعد والی آیت کا ہم کیا مفہوم مراد لیں گے: ﴿بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ﴾ اور اس کے بعد والی آیت: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ کیا اختلاط ہے: ﴿سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

امیر المؤمنین (علیہ السلام) اس آیت کریمہ: ﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ﴾ (۳۱/ لقمٰن:۱۵) کے متعلق کہا: یہ وصیت کے متعلق ہے اور جن کی اطاعت کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ (۱/ ۴۲۸)

میں کہتا ہوں کیا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کے علاوہ کسی کی اطاعت کا حکم دیا ہے؟

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جس کسی نے اللہ تعالیٰ کا دین کسی صادق سے وصول نہ کیا تو اس نے زیادتی کی اور جس نے اس دروازے (علی) کے بغیر کہیں سے کچھ سنا تو اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا، یہ اللہ کے علم اور اس کے رازوں کی طرف ایک ہی دروازہ ہے جو کہ علی ہے۔ (۱/ ۳۷۷)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اللہ کا یہ فرمان: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا﴾ (۱۹/ مریم: ۷۳)

''جب اترا تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قریش کو بلایا کہ ہماری ولایت کا اقرار کرو مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ تو قریش کے کافروں میں سے بعض نے ایمان والوں کو کہا جو امیر المؤمنین اور ہماری ولایت کا اقرار کر چکے تھے۔ بتاؤ کون سا گروہ اچھے مقام پر ہے: ﴿قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا﴾ (۱۹/ مریم:۷۵)'' کہا جو بھی علی (علیہ السلام) کی ولایت پہ ایمان نہ لایا وہ گمراہی پر ہے اور جو ہماری ولادت پہ ایمان نہ لایا وہ انتہائی گمراہی پر ہے...... ﴿حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا﴾ اور کہا: ﴿حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ﴾ کیا وہ قائم کا نکلنا ہے اور یہ

قیامت ہے۔(۴۳۱/۱)

پھر کہا: اس کے آخر میں ہے:﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ﴾(۳۶/ یٰس:۱۱) کہا: اس سے مراد امیر المؤمنین ہیں۔

ذیل میں چند آیات اور ان کی تفسیر کا ایک جدول (نقشہ) بیان کرنا چاہوں گا۔جس میں ایک ایک کلمہ کے معانی بیان کیے گئے ہیں:

کلمہ (لفظ)	مطلب
① يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ	امیر المؤمنین کی ولایت کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں
② هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ	وہ ذات جس نے اپنے رسول کو وصی کی ولایت کے لیے بھیجا اور یہی دین حق ہے
③ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ	تا کہ قائم امام کے آنے سے اسے سب پر غالب کر دے
④ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ	یعنی قائم امام کی ولایت پوری کرے گا
⑤ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ	یعنی علی کی ولایت کا انکار

کہتے ہیں میں نے کہا کیا یہ آیت اس طرح اتری تھی جس طرح آپ بیان کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں جو اس طرح بیان کرے گا تو وہ تفسیر ہوگی اور جو اس کے علاوہ معانی بیان کرے گا تو وہ تأویل ہوگی۔

کلمہ (لفظ)	مطلب
① اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ	تیرے وصی کی ولایت
② وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ	علی کی ولایت میں (لکاذبون) جھوٹے ہیں
③ فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	سبیل سے مراد وصی ہے
④ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا	یعنی تیری رسالت پر

① نعوذ باللہ: کیا رسول اللہ (ﷺ) کی ذمہ داری یہ تھی؟ عقیدہ وایمان، صفات باری تعالیٰ

سب کچھ علی ہے۔(معاذ اللہ)

کلمہ (لفظ)	مطلب
① (وَ كَفَرُوْا)	تیرے وصی کی ولایت کا انکار
② (وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا)	یعنی علی کی ولایت کی طرف لوٹو
③ (لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ)	یعنی تیرے وصی پر ظلم کرنے والے
④ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى	جو علی کی ولایت سے منہ موڑے
⑤ اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ	صراط مستقیم علی (علیہ السلام) ہیں
⑥ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ	علی کی ولایت میں یہ قول ہے
⑦ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ	جو علی کے متعلق حکم تھا (تھوڑے ایمان لائے)

پھر کہا: اللہ نے قرآن اتارا اور فرمایا: علی کی ولایت اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ اور ﴿وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا "محمد" بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾ کہ اگر محمد ہمارے متعلق کوئی بات اپنی طرف سے کریں تو ہم دائیں ہاتھ سے پکڑیں گے اور ان کی شہ رگ کاٹ دیں گے۔ پھر معطوف بیان کیا کہ ولایت علی مومنوں کے لیے نعمت ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کچھ جھٹلاتے ہیں۔ علی کافروں کے لیے حسرت کا باعث ہیں۔ اوران کی ولایت حق الیقین ہے۔ ﴿فَسَبِّحْ (يا محمد) بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ اے! محمد اپنے عظیم رب کی تسبیح بیان کریں ﴿لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ﴾ کہا ہدایت سے مراد ولایت ہے۔ ہم اپنے مولیٰ پر ایمان لائے پس جو کوئی اس کے مولا پر ایمان لایا تو ﴿فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا﴾ میں نے کہا: اسی طرح نازل ہوئی؟ کہا: نہیں تاویل ہے۔[1]

---

[1] یادر ہے اس طرح ﴿فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا﴾ (۷۲/ الجن: ۱۳) کہا يُؤْمِنْ بِرَبِّهٖ (رب پر ایمان لایا) کا مطلب علی کی ولایت پر ایمان لانا ہے؟ اور کیا علی نعوذ باللہ رب ہیں؟ کیا قرآن کے ساتھ یہ مذاق جائز ہے۔

پھر کہا: آیت اس طرح تھی: ﴿قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ (ان عصیته) اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِسٰلٰتِہٖ (فی علی)﴾ کتاب اللہ کے ساتھ مذاق اور استہزاء دیکھئے۔

میں نے کہا: کیا یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں پھر مزید تاکید کے طور پر کہا۔ یہ آیت اس طرح ہے: ﴿وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (فی ولایة علی) فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَآ اَبَدًا﴾ میں نے کہا: ﴿فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ﴾ انہوں نے کہا: یقولون فیك (تیرے متعلق) ﴿وَاھْجُرْھُمْ ھَجْرًا جَمِیْلًا وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَھِّلْھُمْ قَلِیْلًا﴾ میں نے کہا: کیا یہ ایسے ہی نازل ہوئی؟ تو انہوں نے کہا: ہاں۔ [1]

کلمہ (لفظ)	مطلب
① لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ	اللہ رسول اور ان کا وصی حق ہے
② وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا	وہ وصی کی ولایت کے ساتھ ایمان میں زیادہ ہو گئے
③ وَّلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ	علی کی ولایت کے ساتھ
④ وَ مَا ھِیَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْبَشَرِ	علی کی ولایت کے ساتھ
⑤ اِنَّھَا لَاِحْدَی الْکُبَرِ	علی کی ولایت
⑥ لِمَنْ شَآءَ مِنْکُمْ اَنْ یَّتَقَدَّمَ اَوْ یَتَاَخَّرَ	جو ہماری ولایت کی طرف آیا جہنم سے دور ہو گیا اور جو ہماری ولایت سے دور ہوا وہ جہنم کے قریب ہو گیا۔
⑦ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ	اللہ کی قسم! یہ ہمارے شیعہ ہیں
⑧ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ	جس نے محمد کی وصیت اور اوصیا کو دوست نہ بنایا اور نہ ہی ان پر درود پڑھا

---

[1] دیکھئے کس طرح اپنی طرف سے آیات بنا بنا کر یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں۔

⑨ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ	جو ولایت سے منہ پھیرتے ہیں
⑩ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ	وصیت
⑪ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ	ولایت
⑫ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا	علی کی ولایت کے متعلق قرآن اتارا
⑬ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ	ہماری ولایت
⑭ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ	ولایت علی میں جو آپ کی طرف وصیت ہوئی

میں کہتا ہوں: ایسے محسوس ہوتا ہے اس شخص (مؤلف کافی) میں عقل نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ ان آیات اور ان کے مطالب کو غور سے پڑھو تو یقیناً ایسے لگے گا جیسے کوئی پاگل بکواس کر رہا ہو۔ اگر کسی جانور کو بھی زبان ملے تو وہ اس طرح کی اول فول نہیں بکے گا۔

اے اللہ! ہمیں عافیت عطا کرنے پر تیرا شکر ہے۔

پانچویں فصل

تقیہ

تقیہ کی فضیلت

ابوجعفر (علیہ السلام) کہتے ہیں: تقیہ میرا اور میرے آباواجداد کا دین ہے، جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں ہے۔ (۲/۲۱۹)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں۔ جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔ تقیہ نبیذ اور موزوں پر مسح کے علاوہ ہر چیز میں ہے۔ (۲/۲۱۷)

ان سے ہی روایت ہے کہ اللہ کی قسم! زمین پر تقیہ سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز عزیز نہیں ہے اے پیارے: جو تقیہ کرتا ہے اللہ اس کی قدر بلند کر دیتا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

میں کہتا ہوں: یہ تو اللہ تعالیٰ کے دین کو تبدیل کرنے والی بات ہے اور رب العالمین کے دین کو توڑنے اور مسخ کرنے والی بات ہے اگر ان لوگوں کی بات مان لی جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت اس دعوت کے بدلے میں مصائب و پریشانیاں اور ان پر صبر اور قربانیوں کا فلسفہ ہی ختم ہو کر رہ جائے گا۔ سلطان جائر (ظالم حکمران) کے سامنے کلمۂ حق کہنے کا پھر کیا مطلب ہوگا۔ سید الشہداء حمزہ (رضی اللہ عنہ) کی شہادت اور اس آدمی کی شہادت کا کیا حکم ہوگا جس نے ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہا اور اس نے اسے قتل کروایا۔ قرآن مجید تو پورے کا پورا گواہ ہے اسے افضل ترین جہاد قرار دیا ہے۔

نوٹ: قارئین شرعی طور پر اتنی اجازت تو ہے کہ جب انسان پر حالات اس قدر سخت ہو جائیں کہ وہ برداشت کی ہمت ہی نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کوئی بات فقط زبان سے کہہ کے جان چھڑا لے جبکہ اس کا دل ایمان و یقین اور حقیقت حال پر پختہ اور پر عزم ہو۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ بعض حالات میں واجب ہوتا ہے جیسا کہ اگر کسی بات کو جہری اور علی الاعلان بیان کرنے میں مسلمانوں کو نقصان اور ان کا استحصال ہو یا انہیں کئی لحاظ سے ضرر اور نقصان پہنچتا ہو وغیرہ۔ عام طور پر یہ مباح ہے اور اس پر کوئی ثواب وغیرہ نہیں ہے یہ امت سے حرج

اور تنگی ختم کرنے کے لیے ہے۔سوچنے کی بات ہے اس ایک استثنائی صورت کو ایک مستقل قاعدہ اور باعث ثواب کیسے بنالیا گیا۔یہ فقط ایک رخصت ہے۔

یہ صورت حال شرعی طور جائز اور مباح تقیہ کی ہے تو وہ تقیہ دین میں کیسے راہ پا سکتا ہے جو جھوٹ،فریب، دغابازی پر مشتمل ہے اور یہ لوگ غلط بیانی اور دجل وفریب کو تقیہ کا نام دیتے ہیں۔ان کے فلسفہ کے مطابق تو مطلب یہ ہوگا کہ نوے فی صددین دغابازی اور جھوٹ پر مبنی ہے(نعوذ باللہ) صاحب کتاب کی تشریح سے تو یہی ثابت ہوتا ہے۔

تقیہ کا دعویٰ اور بعض مثالیں

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ تقیہ کے باب میں اصحاب کہف کے تقیہ کو کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ وہ ان کے میلوں اور عرسوں میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دوہرا اجر عطا فرمایا۔(۲/ ۲۱۸)

میں کہتا ہوں یہ صاف جھوٹ اور غلط بیانی ہے۔قصہ اصحاب کہف سے ہمیں یہ بات سمجھ آئی ہے کہ اگر اہل حق کے پاس حالات کا مقابلہ کرنے کی قطعًا ہمت نہ ہو تو انہیں باطل سے الگ ہو جانا چاہیے۔فرمان الٰہی کا ترجمہ ہے "اور جب وہ ان سے الگ ہو گئے اور وہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرتے تھے اور انہوں نے ایک غار میں پناہ لے لی۔"(۱۸/ الکھف:۱٦)

اور وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔"اگر یہ لوگ تم پر غالب آ گئے تو تمہیں رجم (پتھر مار مار کر ہلاک) کردیں گے یا تمہیں اپنے دین پر واپس لے آئیں گے (اگر ایسا ہوا) تو تم کبھی کامیاب نہ ہوسکو گے۔"(۱۸/ الکھف: ۲/ ۲۱۸)

سوچیے اس میں کہاں ہے؟ دعوت کا کام کرنے والے یہ انداز اپناتے آئے ہیں کہ جب قوم نے ان کی بات کو رد کیا تو وہ قوم سے علیحدہ ہو گئے جیسا کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا تھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ ۖ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِيًّا﴾(۱۹/ مریم:۴۸) میں تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو سب کو چھوڑ رہا ہوں صرف اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگ کر محروم نہ رہوں گا۔

اور فرمان باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے: ''اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جائیں، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں اور اگر شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔''

اور یہ فرمان: ''اس نے تمہارے اوپر کتاب میں یہ (حکم) اتارا کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر اور مذاق ہوتا ہوا دیکھو تو ان کے ساتھ مت بیٹھو حتی کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔''

اور رسول کریم (ﷺ) کا ارشاد ہے: ''لوگوں کی ریس کرنے والے نہ بنو کہ اگر لوگ بھلائی کریں تو یہ بھلائی کرے۔ اگر لوگ برائی کرنے لگ جائیں تو یہ بھی برائی کرنے لگ جائے بلکہ جب لوگ نیکی کریں تو یہ نیکی کرے اور لوگ برائی کرنے لگ جائیں تو یہ ان سے الگ ہو جائے۔''

تقیہ پر عمل واجب ہے اگرچہ حق اس کے خلاف ہو

ابو عبیدہ ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت کرتے ہیں مجھے انہوں نے کہا: اے زیاد! تیرا خیال ہے اگر ہم کسی شخص کو تقیہ کی بنیاد پر فتویٰ دیں۔ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ زیادہ جانتے ہیں۔ انہوں نے کہا: فقط اسی فتویٰ پر عمل کرنا اس کے لیے بہتر اور اجر و ثواب کا باعث ہے اگر وہ تقیہ چھوڑ کر کہیں اور دیکھنے کی کوشش کرے گا تو وہ گناہ گار ہوگا۔ (۵۶/۱)

مرنے کو ترجیح دینا بھی تقیہ کے بغیر جائز نہیں ہے

ابو عبداللہ علیہ السلام نے کہا: تمہیں مجبور کیا جائے کہ مجھے گالی دو تو دے دو پھر تم کو مجھ سے لاتعلقی پر مجبور کیا جائے گا تو یاد رکھو میں دین محمدی پر ہوں۔ یہ نہیں کہا کہ مجھ سے لاتعلقی کا اعلان نہ کرو سائل نے کہا: آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر وہ لاتعلقی کے اعلان پر قتل کو ترجیح دے، کہا: نہیں! اس کے لیے یہ صحیح نہیں اس کو عمار بن یاسر کا معاملہ سامنے رکھنا چاہیے کہ جب مکہ والوں نے ان کو مجبور کیا تو ان کا دل ایمان پر مطمئن تھا۔

میں کہتا ہوں: پھر ہم یاسر، سمیہ پر کیا فتویٰ لگائیں گے جنہوں نے دین سے لاتعلقی کے اعلان پر موت کو ترجیح دی۔ اور ہم بلال (رضی اللہ عنہ) اور دیگر صحابہ کرام کے متعلق کیا کہیں گے؟

اس کے باوجود کلینی حسب عادت اپنے دعویٰ کو توڑتے ہوئے اس کے خلاف روایات نقل کرتا ہے ملاحظہ ہوں۔

عبداللہ بن عطاء کہتے ہیں میں نے ابو جعفر (علیہ السلام) سے پوچھا: دو آدمی اہل کوفہ میں سے گرفتار ہوئے اور ان سے کہا گیا امیر المؤمنین سے لاتعلقی کا اظہار کرو۔ ان میں سے ایک نے تو لاتعلقی کا اظہار کر دیا مگر دوسرے نے انکار کر دیا تو اسے قتل کر دیا گیا۔ تو آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جس نے لاتعلقی کا اظہار کر دیا۔ وہ دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والا تھا اور جس نے برأت کا اظہار نہیں کیا اس نے جنت کی طرف جلدی کی۔ (۲۲۱/۲)

میں کہتا ہوں: (اس نے جنت کی طرف جلدی کی) اس نے عمار کے راستہ کو کیوں نہیں اپنایا اور یہ کہتا ہے۔ جس نے تقیہ نہ کیا اس کا ایمان نہیں۔ یہ شخص جس نے تقیہ نہیں کیا اس کا تو ایمان نہیں ہے۔

امام کو سچا یا جھوٹا جواب دینے کا اختیار ہے

عبداللہ بن سلیمان ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے امام کے متعلق پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو سلیمان کی طرح امور عطا کر رکھے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! یہ اس لیے کہ ایک آدمی نے ان سے ایک سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی نے وہی سوال کیا تو انہوں نے اس کے خلاف جواب دیا پھر ایک اور آدمی نے وہی سوال کیا تو انہوں نے پہلے دونوں جوابوں کے خلاف جواب دیا پھر کہا: ﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ (أعط) بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ علی کی قرأت میں ایسے ہی ہے۔ (۱/ ۳۴۸) یاد رہے اللہ کی کتاب میں ﴿فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ﴾ اور (أعط) نہیں ہے میرا سوال یہ ہے کہ اگر معاملہ اسی طرح ہے تو پھر اماموں کے معصوم ہونے کا کیا مطلب ہے؟

چند تطبیقی مثالیں

زرارہ بن اعین ابو جعفر (علیہ السلام) سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا انہوں نے جواب دیا پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے پہلے جواب کے خلاف جواب دیا، پھر ایک آدمی آیا، اس نے بھی یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اس

کے خلاف جواب دیا، جب وہ دونوں آدمی چلے گئے تو میں نے کہا: اے رسول اللہ کے چچازاد بھائی! یہ دونوں آدمی اہل عراق میں سے اور آپ کی جماعت شیعہ میں سے تھے۔ یہ دونوں کچھ پوچھنے آئے تھے مگر آپ نے ان دونوں کو مختلف جواب دیا اور مجھے مختلف تو انہوں نے کہا: اے زرارہ! یہ ہمارے لیے بہتر ہے اور تمہارے اور ہمارے لیے بقا کا ذریعہ ہے۔ اگر تم سب ایک ہی چیز پر جمع ہو جاؤ تو لوگ ہمارے متعلق تمہاری تصدیق کریں گے یہ چیز ہماری اور تمہاری بقا کے لیے خطرہ ہے۔ کہتے ہیں میں نے یہ بات ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے کہی اس طرح تو آپ کے شیعہ اختلاف کا شکار ہو کر لوگوں کے ہاں مذاق بن جائیں گے۔ وہ کہتے ہیں انہوں نے مجھے وہی جواب دیا جو ان کے باپ نے دیا تھا۔ (۱/ ۶۵)

موسیٰ بن اشیم کہتے ہیں میں ابوعبداللہ (علیہ السلام) کے پاس تھا تو ان سے ایک آدمی نے اللہ کی کتاب سے ایک آیت کے متعلق سوال پوچھا تو انہوں نے جواب دیا، پھر ایک اور آیا اور اس نے بھی ان سے اسی آیت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے پہلے کے خلاف جواب دیا پھر کئی لوگ آئے حتی کہ مجھے محسوس ہوا کہ میرا دل چھری سے کاٹا جا رہا ہے۔ میں ابھی سوچ رہا تھا کہ ایک اور آدمی نے آکر مذکورہ آیت کریمہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کو مختلف جواب دیا جو مجھے اور میرے پہلے ساتھی کو نہ دیا تھا۔ میں نے دل میں سوچا یہ تقیہ ہی ہو سکتا ہے۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے ابن اُشیم! اللہ تعالیٰ نے سلیمان بن داؤد کو اجازت دی تھی۔ اور کہا: ﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (۳۸/ ص:۳۹) ''یہ ہماری عطا ہے احسان کر دیا روک لو بغیر حساب کے اور یہ معاملہ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بھی سپرد کیا تھا۔'' ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ''جو کچھ تمہیں رسول دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔'' تو پھر کہا: جو کچھ اللہ نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سپرد کیا وہ سب کچھ انہوں نے ہمارے سپرد کر دیا۔ (۱/ ۲۶۵)

میں کہتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے سپرد یہ کیا تھا کہ وہ اپنے عقیدے کے خلاف جھوٹ سے کام لیتے رہیں اور باطل نظریات کا پرچار کرتے رہیں جس کو وہ ناپسند کرتے تھے اور اس کا انکار کرتے تھے۔ کیا اس شخص نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں پڑھا: ﴿اَلَمْ يُؤْخَذْ

عَلَيۡهِمۡ مِّيۡثَاقُ الۡكِتٰبِ اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ﴾ (۷/ الاعراف:١٦٩) ''اوران سے اس کتاب کے اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں گے اور انہوں نے جو کچھ اس کتاب میں تھا پڑھ لیا۔''

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے ایک آدمی کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کسی بڑے مجوسی عہد دار کو خط لکھتا ہے۔ تو وہ اس کا نام اپنے نام سے بھی پہلے لکھتا ہے تو انہوں نے کہا اگر کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لیے ایسا کر رہا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ (۶۵/۲)

جبکہ ایک روایت میں ہے: ان سے یہی سوال ہوا تو انہوں نے کہا ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ (۶۵۰/۲)

ابوالحسن (علیہ السلام) سے ایک آدمی نے پوچھا کہ اگر میں ڈاکٹر کے پاس جاتا ہوں اور وہ عیسائی ہے تو کیا میں اس کو سلام کروں اور دعا دوں؟ تو انہوں نے کہا: ہاں تم ایسا کرو تمہاری دعا اس کو فائدہ نہ دے گی۔ (۶۵۰/۲)

اللہ تعالیٰ کے متعلق

احمد بن محمد سے روایت ہے کہ میں نے ابوالحسن رضا (علیہ السلام) سے ایک مسئلہ پوچھا تو انہوں نے بتانے سے انکار کر دیا اور کہا اگر ہم تمہاری خواہش کے مطابق سب کچھ بتاتے جائیں تو یہ تمہارے لیے برا ہوگا اور اس طرح تو صاحب شریعت کی گردن پکڑ لی جائے گی۔

ابوجعفر (علیہ السلام) کہتے ہیں۔ اللہ نے اپنی ولایت جبرائیل کو خفیہ طریقے سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سپرد کی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خفیہ طریقے سے علی کے سپرد کی اور علی (علیہ السلام) نے خفیہ طریقے سے جس کو چاہا سپرد کیا اور تم لوگ اس کا اعلان کرنا چاہتے ہو۔ ال داود کی حکمت میں بھی ہے کہ انسان کو اپنے آپ پر قابو رکھنے والا ہونا چاہیے، اپنے معاملے کو سمجھنے والا اور اپنے زمانے کے لوگوں پر نظر رکھنے والا ہونا چاہیے۔ اللہ سے ڈرو اور ہماری باتوں کو مشہور نہ کرو۔ (۲۲۴/۲)

میں کہتا ہوں جب انسان کثرت سے جھوٹ بولتا ہے تو اپنی باتوں کو جھٹلا دیتا ہے اور اسے بھول جاتا ہے کہ اس نے پہلے کیا جھوٹ بولا تھا اسی لیے کہا جاتا ہے۔ ''جھوٹ کی رسی کتنی

بھی لمبی ہو وہ جھوٹی ہی ہوتی ہے۔اس شخص نے پہلے لکھا کہ غدیر خم کے مقام پر ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں علی کی ولایت کا اعلان کیا تھا بلکہ یہ ہے کہ انہوں نے سب لوگوں اور مخلوقات سے معاہدہ لیا جیسا کہ کلینی نے کہا کہ نبی (ﷺ) یہ معاملہ تمام لوگوں تک پہنچاتے تھے اور یہ کہ یہ اسلام کی کنجی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اولاد آدم سے بھی یہ وعدہ لیا ہے۔ (دیکھئے تفصیل :۱/۴۱۲، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۲۵)

ان روایات کو پڑھنے کے بعد کیسے کہا جاسکتا ہے کہ ولایت ایک راز ہے اور نبی (ﷺ) نے علی (رضی اللہ عنہ) کے علاوہ کسی کو مطلع نہیں کیا۔

یہ سوال بھی ہوتا ہے کہ لوگوں کا کیا گناہ ہے کیونکہ انہیں یہ راز بتایا ہی نہیں گیا پھر صحابہ کرام نے اس وصیت کو کیسے چھوڑا؟ وہ اس راز کو جانتے ہی نہ تھے کیونکہ یہ راز نبی (ﷺ) اور علی (رضی اللہ عنہ) کے درمیان تھا اور کسی کو اس کی خبر نہ تھی پھر یہ آل داؤد کی حکمت کیا ہے؟ کیونکہ یہ بات معروف ہے کہ یہودی اپنے دین کی تبلیغ نہیں کرتے اور انہیں دین چھپانے کی نصیحت کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمارے لیے واضح کر دیا کہ (تقیہ) کا تعلق یہودیوں سے ہے۔

ابوالحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے اگر تیرے ہاتھ میں کوئی چیز ہو اور تو اس کو لوگوں سے چھپانے کی استطاعت رکھتا ہو تو چھپالے۔

سعید سمان سے روایت ہے کہ میں ابوعبداللہ (علیہ السلام) کے پاس تھا کہ دو آدمی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کا تعلق زیدی مذہب سے تھا۔انہوں نے پوچھا تم میں کوئی امام ایسا ہے جس کی اطاعت فرض ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔وہ دونوں کہنے لگے۔ہمیں بعض بااعتماد لوگوں نے بتایا ہے کہ آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں اور اس کا اقرار کرتے ہیں اور یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں ہم آپ کو ان کے نام بھی بتادیتے ہیں فلاں فلاں آدمی ہیں یہ لوگ بااعتماد صاحب تقویٰ اور نیک صالح ہیں، وہ جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ابوعبداللہ (علیہ السلام) غصے میں آگئے اور کہا میں نے تو ان کو ایسا حکم نہیں دیا جب انہوں نے ان کا غصہ دیکھا تو اٹھ کر چلے گئے (پھر انہوں نے ان دونوں پر لعنت کرنے کے بعد کہا) میرے پاس رسول اللہ (ﷺ) کی تلوار ہے۔میرے پاس

رسول اللہ (ﷺ) کا جھنڈا، ان کے ہتھیار، زرہ اور ان کا خود بھی میرے پاس ہے۔

میرے پاس موسیٰ کی تختیاں ان کا عصا (ڈنڈا) ہے اور میرے پاس سلیمان کی انگوٹھی ہے، میرے پاس وہ تھال ہے جس میں موسیٰ قربانی پیش کرتے تھے اور میرے پاس وہ اسم ہے جسے رسول اللہ (ﷺ) جب مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان رکھ دیتے کسی مشرک کا تیر ان تک نہ پہنچتا تھا۔ (۱/۲۳۲،۲۳۳)

میں کہتا ہوں: اگر معاملہ اسی طرح ہے تو پھر اس قدر خوف کیوں، کہ جھوٹ اور انکار تک نوبت جا پہنچی۔ امانت کہاں ہے؟ شجاعت کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ کے رستے میں اور دین کی سربلندی کے لیے قربانی کا جذبہ کہاں ہے؟

اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات ہے وہ یہ کہ ابوعبداللہ کلینی کے دعویٰ کے مطابق ان کو یہ احتیاطات اور حفاظتی تدبیر اختیار کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں کیونکہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف امان و پناہ کا پیمانہ ہے۔ کوئی بھی نقصان دہ چیز ان تک نہیں پہنچ سکتی ہے۔ اور انہیں تبلیغ دین کا حکم بھی ہے۔ اگر اس سب کچھ کے باوجود وہ ڈرتے ہیں۔ تقیہ کرتے ہیں تو باقی لوگوں کا حال کیا ہوگا۔

پڑھو اور تعجب کرو

ابوعبداللہ (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) پر کتاب اتاری اور کہا: اے محمد! یہ آپ کی طرف وصیت آپ کے اہل میں سے (نجبۃ) کے لیے ہے آپ نے پوچھا: اے جبرائیل! یہ نجبۃ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: علی بن ابی طالب اور ان کے بیٹے، اس کتاب پر سونے کی مہر تھی۔ نبی (ﷺ) نے یہ کتاب امیر المؤمنین کو دے دی اور ان کو حکم دیا کہ اس کی مہر کھولو اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرو۔ حتی کہ پھر کہا: انہوں نے اس کو کھولا اس پر عمل کیا اور اسے اپنے بیٹے حسن کے حوالے کر دیا۔ حتی کہ پھر کہا انہوں نے حسین (علیہ السلام) کے حوالے کر دی۔ پھر حسین نے علی بن حسین کے حوالے کر دی۔ انہوں نے کھول کر پڑھا تو اس میں تھا۔ کہ دستک دو، خاموش رہو اور اپنے گھر میں رہو اور اپنے رب کی عبادت کرو، حتی کہ تمہیں موت آجائے۔ لہٰذا انہوں نے ایسا ہی کیا۔ (میں کہتا ہوں خاموش رہنے والا حجت اور

دلیل کیسے بنا؟) پھر انہوں نے یہ کتاب اپنے بیٹے محمد بن علی کو دی اس نے مہر کھولی تو اس میں لکھا تھا۔ لوگوں سے دین بیان کرو انہیں فتویٰ دو، اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرو، یقیناً تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا، لہٰذا انہوں نے ایسا کیا، پھر انہوں نے یہ کتاب اپنے بیٹے جعفر کو دی انہوں نے اس کی مہر کھولی تو اس میں لکھا تھا۔ لوگوں کو تبلیغ کرو، فتویٰ دو اہل بیت سے متعلقہ علوم کی نشر و اشاعت کرو، اپنے صالحین آباؤ اجداد کی تصدیق کرو، اللہ کے علاوہ کسی سے نہ ڈرو کیونکہ تم اللہ کی حفظ و امان میں ہو۔ (۱/۲۸۰۔۲۸۱)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ اسی طرح کی بات روایت کرتے ہیں: ان کی روایت میں ہے وہ اپنے باپ محمد بن علی سے بیان کرتے ہیں پھر انہوں نے اپنے سے بعد والے کو یہ کتاب دے دی (ابو عبداللہ خود مراد ہیں) وہ کہتے ہیں میں نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں یہ آپ خود ہیں؟ وہ کہتے ہیں انہوں نے کہا۔ ہاں! مگر معاذ تم جاؤ اور اسے کہیں میرے متعلق بیان نہ کرو۔ (۱/۲۸۰)

یعنی وہ چھپا رہے تھے اس خوف سے کہ کہیں سائل جا کر مشہور نہ کر دے جیسا کہ اس روایت کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ مجھے میرے متعلق اظہار میں کوئی حرج نظر نہیں آتا بس یہ ہے کہ جب تم میرے متعلق بیان کرو گے تو میں مشہور ہو جاؤں گا (لہٰذا ایسا نہ کرو) اے قاری! کیا کبھی آپ نے اس طرح اختلاف پر مبنی کوئی روایت دیکھی ہے۔ اس روایت کے ایک حصے میں اظہار حق اور اس کو علی اعلان بیان کرنے کا حکم ہے اور اس پر حفظ و امان کی گارنٹی بھی ذکر کی جا رہی ہے اور آخری حصے میں بھی اس روایت کے دوسرے حصے کو جھٹلا رہا ہے۔ اس میں پہلا سننے والا ہی محروم ہے اس سے ہی چھپایا جا رہا ہے۔ یعنی وہ امتحان میں فیل ہے۔ تو سوچیے اگر وہ جس کو حفظ و امان اور احتیاط دیا گیا ہے اس کا یہ عالم ہے تو جس کو اس میں سے کچھ عطا نہیں ہوا اس کا کیا حال ہوگا پھر دین کون پہنچائے گا؟ حق کیسے ظاہر ہوگا، جب معصوم اور محفوظ ہی ڈر رہا ہے اور حق کو چھپا رہا ہے تو پھر کسی اور کو کیا کہا جا سکتا ہے۔

مزید تعجب کیجئے

عبدالعزیز بن نافع کہتے ہیں۔ ہم نے ابو عبداللہ کے پاس حاضر ہونے کی اجازت

چاہی تو انہوں نے کہا: تم لوگ دو دو کی تعداد میں داخل ہو، لہٰذا میں اور میرے ساتھ ایک آدمی داخل ہوا اس نے کہا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں، میرا والد بنوامیہ کا غلام تھا اور میں جانتا ہوں کہ بنوامیہ کے ہاتھ میں اس لحاظ سے کچھ نہ تھا کہ وہ کسی چیز کو حلال کریں یا حرام۔ اور نہ ہی ان کے پاس قلیل و کثیر کا اختیار ہے۔ یہ تو آپ کا حق ہے۔ تو انہوں نے کہا: تم بھی اور تمہاری طرح کا کوئی بھی آدمی آزادی کا حق رکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہم وہاں سے نکلے تو معتب ان لوگوں کے پاس آئے جو انتظار کر رہے تھے کہ انہیں ابو عبداللہ (علیہ السلام) کے پاس آنے کی اجازت ملے۔ انہوں نے کہا: عبدالعزیز بن نافع کو جو کامیابی ملی ہے کسی کو نہیں ملی۔ ان سے پوچھا گیا کونسی کامیابی؟ تو انہوں نے بتایا غلامی سے آزادی پھر دو لوگ ابو عبداللہ (علیہ السلام) کے پاس آئے ان میں سے ایک نے کہا: میرا باپ بنوامیہ...... میری خواہش ہے کہ آپ مجھے بھی آزاد کر دیں۔ تو انہوں نے کہا: کیا ہم اس کا حق رکھتے ہیں؟ ہمیں تو اس کا کوئی اختیار نہیں ہے کہ ہم حلال اور حرام مقرر کریں (اس روایت کے حاشیہ میں لکھا ہے یہ انہوں نے بطور تقیہ خبر پھیل جانے کے ڈر سے کہا جبکہ پہلے سائل سے انہیں کوئی خوف نہ تھا۔ یا پھر یہ ہو سکتا ہے کہ یہ دوسرا سائل اہل مودت اور اہل ولایت میں سے نہیں تھا) جب یہ دونوں آدمی چلے گئے تو ابو عبداللہ (علیہ السلام) انتہائی غصے میں آ گئے (میں کہتا ہوں پہلی روایت میں ہے کہ انہیں حکم دیا گیا ہے وہ اس سلسلہ میں نہ ہی تو خوف زدہ ہوں اور نہ ہی کوئی بات چھپائیں کیونکہ وہ اللہ کی حفظ و امان میں ہیں) پھر جو بھی ان کے پاس آیا تو وہ اس کو کہتے کہ کیا تمہیں اس بات پہ تعجب ہے کہ فلاں یہ سمجھتا ہے کہ ہم لوگوں کو غلامی سے آزادی دینے کا حق رکھتے ہیں جو کہ انہیں بنوامیہ نے ان کو غلام بنا ما تھا۔ لہٰذا ان پہلے دو کے بعد کسی کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ (۱/۵۴۵۔۵۴۶)

میں کہتا ہوں: یہ کون لوگ ہیں جن کے متعلق یہ آیت کریمہ اتری ہے:

﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۤئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ (٥/ المائده: ٥٤)

''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی، وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے، کفار پر اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا بھی نہ کریں گے۔''

اور یہ آیت کریمہ:

﴿اَلَمْ یُؤْخَذْ عَلَیْهِمْ مِّیْثَاقُ الْکِتٰبِ اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِیْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

(۷/ الاعراف: ۱۶۹)

''کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ کی طرف بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں گے اور انہوں نے جو کچھ اس کتاب میں تھا پڑھ لیا اور آخرت والا گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو تقویٰ رکھتے ہیں پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔''

اور یہ آیت کریمہ:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَهٗ ؗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ﴾ (۳/ آل عمران: ۱۸۷)

''اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں تو پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا ان کا یہ بیوپار بہت برا ہے۔''

اور یہ آیت کریمہ:

﴿کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ (۳/ آل عمران: ۱۱۰)

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

اور یہ آیت کریمہ:

﴿وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

(۲/ البقرۃ: ۴۲)

''اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط نہ کرو اور حق نہ چھپاؤ اور تم جانتے ہو۔''

اور یہ آیت کریمہ:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾

(۲/ البقرۃ: ۱۵۹)

''اور جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں یا باوجود یہ کہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں۔ وہ ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔''

کس معیار پر ہم پرکھیں؟

ابوعبداللہ (علیہ السلام) روایت ہے کہ اگر میں تجھے اس سال کوئی روایت بیان کروں اور اگلے سال اس کے خلاف بیان کروں تو تم کس کو اختیار کرو گے۔ میں نے کہا بعد والی کو تو انہوں نے کہا: اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔ (۱/ ۶۸)

میں کہتا ہوں: حق کہاں ہے؟ ائمہ پر جھوٹ بولنے والے کا سچ اور جھوٹ ہم کیسے جانچ سکتے ہیں؟

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے سوال ہوا: اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کی روایت پہنچے اور بعد والوں کی بھی پہنچے تو ہم کس کو اختیار کریں؟ کہا جو زندہ ہے اس کی روایت اختیار کرو جبکہ ایک روایت میں ہے جو نیا ہے اس کی بات لے لو۔ (۱/ ۶۸۔ ۲/ ۲۱۸)

اہل سنت کے خلاف روایت اختیار کرو

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے سوال ہوا جب ہمارے پاس دو روایات پہنچیں ان میں سے ایک عامۃ (اہل سنت) کے موافق ہو اور دوسری مخالف ہو تو ہم کون سی روایت اختیار کریں تو انہوں

نے کہا جو عامۃ کے خلاف ہوگی اسی میں حق اور رہنمائی ہوگی۔(۱/۶۸ حاشیہ:۶۶)

نبی (ﷺ) نے قرآن کی تفسیر فقط علی (رضی اللہ عنہ) کے لیے کی ہے

ابوجعفر (علیہ السلام) سے کسی نے پوچھا کہ لوگوں کو کس قدر قرآن کافی ہے؟ تو انہوں نے کہا: جس قدر اس کی تفسیر مل جائے۔ تو ان سے پوچھا گیا۔ رسول اللہ (ﷺ) نے تو اس کی تفسیر ہی نہیں کی ہے۔ تو انہوں نے کہا: کیوں نہیں آپ نے ایک آدمی کے لیے قرآن کی تفسیر کی ہے اور وہ ہے علی بن ابی طالب (علیہ السلام)۔

میں کہتا ہوں یہ کیسا خطرناک الزام ہے جو رسول اللہ (ﷺ) پر لگایا جا رہا ہے یعنی علم چھپانے کا۔

اگر نبی (ﷺ) فقط ایک کو قرآن سمجھانے اور اس کی تفسیر فقط ایک کے لیے کرنے آئے تھے تو پھر فقط ایک تک بات محدود رہتی اور ایک کو ہی بات پہنچانا کافی ہوتا۔ پھر اس ایک نے آگے ایک کو تفسیر بیان کی۔ جب ایک ہی ایک سے بیان کرتا گیا تو آخری کون ہے جس کو قرآن بیان ہوا اور اس کی تفسیر بتائی گئی۔ پھر امت کا اس قرآن کے متعلق کیا نظریہ ہوگا۔ وہ خود قرآن کو سیکھ سکتے ہیں یا اسی ایک کو تلاش کرنا ہوگا۔ یا پھر کیا فتویٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ظاہری عبادت کی اجازت نہیں دی

ابوعبداللہ (علیہ السلام) نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت سے روک دیا ہے مگر پوشیدہ طور پر۔(۱/۲۵۰)

ابوجعفر (علیہ السلام) کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت جبرائیل کو خفیہ طریقے سے عطا فرمائی اور جبرائیل نے خفیہ طریقے سے محمد (ﷺ) کو عطا کی، محمد (ﷺ) نے خفیہ طریقے سے علی کو عطا کی اور علی نے جسے چاہی عطا کی مگر خفیہ طریقے سے۔(۲/۲۲۴)

میں کہتا ہوں یہ کیا بے ہودہ کلام ہے؟

اپنا گھر اپنے ہاتھوں سے خراب کرتے ہیں

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے میں تمہیں دو ایسی خصلتوں سے منع کرتا ہوں جن میں

مردوں کی ہلاکت اور تباہی ہے۔ میں منع کر رہا ہوں تم کو اللہ کا دین باطل طریقے سے اختیار کرو اور یہ کہ تم لوگوں کو خفیہ علم کے فتویٰ دو۔ (۱/۴۲۱)

میں کہتا ہوں تقیہ جھوٹا فتویٰ ہی تو ہے کیونکہ یہ حق کے خلاف ہوتا ہے، اس پر عمل کرنے اور باطل پر عمل کرنے میں کیا فرق ہے۔ بغیر علم کے فتویٰ دینے اور تقیہ کے ذریعے فتویٰ دینے میں کیا فرق ہے بلکہ بغیر عمل کے فتویٰ دینے میں تو بعض دفعہ انسان صحیح فتویٰ بھی دے دیتا ہے جبکہ تقیہ تو فقط باطل اور جھوٹ کا پرچار ہے۔

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ جس نے لوگوں کو بغیر علم اور بغیر ہدایت کے فتویٰ دیا تو اس پر رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے لعنت کرتے ہیں اور جو کوئی اس کے فتویٰ پر عمل کرے گا اس کے گناہ کا بوجھ بھی اس پر ہوگا۔ (۱/۴۲)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے سوال ہوا: بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ لوگ وہ بات کریں جس کا ان کو علم ہے اور جس کا علم نہیں اس کے متعلق خاموش رہیں۔ (۱/۴۳)

میں کہتا ہوں: کیا تقیہ کی بنیاد پر فتویٰ بغیر علم کے فتویٰ نہیں ہے؟

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو کتاب اللہ کی دو آیات کے ساتھ خاص کیا ہے پھر کہا: ان کو وہی بات کرنی چاہیے جس کا ان کو علم ہو اور جب تک انہیں علم نہ ہو تو لوگوں کو فتویٰ نہ دیں۔ پھر کیا: یہ آیت: ﴿اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ﴾ (۷/ الاعراف:۱۶۹) اور ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ﴾ (۱۰/ یونس:۳۹) ''کیا ان سے کتاب کا یہ پختہ وعدہ نہیں لیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر حق کے علاوہ کچھ نہ کہیں گے۔ بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ بھی نہیں ملا۔''

میں کہتا ہو: کیوں؟ جو جواب شیعہ دیں گے وہی جواب ہم ان کو تقیہ پر دیں گے۔ ان سے ہی روایت ہے: بصیرت و علم کے بغیر عمل کرنے والا اس مسافر کی طرح ہے جسے راستے کا علم نہ ہو اور وہ جتنا چلے اتنا ہی منزل سے دور ہو جائے۔ (۴۳۱)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جب بدعات کا ظہور ہو تو عالم کو چاہیے کہ وہ اپنا علم ظاہر

کرے جوایسانہ کرے تو اس پر اللہ کی لعنت۔(۵۴/۱)

کلینی کا اعتقاد ہے نبی (ﷺ) کے فوت ہونے کے بعد سے لے کر ابھی تک امت کفر اور بدعت کا شکار ہے مگر اس کے باوجود اس نے علم چھپایا اور دس میں سے نو حصے دین چھپالیا۔ جیسا کہ اس نے ائمہ کی طرف یہ بیان منسوب کیا ہے کہ وہ علم ظاہر کرنے والے پر لعنت کرتے تھے۔ پھر دوسری جگہ کلینی کہتا ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے نوح (علیہ السلام) کو مبعوث کیا ہے تب سے علم چھپا ہوا ہے۔(۵۱/۱)

میں پوچھتا ہوں انبیاعلیہم السلام کہاں گئے؟ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان سے وعدہ لیا گیا کہ وہ لوگوں کے سامنے حق واضح کریں گے اور اسے کبھی بھی نہ چھپائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ پھر انبیا نے حق واضح کیوں نہ کیا اور قوم کو بدعت وضلالت اور شرک کی گمراہی میں دیکھ کر خاموش کیوں رہے؟ اس کے باوجود جو حق واضح نہ کرے اس پر لعنت ہے؟

ابوعبداللہ سے روایت ہے" جو مسلمانوں کو دو چہروں اور دو زبانوں سے ملا تو قیامت کے دن آگ سے اس کی دو زبانیں ہوں گی۔"(۳۴۳/۲)

اللہ نے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے کہا: اے عیسیٰ! ظاہر اور باطن میں تیری زبان ایک ہونی چاہیے اس طرح تیرا دل بھی، میں تمہیں خود سے ڈرا رہا ہوں اور میں خوب خبر رکھنے والا ہوں۔ ایک منہ میں دو زبانیں ٹھیک نہیں ہیں۔ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں رہ سکتی ہیں، ایک سینے میں دو دل نہیں ہوسکتے۔ اور ایک کھوپڑی میں دو دماغ نہیں ہوتے۔

میں کہتا ہوں: تقیہ کرنے والے کے کتنے چہرے اور کتنی زبانیں ہیں اور کیا اس کا باطن ظاہر کی طرح ہے؟

دین کو نقصان ہو تو تقیہ نہیں ہے

کلینی کہتا ہے بعض اخبار سے پتہ چلتا ہے کہ تقیہ دین اور اہل دین کے فائدے اور ان کو باقی رکھنے کے لیے ہے جب ضلالت دین کو تباہ وبرباد کرنے کی حد تک پہنچ جائے تو تقیہ نہیں ہے، اگرچہ جان ہی کیوں نہ چلی جائے جیسا کہ حسین (علیہ السلام) نے دین مٹتا ہوا دیکھا تو تقیہ اور مسالمت (سلامتی) کو ترک کردیا۔

تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کیا معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے دور میں دین کو کوئی خطرہ نہ تھا اسی لیے تو حسن (رضی اللہ عنہ) نے ان کی بیعت کر لی تھی اور یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے تقیہ کی بنا پر کی تھی۔ اور کیا حسین (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کے بعد دین کو کبھی خطرہ پیدا نہ ہوا کہ کوئی امام تقیہ چھوڑ کر قربانی دیتا کیونکہ شیعہ کا کہنا ہے کہ ائمہ تقیہ پر عمل کرتے تھے اور ان ائمہ میں سب سے بڑے اور پہلے امام ان کے نزدیک علی (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

پھر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین کے دور میں دین کو کوئی خطرہ نہ تھا کیونکہ علی (رضی اللہ عنہ) تقیہ پر عمل کرتے تھے۔ اور پھر خود ان کے دور میں خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ انہوں نے تقیہ چھوڑ دیا۔ یہ کیسی خط ملط معلومات ہیں؟

جب تجھے شرم نہ رہے پھر جو مرضی کرتا رہ

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: اللہ عزوجل نے برائی کو تالے لگائے ہیں اور ان تالوں کی چابی شراب ہے۔ اور جھوٹ شراب سے بھی برا ہے۔ (۳۳۹/۲)

ان سے ہی روایت ہے کہ: جھوٹ ایمان کو مکمل طور پر برباد کر دیتا ہے۔ (۳۳۹/۲)

ان سے ہی روایت ہے: جھوٹ کو سب سے پہلے اللہ جھٹلائے گا۔ پھر اس کے ساتھ دو دو فرشتے جھٹلائیں گے پھر اسے تسلی ہو جائے گی کہ وہ جھوٹا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

ان سے ہی روایت ہے: جھوٹا تو ذلیل کے ساتھ ہلاک ہوتا ہے اور اس کے پیروکار شبہات کے ذریعے ہلاک ہوتے ہیں۔ (حوالہ سابقہ)

لطیفہ:

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: جھوٹوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہتھیار ہے وہ ان کا بھول جانا (نسیان) ہے۔ (۲۴۱/۱)

اے کلینی! تم نے مجھے ہنسا ڈالا

دیکھئے گزشتہ حکایت کی تفسیر میں حاشیہ لکھنے والا کیا کہتا ہے: یعنی نسیان (بھول جانا) لوگوں کی بے عزتی کا سبب ہے۔ یعنی وہ بعض دفعہ کچھ کہتے ہیں پھر بھول جاتے ہیں اور وہ پہلے کے خلاف کوئی بات کہتے ہیں اور پھر ذلیل ہوتے ہیں۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے ہر جھوٹ کے بارے میں قیامت والے دن پوچھا جائے گا مگر تین جھوٹ: جنگ میں چال چلنے کے لیے جھوٹ اس سے پوچھ نہ ہوگی۔ لوگوں کے درمیان اصلاح کے لیے جھوٹ۔ گھر والی کو کسی چیز کا وعدہ کرنا جبکہ وہ اسے نہ دینا چاہتا ہو۔ (۳۴۲/۲)

میں کہتا ہوں: یہ (معصوم امام) چوتھی چیز شاید بھول گیا ہے اور وہ تقیہ ہے۔

امام لوگوں پر تلبیس کر رہا ہے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اے ابان! جب تو کوفہ جائے تو یہ حدیث بیان کرو۔ ''جس نے سچے دل کے ساتھ (لا الہ الا اللہ) کہا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔'' وہ کہتے ہیں میں نے کہا: وہاں تو میرے پاس قسم قسم کے لوگ آئیں گے تو کیا ایسی حدیث میں وہاں بیان کردوں؟ فرمایا: ہاں اے ابان! جب قیامت کا دن ہوگا اور اللہ تعالیٰ تمام پہلے اور آخری لوگوں کو جمع کرے گا تو ہر ایک کے دل سے کلمہ چھین لیا جائے گا، مگر وہ لوگ جو اس کلمہ پر یقین رکھتے ہوئے فوت ہوئے۔ (۵۲۰/۲)

چھٹی فصل

عقیدہ بداء ورجوع

یہ عقیدہ بیان کرنے سے پہلے میں چند قرآنی آیات ذکر کرنا چاہوں گا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ (٥٠/ ق:٢٩)

"میرے پاس بات بدلتی نہیں اور نہ ہی میں اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا ہوں۔"

اور فرمایا: ﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ (٤/ النساء:١٢٢)

"اور کون ہے جو اپنی بات میں اللہ سے زیادہ سچا ہو؟"

اور فرمایا: ﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ (٤/ النساء:٨٧)

"اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات والا اور کون ہوگا۔"

اور فرمایا: ﴿وَعْدَاللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾
(٣٠/ الروم:٦)

"اللہ کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

اور فرمایا: ﴿فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ﴾ (١٠/ یونس:٢٠)

"کہہ دیجیے غیب صرف اللہ کے لیے ہے۔"

اور فرمایا: ﴿وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ﴾ (١٤/ ابراهیم:٣٨)

"اور اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔"

اب ذرا غور کیجیے کہ کلینی کیا کہہ رہا ہے

اللہ تعالیٰ ایک بات کرتا ہے پھر اس کے لیے کچھ ظاہر ہوتا ہے تو وہ اسے بدل دیتا ہے۔

اور یہ انٹرنیشنل جھوٹا غلط بیانی اور فریب سے کام لے رہا ہے۔

البتہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾
(١٣/ الرعد: ٣٩)

"اللہ جو چاہے مٹا دے اور جو چاہے ثابت رکھے لوح محفوظ اسی کے پاس ہے۔"

اور یہ فرمان:

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۗ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

''جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں یا بھلا دیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور لاتے ہیں کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز قادر ہے۔''

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی بھی قول یا تو خبر ہوتا ہے یا انشاء (امر اور نہی) اللہ تعالیٰ کا وہ قول جو فقط خبر ہے اسے تو اللہ تعالیٰ نہ ہی مٹاتا ہے اور نہ ہی منسوخ کرتا ہے۔ اس کا قول نہ ہی تو جھٹلایا جا سکتا ہے اور اس کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا۔ اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ البتہ امر اور نہی میں سے وہ جو چاہتا ہے تبدیل کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے مثلاً شروع اسلام میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا پھر کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرنے کا حکم نازل ہوا۔

یاد رکھیے خبر دو بنیادوں پر تبدیل ہوتی ہے۔

① یا تو خبر دینے والے کو خبر کا مکمل طور پر علم نہ ہو۔

② یا خبر دینے والا جھوٹا ہو۔

یہ دونوں باتیں اللہ کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔

مگر دیکھیے کلینی کس جرأت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت کر رہا ہے حتی کہ اس نے مکمل طور پر ایک الگ باب قائم کر دیا۔ (۱/۱۴۶)

البداء

فضیلت: دونوں اماموں سے ایک روایت کرتا ہے (حوالہ سابقہ) بداء سے بڑھ کر کسی چیز سے اللہ کی عبادت نہیں کی گئی۔ (حوالہ سابقہ)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اللہ کے ہاں سب سے عظیم چیز بداء ہے۔ (حوالہ سابقہ)

ان سے ہی روایت ہے: اگر لوگوں کو بداء کے اجر و ثواب کا علم ہو جائے تو وہ اس کو کلام میں نہ چھوڑیں گے۔ (۱/۱۴۸)

میں کہتا ہوں: اگر اللہ کی عبادت اور تعظیم کے لیے (بداء) اسی قدر ضروری ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں تو پھر تقیہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصے کیسے ہو گیا؟

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: جب ہم تمہیں کوئی حدیث بیان کریں اور اس کے بعد اسی طرح واقع ہو جائے تو کہو: صدق اللہ: اللہ نے سچ فرمایا: اور اگر تمہیں کوئی حدیث بیان کریں اور اس کے خلاف واقع ہو تو پھر بھی کہو صدق اللہ: اللہ نے سچ فرمایا: تمہیں دہرا اجر عطا کیا جائے گا۔ (۱/۳۶۹)

(بداء) سے آغاز کس نے کیا؟

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ (بداء) کا آغاز عبد المطلب نے کیا۔ (۱/۱۴۷)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ انبیا تمام کے تمام (بداء) سے ناواقف تھے اور وہ اس عظیم عبادت سے محروم تھے اور یہ بات معروف ہے کہ عبد المطلب شرک کی حالت میں فوت ہوا لہٰذا ان لوگوں کو مبارک ہو جو اپنا عقیدہ مشرکوں سے لیتے ہیں۔

بداء ایک پوشیدہ علمی خزانہ ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: علم کی دو قسمیں ہیں: ① وہ جو اللہ کے پاس پوشیدہ خزانہ ہے جس پر کوئی اطلاع نہیں پا سکتا۔ ② وہ علم جو اس نے اپنے فرشتوں اور رسولوں کو سکھلایا ہے۔

وہ عنقریب واقع ہونے والا ہے۔ جو علم اس کے رسولوں اور فرشتوں کو سکھلایا اس میں نہ ہی تو وہ اپنے آپ کو جھٹلاتا اور نہ ہی اس کے فرشتے اور رسول جھٹلاتے ہیں۔ جو علم اس کے پاس ہے اس میں وہ ردو بدل کرتا ہے اس میں تقدیم و تاخیر سے بھی کام لیتا ہے۔ (۱/۱۴۷)

میں کہتا ہوں: یہ ابو جعفر (علیہ السلام) کیسے روایت کر رہے ہیں جبکہ انہوں نے خود روایت کیا کہ جب ہم تمہیں کوئی روایت بیان کریں اور اس کے خلاف واقع ہو تو کہو۔ صدق اللہ! اللہ نے سچ فرمایا۔'' اور پھر یہ کہ جو اس نے فرشتوں اور رسولوں کو سکھلایا وہ واقع ہونے والا ہے۔'' پھر کون جانتا ہے کہ یہ مشہور مثل (جس نے اپنا راز چھپائے رکھا تو گویا معاملہ اس کے ہاتھ رہا) شاید یہ اسی پوشیدہ عملی خزانے سے ہی ہو۔

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ان سے: ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ﴾ آیت کریمہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نہیں مٹاتا مگر جو ثابت شدہ ہو اور نہیں ثابت رکھتا مگر وہ جو نہیں تھا۔ (۱/۱۴۷)

میں کہتا ہوں: کیا کوئی ایسی چیز ہے جو اللہ کے علم میں تھی مگر وہ نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے بہتان سے بہت بلند ہے۔

ان سے ہی روایت ہے اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا تو اس سے تین چیزوں کا اقرار لیا۔

① اللہ کے لیے عبادت کا اقرار ② اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنا

③ کہ اللہ جو چاہتا ہے تقدیم وتاخیر کرتا ہے (بداء) مراد ہے۔ (۱/۱۴۷)

میں کہتا ہوں: یہ روایت بداء کے تحت ذکر کی گئی ہے اور یہ بھول گیا ہے کہ پہلے خود روایت ذکر کر آیا ہے کہ (بداء) سب سے پہلے عبدالمطلب نے استعمال کیا۔

ان سے ہی روایت ہے اللہ کے لیے دو علم ہیں: ① علم خزانہ شدہ (پوشیدہ) ② وہ علم جو اس نے ملائکہ اور رسولوں کو سکھلایا ہے، اسے ہم بھی جانتے ہیں۔ (۱/۱۴۷)

ان سے ہی روایت ہے اللہ نے جس چیز کے متعلق بھی (بداء) کا استعمال کیا تو وہ اس کے ظاہر ہونے سے پہلے اللہ کے علم میں تھی۔ (۱/۱۴۸)

میں کہتا ہوں: پہلے ایک روایت میں ہے کہ نہیں وہ ثابت رکھتا مگر جو نہ تھی پھر اگر اللہ کے علم میں وہ چیز ظاہر ہونے سے پہلے ہی تھی تو جو پچھلی روایت میں ذکر ہے، تو کیا ظاہر ہوتا ہے اور کیا چیز تبدیل ہوتی ہے حتی کہ اس کے لیے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ تو (بداء) کی نفی میں ہماری دلیل ہے۔ اس سب کے باوجود اس نے مندرجہ ذیل روایات ذکر کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کئی دفعہ وقت مقرر کرتا ہے اور کئی دفعہ تبدیل کرتا ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے ستر سال کا وقت مقرر کیا۔ (ظہور مہدی) جب حسین قتل ہوئے تو اللہ تعالیٰ کا غصہ شدید تر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے زمین والوں سے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے اس کو ایک سو چالیس سال تک مؤخر کر دیا۔ اور جب

ہم نے تم کو یہ حدیث بیان کی اور تم نے اس کو عام کر دیا اور راز فاش کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے پھر اس کا کوئی وقت ہی مقرر نہیں کیا وہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اس کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ہے۔

میں کہتا ہوں کیا آپ نے کبھی ایسا تقاد اور ایسی غلط بیانی سنی ہے۔

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ مہدی کے غائب ہونے کا واقعہ بیان کر رہے تھے۔ کہا مہدی کے لیے غائب ہونا حقیقت ہے مگر اس معاملہ میں کئی لوگ گمراہ ہو جائیں گے اور کئی لوگ ہدایت پا جائیں گے۔ میں نے کہا: غائب ہونے اور اس حیرت کی موت کتنی ہوگی۔ انہوں نے کہا چھ دن یا چھ مہینے یا چھ سال میں نے کہا: کیا واقعتاً ایسا ہی ہونے والا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں میں نے کہا پھر اس کے بعد کیا ہوگا۔ پھر جو اللہ چاہے گا کیونکہ اس کے لیے بداء غایت اور انتہا ہے۔ (۱/۳۳۸)

موسیٰ کاظم اور حسن عسکری کے متعلق اللہ تعالیٰ کی بداء

ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں ابوالحسن (علیہ السلام) کے پاس تھا اور اس وقت ان کے بیٹے ابو جعفر اٹھ کر چلے گئے تھے اور میں دل میں سوچ رہا تھا کہ ان کو کہوں: ابو جعفر اور ابو محمد موجودہ وقت میں ابوالحسن موسیٰ اور اسماعیل جو کہ جعفر بن محمد (علیہ السلام) کے بیٹے ہیں کے قائم مقام ہیں اور ان دونوں کا قصہ درحقیقت ان دونوں کا قصہ ہے کیونکہ ابو محمد ابو جعفر کے بعد تھے تو میرے بولنے سے قبل ہی ابوالحسن (علیہ السلام) میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

ہاں اے ابوالہاشم: اللہ تعالیٰ کے لیے ابو محمد میں وہ بات ظاہر ہوئی، جو ابو جعفر (علیہ السلام) میں تھی اور وہ اسے جانتا تھا جیسا کہ موسیٰ میں اللہ کے لیے اسماعیل کے جانے کے بعد ظاہر ہوئی۔ اور اللہ کا حال ایسے ہی ہے جیسے میں نے بیان کیا اگرچہ جھٹلانے والے تسلیم نہ کریں۔ (۱/۳۲۷)

عقیدہ رجعت

الرجعۃ: رجوع؛ (شیعہ ائمہ کا واپس آنا، علی (رضی اللہ عنہ) بادلوں میں ہیں واپس آ کر آواز لگائیں گے وغیرہ) یہ وہ یہودی، فارسی قدیم عقیدہ ہے جسے یہودیوں نے اپنے بڑوں کے متعلق اپنے ایمان کا حصہ سمجھا ہوا ہے۔ اور جب ان میں سے بعض نے ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہونے کا ڈھونگ رچایا تو یہ عقیدہ ان کے ساتھ اسلام میں داخل ہو گیا۔ جیسا کہ

ابو مسلم خراسانی کے متعلق رجعت کا عقیدہ۔ پھر یہ عقیدہ ائمہ کی طرف منسوب کیا گیا، حالانکہ وہ اس سے بری الزمہ اور لاتعلق ہیں۔ یہ انتہائی عجیب وغریب عقیدہ اور من گھڑت داستانیں جن کا ذکر قرآن مجید میں کہیں نہیں ملتا ہے۔ روایات ملاحظہ کیجئے۔

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے: میں جنت اور جہنم کے لیے لوگوں کو تقسیم کرنے والا ہوں جہنم میں میری تقسیم کے علاوہ کوئی نہ جائے گا۔ (آخر میں ہے) میں کئی بار لوٹنے، آنے اور جانے والا ہوں (یعنی دنیا میں لوٹنے والا ہوں) اور ساری دنیا کی دولت ہوں۔ (۱/ ۱۹۸)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: وہ ان فرشتوں کی بات کر رہے تھے جنہوں نے اللہ سے سوال کیا (کلینی کے دعویٰ کے مطابق) کہ وہ حسین (علیہ السلام) کے لیے مدد اتاریں تو اللہ نے ان کو مدد اتارنے کی اجازت دے دی۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے پھر اللہ کے لیے کچھ معاملہ ظاہر ہوا مدد نازل ہوئی مگر کام وفیصلہ ہو چکا تھا۔ ابو عبداللہ کہتے ہیں: اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ ان کی قبر پر حاضری دو حتی کہ تم اسے نکلتے دیکھو گے۔ [1]

تم ان کی مدد کرو اور اپنے فعل پر آہ وبکا کرو کیونکہ تم سے پہلے کوتاہی ہو چکی لہٰذا اب اس کی نصرت کرو اور اپنی سابقہ غلطی پر آہ وبکا کرو، لہٰذا فرشتوں نے خوب آہ وبکا کی جب یہ امام نکلے گا تو وہ اس کی ضرور مدد کریں گے۔ (۱/۳۸۳)

---

[1] اشارہ ہے کہ وہ دنیا میں امام قائم (علیہ السلام) کے زمانہ میں رجوع کریں گے۔

ساتویں فصل

خمس، زکوٰۃ اور عام اموال

تمام زمین امام کی ہے

اس بات کے تحت کلینی نے آٹھ احادیث نقل کی ہیں چند ملاحظہ ہوں۔

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ نے آدم کو پیدا فرمایا اور دنیا کی زمین ان کو عطا کر دی۔ جو آدم کو عطا ہوئی وہ رسول اللہ (علیہ السلام) کے حصے میں آئی اور جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حصے میں آئی وہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ائمہ کو عطا ہوئی۔ (۱/۴۰۹)

ان سے ہی روایت ہے کہ ہم نے علی (علیہ السلام) کی کتاب میں یہ دیکھا: ﴿إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (۷/ الاعراف:۱۲۸)

پھر یہ لکھا تھا میں اور میرے اہل بیت جن کو اللہ نے پوری زمین کا وارث بنا دیا اور ہم ہی متقی ہیں اور ساری زمین ہماری ہے۔ (۱/ ۴۰۷)

میں کہتا ہوں: کیا اس طرح کی بات آپ نے کبھی سنی ہے؟

عالمی جغرافیہ کے متعلق امام کے عجیب تصورات

کلینی کا دعویٰ ہے کہ امام ماضی اور مستقبل کے متعلق سب کچھ جانتا ہے، عرش سے لے کر فرش تک اور فرش سے لے کر سمندروں کی گہرائیوں اور زمین کی تہوں تک سب کچھ جانتا ہے۔ وہ اس مچھلی کو بھی جانتا ہے جس نے زمین کو اٹھایا ہوا ہے۔ کلینی نے امام کے متعلق عجیب وغریب حکایات نقل کی ہیں۔ پھر کہتا ہے۔ امام اپنی پیدائش کے وقت تمام علوم کمیسٹری سے لے کر ریاضی کا ماہر ہوتا ہے۔ وہ پانی میں چلنے والی کشتی اور جغرافیائی لحاظ سے ہر جگہ اور ہر مقام کو جانتا ہے۔ مگر ہائے افسوس کے اس سب کے باوجود امام کی زمین اور جغرافیہ کے متعلق معلومات انتہائی محدود و بلکہ غلط ہیں اسے زمینی جغرافیہ کا علم ہی نہیں ہے چہ جائیکہ اسے پوری کائنات کا پتہ ہو۔ معلّی نے ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت کی ہے کہ میں نے ان سے پوچھا کہ اس زمین میں سے کیا کچھ تمہارے لیے ہے۔ انہوں نے ہنس کر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے

جبرائیل (علیہ السلام) کو بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنا انگوٹھا زمین پر مار کر آٹھ نہریں نکالیں۔ان میں سے ایک نہر سیحان وجیحان ہے، یہ نہر بلخ اور خشوع، یہ نہر شاس اور مہران ہے، یہ نہر ہند اور نیل مصر ہے اور یہ دجلہ وفرات ہے۔ یہ جو نہریں نکالی گئیں ان کا پانی جس کھیتی اور زمینوں کو لگتا ہے وہ سب ہماری ہیں وہ فقط ہمارے شیعہ کے لیے ہیں اور ہمارے دشمنوں کے لیے کچھ نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اس پر قبضہ کرلیں۔(۱/۴۰۹)

میں کہتا ہوں: امام کی بادشاہت بہت ہی محدود ہے جیسا کہ اس کا علم جغرافیہ محدود ہے۔اسے فقط قدیم دنیا کا پتہ ہے جدید دنیا اور اس میں پائی جانے والی نہروں کے متعلق قطعاً علم نہیں ہے ورنہ وہ ان کو بھی اپنی ملکیت میں ذکر کرتا جیسا کہ مشہور نہر امازون مسیسی وغیرہ۔

امام کا علم سات زمینوں کو بھی پھاڑ رہا ہے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں: جبرائیل نے اپنے پاؤں سے پانچ نہریں کھودی ہیں پانی ان کے ہی تابع ہے۔فرات، دجلہ، نیلِ مصر، مہران اور نہر بلخ، اس میں سے جو بھی پانی پایا جاتا ہے یا پیا جاتا ہے سب کا سب امام کا ہے اور وہ سمندر جو دنیا کے ہر تہہ در تہہ ہے وہ بھی امام کا ہے۔(۱/۴۰۹)

اے امریکی اور آسٹریلوی باشندو! تمہیں مبارک ہو کہ تمہاری نہریں اور دریا جبرائیل نے اپنے پاؤں سے پیدا نہیں کیے اسی لیے یہ امام کے قبضہ میں نہیں ہیں اور اہل عراق مسکین ہیں اور قرب وجوار والے بھی مظلوم ہیں جن کا پانی امام کے قبضے میں ہے۔

میں یہ بھی پوچھنا چاہوں گا کہ گزشتہ روایت میں آٹھ دریاؤں یا نہروں کو اب پانچ کیوں بنادیا گیا ہے؟

خمس بنی عبدالمطلب کا حق

کلینی کہتا ہے: یہ لوگ جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے خمس کا حصہ مقرر کیا ہے وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قرابت والے ہیں اللہ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ ''یہ بنو عبدالمطلب چاہے وہ مرد ہو یا ان کی عورتیں ہوں۔(۱/۵۴۰)

میں کہتا ہوں: عبدالمطلب کے کئی بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں۔ان میں سے عباس (رضی اللہ عنہ)

بھی ہیں جن کی اولاد کو عباسی کہا جاتا ہے، پھر خمس فقط علویوں کے لیے کیوں ہے اور ان کی بیٹیوں کو کیوں محروم رکھا جاتا ہے؟

خمس بنی ہاشم کے لیے ہے

کہا: جس کی ماں بنی ہاشم سے ہو اور اس کا باپ قریش کے کسی قبیلہ سے ہو اس کے لیے صدقات (زکوٰۃ) تو جائز ہیں مگر خمس سے اس کے لیے کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ﴾ (حوالہ سابقہ) ان کو ان کے باپوں کے نام سے پکارو۔

ائمہ پر زکوٰۃ حرام ہے

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ہمارے لیے صدقہ (زکوٰۃ) حلال نہیں ہے۔ اللہ نے اپنے نبی اور ہمیں لوگوں کے ہاتھ کی میل کچیل کھانے سے بلند رکھا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

زکوٰۃ لوگوں کے لیے ہے امام کے لیے نہیں

عبد صالح (علیہ السلام) نے زکوٰۃ کے اموال اور زراعت کے متعلق کہا: اسے والی (حکمران) حاصل کرے گا اور آٹھ حصوں میں خرچ کرے گا۔ فقرا مساکین، عمال، تالیف قلب، فی سبیل اللہ، مسافر وغیرہ آٹھ حصوں میں اسے تقسیم کیا جائے گا اور بقدر ضرورت ان پر خرچ کیا جائے گا۔ (۱/۵۴۱)

نصف خمس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقرباء کے لیے ہے

ان سے ہی روایت ہے کہ نصف خمس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقرباء کے لیے ہے۔ (۱/۵۴۲)

کیا آپ کو علم ہے کہ (مہدی) کے غائب ہونے پر خمس ساقط ہے

عمر بن یزید کہتے ہیں: میں مسمع کو مدینہ میں دیکھا۔ وہ اس سال ابو عبد اللہ (علیہ السلام) کے پاس کچھ مال لے کر آئے تھے مگر ابو عبد اللہ نے یہ مال واپس کر دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) نے مال کیوں واپس کر دیا؟ اس نے کہا: ابو عبد اللہ کہتے ہیں: ہم نے یہ تمہارے لیے حلال کر دیا ہے۔ لہٰذا تم اپنا مال واپس لے جاؤ۔ جو کچھ مال ہمارے شیعہ کے پاس ہے وہ ان کے لے حلال ہے حتیٰ کہ ہمارا امام آ جائے جب وہ آ جائے تو وہ ادا کریں۔ وہ

خراج ادا کریں گے اور زمین ان کے پاس رہے گی اور جو کچھ شیعہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کے پاس ہے تو زمین میں سے کچھ لینا ان کے لیے حرام ہے حتی کہ جب ہمارا امام ظاہر ہوگا۔تو زمین ان سے چھین کر انہیں ذلیل کر کے نکال دیا جائے گا۔(۱/۴۰۸)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے پوچھا گیا: لوگوں پر زنا کی بلا کہاں سے نازل ہوئی۔کہا ہمارے اہل بیت کے خمس کی وجہ سے مگر وہ شیعہ جو طیبین (پاک) ہیں ان کو تو یہ پیدائشی حق حاصل ہے۔

یہ تحقیق کہ زنا کہاں پایا جائے گا

کلینی نے روایت کی ہے "قیامت والے دن سب سے زیادہ سخت عذاب میں صاحب خمس ہوگا۔وہ کہے گا اے میرے رب! میرا خمس؟ ہم نے تو یہ اپنے شیعہ کے لیے بہتر جانا تھا تا کہ ان کی ولادت پاک ہو اور وہ اپنی ولادت کو پاک وصاف رکھیں۔(۱/۵۴۷)

خمس مطلق طور پر واجب نہیں ہے

کیونکہ یہ شیعہ کے لیے حلال ہے تا کہ ان میں کوئی زانی پیدا نہ ہو۔خمس اور زنا میں کیا تعلق ہے یہ مجھ سے مت پوچھئے؟ یہ ایسا راز ہے جو خاص لوگوں کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔اگلی روایت ملاحظہ کریں۔

ابن عبداللہ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی﴾ (۸/ الانفال:۴۱) "جان لو جو بھی تم غنیمت حاصل کرو اس میں پانچواں حصہ اللہ کا، رسول کا اور اقرباء کا ہے۔" کہا: اللہ کی قسم! یہ تو ایک ایک دن کا فائدہ ہے مگر یہ ہے کہ میرے والد نے یہ شیعہ کا حق قرار دے دیا تا کہ ان میں زانی پیدا نہ ہو (۱/۵۴۴) یعنی وہ پاک رہیں اور ان کے ہاں حلال اور پاک بچوں کی ولادت ہو۔

ان سے ہی روایت پہلے گزر چکی ہے کہ نہروں سے جس کھیتی کو پانی پلایا جائے یا نہروں کا جو پانی ہے سب ہمارا ہے۔جو ہمارا ہے وہ ہمارے شیعہ کا ہے۔ہمارے دشمنوں کا اس میں سے کچھ نہیں مگر یہ کہ وہ اس پر قبضہ کر لیں۔ہمارا ولی (وصی) تمام زمین کا وارث ہے۔(۱/۴۰۹)

واقعات اصولوں کے خلاف ہیں

میں کہتا ہوں: شیعہ ان تقسیمات کا خیال نہیں کرتے جو پہلے گزر چکی ہیں۔نہ ہی وہ ان

قواعد کا خیال کرتے ہیں جو پہلے بیان ہوئے ہیں۔اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عمل تطبیق الگ چیز ہے اور ائمہ کی طرف منسوب اقوال یہ الگ چیز ہے۔ہم گزشتہ روایات کی روشنی میں چند قواعد ذکر کرتے ہیں اور پھر دیکھیں گے کہ واقعات اور ان قواعد میں کس قدر فرق ہے۔

① امریکہ اور آسٹریلیا کے باشندوں پر کوئی خمس نہیں کیونکہ وہ اس وقت معروف نہ تھے۔
② خمس اولاد علی (رضی اللہ عنہ) پر ظلم یا تنگی نہیں ہے۔
③ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ان کے لیے خمس میں حق ہے جیسا کہ عباس، جعفر اور عقیل کی اولاد کے لیے ہے۔
④ علی (رضی اللہ عنہ) کی اولاد پر صدقہ حرام ہے جنہیں وہ (سادات) کہتے ہیں۔
⑤ ان پر زکوٰۃ بھی حرام ہے۔
⑥ نصف خمس یتیموں، مسکینوں، مسافروں کے لیے ہے جو کہ بنی ہاشم سے ہوں۔
⑦ باقی نصف امام کے لیے ہے۔یہ آج کل انہوں نے فقیہ کے لیے خاص کر دیا ہے کیونکہ وہ امام کا نائب ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ خمس کے دو حصے ہیں ایک فقیہ کے لیے اور ایک فقرائے بنی ہاشم کے لیے (یتیم، مسکین، مسافر وغیرہ) اس طرح غنی سادات کے لیے کچھ نہیں ہے۔
⑧ خمس ہر حال میں شیعہ کے لیے جائز ہے۔
⑨ امام زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا۔

یہ اب ان سب قواعد پر کہاں عمل پیرا ہیں؟

امام زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا

ابو بصیر ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے بیان کرتے ہیں کیا امام زکوٰۃ ادا کرے گا تو انہوں نے کہا تو نے ایک مشکل چیز کے متعلق سوال کر دیا ہے۔کیا تجھے علم نہیں ہے کہ دنیا و آخرت کا سب کچھ امام کے لیے ہے وہ جہاں چاہے خرچ کرے جس کو چاہے عطا کرے۔یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے اس کے لیے جائز ہے۔امام کوئی رات ایسی نہیں گزارتا مگر یہ کہ اس کی گردن پر اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی حق ضرور ہوتا ہے۔(۴۰۹/۱)

میں کہتا ہوں پھر اللہ تعالیٰ کے لیے کیا باقی رہا۔جس نے اپنے متعلق (مالک الملک)

اور مالک یوم الدین کہا ہے؟

کلینی کہتا ہے: خمس کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ فقیروں کے لیے لوگوں کے مال میں رزق رکھا ہے اور یہ آٹھ حصوں میں ہے۔ پھر کہا اس لیے نبی (ﷺ) اور والی کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے تاکہ وہ ضرورت مند باقی نہ رہے۔ مگران کے ذمے کچھ اور چیزیں ہیں جو زکوٰۃ کی قائم مقام ہیں اور ان کے لیے بھی کئی لحاظ سے حقوق ہیں جیسے واجبات ہیں۔

میں کہتا ہوں: شیعہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾ کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں یہ علی (علیہ السلام) کے متعلق اتری ہے لہٰذا وہ امام ہیں۔

امام اور دراہم

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے "اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ چیز امام کو دراہم دینا ہے۔ جو امام کو درہم دے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں درہم عطا کرے گا اور جنت کا درہم احد پہاڑ جتنا ہوگا پھر کہا: اسی لیے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً﴾ (۲/ البقرہ:۲۴۵) "جو کوئی اللہ کو قرض دے گا۔ قرض حسنہ تو وہ اس کو کئی گنا زیادہ بڑھا دے گا۔" کہا: اللہ کی قسم یہ آیت کریمہ خاص طور پر امام کو دینے کے متعلق ہے۔ (۱/ ۵۳۸۔۵۳۷)

یعنی کلینی یہ کہہ رہا ہے کہ امام کو درہم دینا اللہ تعالیٰ کے ہاں توحید و عقیدہ، نماز و روزہ، زکوٰۃ و حج، حسن خلق اور اللہ کے ذکر سے بھی زیادہ پسند ہے۔ کیا آپ نے کبھی ایسا جھوٹ سنا ہے؟

میں کہتا ہوں کلینی کی اسی کتاب میں ایک روایت پہلے گزر چکی ہے کہ تقیہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصوں پر مشتمل ہے۔ پھر آپ نے پڑھا کہ اس نے کہا سب سے بڑی عبادت (بداء) ہے اور یہاں کہتا ہے کہ درہم امام کی خدمت میں پیش کرنا سب سے بڑی عبادت ہے۔ ہم اس کے کس قول کی تصدیق کریں۔ یہی ظاہر ہوتا ہے جب یہ کسی ایک کام کی جھوٹی نظم بیان کرتا ہے تو بھول جاتا ہے کہ اس نے دوسرے کام کے متعلق کیا کہا ہے؟

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ وہ درہم جو امام کو دیا جاتا ہے وہ نیکی کے لحاظ سے

دوسرے دس لاکھ درہموں سے بہتر ہے۔ (۲/۵۳۸)

یہاں تو یہ ہے مگر سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کا قول ہے۔ "یہ صلہ رحمی ہو یا زکوٰۃ ہو یا صدقہ ہو یہ اہل بیت پر حرام ہے۔"

کیا آپ نے کوئی اور دین بھی ایسا دیکھا ہے جو کلینی کے دین کی طرح تضادات کا مجموعہ ہو۔

خمس ہر مال پر ہے

سماعۃ سے روایت ہے کہ میں نے ابوالحسن (علیہ السلام) سے خمس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: ہر اس تھوڑے اور زیادہ مال پر ہے جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

میں کہتا ہوں: ہر مال پر خمس کی آیت کہاں نازل ہوئی ہے؟ اور کہاں اس کی عملی شکل ممکن ہے؟ یہ آیت کب اتری ہے؟

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حجۃ الوداع سے واپس آئے تو خمس کی آیت اتری ہے۔

میں کہتا ہوں: آیت خمس سورۂ انفال میں ہے۔ اور یہ سورۂ مبارکہ معرکہ بدر کے بعد اتری ہے اور اس میں احکام قتال بھی اترے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا مندرجہ ذیل فرمان ہے:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ط وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ط وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ وَلٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لِّیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾ (۸/ الانفال:۴۱-۴۲)

حجۃ الوداع دس ہجری کو ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا۔ اور یہ فتنہ پرور جھوٹے ہیں۔

مال فے، مال انفال اور خمس کی تفسیر میں اغلاط اور اختلاط

کلینی کہتا ہے جس مال و دولت پر دشمن غالب آجائے اور پھر ان سے لڑ کر یا غلبہ کے بعد

چھینا جائے تو یہ مال فے ہے یعنی یہ ان کی طرف لڑائی یا غلبہ کے بعد لوٹا ہے تو یہ مال فے ہے۔ تو اس میں وہ حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ﴾ (۸/ الانفال:٤١) یعنی وہ اللہ رسول اور ان کے اقرباء کا ہے اور یہ فے یعنی واپس آنے والا ہے۔ یہ غیروں کے ہاتھ میں تھا جو بزور شمشیر واپس ہوا ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ فتویٰ کتاب اللہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مال فے اس کو قرار دیا ہے جو بغیر لڑائی اور قتال کے ہو، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (٥٩/ الحشر:٦)

”اور ان کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ہاتھ لگایا ہے جس پر نہ تو تم نے اپنے گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جس پر چاہے غالب کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

پھر اس آیت کریمہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کے مصارف (خرچ کی جگہ) بھی بیان کیے ہیں ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ”بستیوں والوں کا مال اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے۔ وہ اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں، مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہوں یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔“ (۵۹/ الحشر:۷)

پھر ان مذکورہ لوگوں کی تفسیر مہاجرین اور انصار اور ان کے بعد آنے والے لوگوں کی شکل میں بیان فرمائی، یہ ان کی محبت ان سے راضی ہونے اور ان کی طلب بخشش کی بنیاد پر ہے (ترجمہ) ”فے کا مال ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلبگار ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں۔“ (۵۹/ الحشر:۸)

یہ تو مہاجرین کے متعلق آیت کریمہ تھی جو نعوذ باللہ کلینی اور اس کے پیروکاروں کے ہاں ملعون ہیں پھر فرمایا (ترجمہ) ''اور ان کے لیے ہے جنہوں نے اس گھر (مدینہ) میں اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دیا جائے اس کے لیے دل میں تنگی محسوس نہیں کرتے بلکہ خود اپنے اوپر ان کو ترجیح دیتے ہیں خود کو کتنی سخت حاجت ہو۔ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہ کامیاب رہا۔'' (۵۹/الحشر:۹)

یہ آیت کریمہ انصار کے متعلق ہے اور پھر فرمایا۔ ترجمہ ''اور ان کے لیے جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (دشمنی) نہ ڈال۔ اے ہمارے رب! بیشک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔'' (۵۹/الحشر:۱۰)

یہ قیامت تک آنے والی مسلمانوں کی ان تمام نسلوں کے متعلق ہے جو انصار اور مہاجرین سے محبت کرتے ہیں یہ ایسی فضیلت ہے جس سے شیعہ محروم ہیں۔

مال فے کو فقط نبی ﷺ کے رشتہ داروں کے ساتھ خاص کرنے کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔

یہ تو حتمی اور پکی بات ظاہر ہو رہی ہے کہ اس فتویٰ سے دولت کو ایک خاص طبقہ کے ہاتھوں میں دیا جا رہا ہے۔ جس سے آیت کریمہ واضح طور پر منع کر رہی ہے۔ یہاں تو یہ رد ہے کہ دولت فقط انبیا کے ہاتھ میں ہی گردش نہ کرتی رہے۔ پھر اس کے بعد دولت کو ایک مخصوص طبقہ کے ساتھ کیسے خاص کیا جا سکتا ہے یہ تو واضح تناقض (خلاف ورزی) ہے۔

پھر کلینی کہتا ہے: جو بغیر گھوڑے دوڑائے اور لڑائی کے بغیر ہاتھ آئے یہ انفال ہے یہ اللہ اور رسول کے ساتھ خاص ہے اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہے۔

یہ واضح طور پر خلط ملط اور آیت سابقہ کے ساتھ تناقض ہے کیونکہ جو مال بغیر لڑائی اور گھوڑے دوڑائے ہاتھ آئے، وہ تو فے ہے۔ اور اس میں ہے کہ یہ نبی (ﷺ) اور دیگر لوگوں کا ہے۔ یہ تو ایک لحاظ سے ہے۔

اور دوسرے لحاظ سے یہ ہے کہ سورۂ انفال اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے سبب اتاری ہے اور

اس میں جو مال کفار سے بزورِ قوت حاصل ہوا، اسے انفال کا نام دیا اور اس میں فرمایا: (ترجمہ)
''جان لو جو کچھ بھی تمہیں غنیمت حاصل ہو۔ اس کا پانچواں حصہ اللہ کا ہے اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور مسافروں کا، اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور رسول کا اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتاری جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اور یہ سورۂ مبارکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے شروع ہو رہی ہے: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (۸/ الانفال: ۱)

اس کا شان نزول یہ ہے: آپس میں اختلاف ہوا۔ نوجوانوں نے کہا: مال غنیمت ہمارے لیے ہے کیونکہ ہم نے لڑائی میں مباشرتاً حصہ لیا ہے۔ بوڑھوں نے کہا: مال غنیمت ہمارے لیے ہے کیونکہ ہم نوجوانوں کے پشت بان تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ انفال اللہ اور رسول کے لیے ہے۔

پھر آیت خمس اتاری اور اس کے مصارف (خرچ کی جگہ) بھی واضح کی اور یہ کہ ان کے لیے اور بتایا کہ چار حصے ان کے لیے ہیں۔ اللہ نے اس مال کا نام انفال رکھا جو لڑائی کے بعد حاصل ہوا اور اسے غنیمت کہا: اور مال غنیمت کو انفال کہا: کیونکہ یہ ان کے لیے حلال ہوا اور ان سے پہلے یہ مال کسی کے لیے جائز نہ تھا۔ پھر یہ قول کیسا ہے جس میں فے اور غنیمت کا فرق نہیں کیا گیا۔ ایسے لگتا ہے کہ اس شخص نے کبھی کتاب اللہ کی تلاوت بھی نہیں کی، یہ جہالت اس نے اپنے تک محدود نہیں رکھی بلکہ اسے ائمہ کی طرف منسوب کر دیا۔

ابو عبداللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں: انفال وہ مال ہے جس پر گھوڑے نہ دوڑائے جائیں اور نہ ہی لڑائی لڑی جائے۔ (۱/۵۳۹)

ابو جعفر (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى﴾ (۸ / الانفال: ۴۱) کہا: یہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قرابت دار ہیں، خمس اللہ، رسول اور ہمارے لیے ہے۔ (حوالہ سابقہ)

میں کہتا ہوں: یہاں پر اور بھی کئی لوگوں کا تذکرہ ہے جیسا کہ یتیم ومساکین اور مسافر وغیرہ اور یہ ذوی القربی (پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے رشتہ داروں) کے علاوہ ہیں اس آیت کریمہ میں واؤ ہے جو یہ فائدہ دیتا ہے کہ یہ ذوی القربی کے علاوہ ہیں۔

عبد صالح سے روایت ہے: اعراب (بدوی) کے لیے مال کا کچھ بھی حصہ نہیں ہے اگر چہ وہ والی کے ساتھ مل کر قتال ہی کیوں نہ کریں اور نہ ہی مال غنیمت میں ان کا کوئی حصہ ہے۔

میں کہتا ہوں: کیا رومیوں اور فارسیوں سے عربوں کے علاوہ بھی کوئی لڑا ہے۔ ان کے لیے تو مال غنیمت کے پانچ حصوں میں سے چار حصے تھے۔

ابوالحسن تحدید کرتے ہوئے کہتے ہیں (جیسا کہ کلینی نے ذکر کیا ہے) کہ مال غنیمت وہ ہے جس پر رسول اللہ (ﷺ) نے گھوڑے نہ دوڑائے ہوں اور نہ ہی لڑائی کی ہو اور یہ کہ ان (شیعہ) کا حق ہے۔ اور ان سے خلیفہ مہدی نے سوال کیا: اے ابوالحسن! مجھے اس مال کی تحدید تو بتایئے تو انہوں نے کہا: اس کی تحدید یہ ہے اور کہا جبل احد، اور پھر کہا عریش مصر دومتہ الجندل انہوں نے پوچھا: کیا یہ سب؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں اے امیر المؤمنین! ایسا ہی ہے اور فرمایا: یہ تمام وہ مال ہے جس پر نہ ہی تو گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی لڑائی کی گئی۔ (۱/۵۴۳)

میں کہتا ہوں: اس بات یہ واضح ہو رہا ہے کہ کلینی فقط جغرافیہ سے ہی بالکل ناواقف نہیں تھا بلکہ اسے تاریخ کا بھی قطعاً علم نہ تھا کیونکہ عریش مصر عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے دور خلافت میں عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ) کے زمانے میں فتح ہوا۔ اور یہ وہ سرزمین ہے جس پر لڑائی بھی ہوئی گھوڑے بھی دوڑائے گئے اور اسے بزور قوت فتح کیا گیا۔ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہ) نے اس پر چڑھائی کی۔ مگر کلینی اور شیعہ جھوٹی حکایات بنانے میں اور اسے نشر کرنے کے علاوہ وہ کچھ نہیں جانتے جیسا کہ ہر زمانے میں ان کی عادات اور ان کا دین یہی رہا ہے۔

آٹھویں فصل

یہ کتاب تناقضات (اختلافات) کا مجموعہ ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق فرمایا ہے کہ ﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ (٤/ النساء: ٨٢) ''یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے علاوہ کسی کی طرف سے ہوتا تو اس میں شدید اختلاف ہوتا۔'' یعنی تناقض اختلاف کا ہونا دلیل ہے کہ وہ غیر اللہ کی طرف سے ہوگا اگر کسی کتاب یا مسئلہ میں تناقض (اختلاف) ہو تو سمجھ لو اس کا اللہ کے دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر کسی کتاب میں تناقض غالب یا بہت زیادہ ہے یا ایسا اختلاف ہو جس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں تو اس کو صاحب کتاب کی طرف ہی پھینک دو۔ اور خوب جان لو کہ لکھنے والا جھوٹا ہے یہ تو عام اختلاف کی بات ہے تو پھر اس اختلاف کو کیسے دین میں جگہ ملے گی جو کتاب اللہ کی آیات اور نصوص کے مخالف ہو۔

کلینی کی کافی میں اس قدر اختلاف ہیں کہ میں نے کوئی ایسی کتاب اور نہیں دیکھی ہے۔ وہ ایک جگہ ایک بات کرتا ہے اور دوسری جگہ اسے سرے سے ہی جھٹلاتا ہے جیسے کسی ذاتی لالچ کی وجہ سے وہ جان بوجھ کر ایسی باتیں نقل کرتا رہا۔ یہاں پر اس کے تناقض یعنی اختلاف کی چند چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔

روح القدس

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ انبیا اور اوصیا میں پانچ روحیں ہوتی ہیں۔

① روح القدس ② روح الایمان ③ روح حیاۃ ④ روح قوت اور ⑤ روح شہوت۔ لہٰذا وہ روح قدس کے ذریعے عرش سے لے کر فرش تک اور زمین کی تہوں کے حالات سے بھی باخبر رہتا ہے۔ (۱/۲۷۲)

پھر روایت بیان کرتا ہے: ابوعبداللہ بیان کرتے ہیں: روح قدس ایک عظیم مخلوق ہے یہ

جبرائیل اور میکائیل سے بھی بڑی مخلوق ہے۔ محمد (ﷺ) کے علاوہ یہ کسی کے پاس نہ تھی پھر یہ ائمہ کی طرف منتقل ہوگئی۔ (۲۷۳/۱)

دیکھئے کس طرح پہلی روایت میں دعویٰ کیا کہ یہ انبیا کے ساتھ ہے اور دوسری روایت میں کہا کہ روح القدس فقط محمد (ﷺ) کے ساتھ ہے۔

روح، روح القدس اور روح الامین

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''یہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہہ دیجئے روح میرے رب کا امر ہے اور تمہیں انتہائی کم علم دیا گیا ہے۔''

یہاں جس روح کا ذکر ہے یہ وہی روح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو پیدا فرمایا اور اس میں روح پھونکی تو فرشتے سجدے میں گر گئے اور اس کے ذریعے مٹی کا پتلا انسان بن گیا۔ ہم اس سے زیادہ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے جس کا علم اس کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

قرآن مجید میں روح کا اطلاق اس طرح بھی کیا گیا ہے کہ روح کے بغیر لوگ مردے ہیں اور یہ وہ روح ہے جو کافر میں زندگی پھونک دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (سورۃ الانعام:۱۲۲) ''ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دیا وہ اس کو لیے ہوئے لوگوں کے درمیان چلتا ہے۔''

اور فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ (۸/ سورہ الانفال: ۲۵) یہاں روح ان معانی میں ہے کہ اصل زندگی بخشا یعنی معنوی اعتبار سے استعمال ہوا ہے قرآن مجید روح جبرائیل (علیہ السلام) پر بھی بولا گیا ہے کیونکہ وہ وحی لانے کے ساتھ خاص ہیں اور یہاں بھی معنوی استعمال ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق بھی فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا...... ﴾ (٤٢/ الشورٰی:٥٢) ''اور اس طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روح کو اتارا ہے آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے لیکن ہم نے اسے نور بنایا۔''

اور فرمایا: ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ﴾ (١٦/ النحل:٢) ''وہی فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں پس تم مجھ سے ڈرو۔''

اور جبرائیل علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ (٢٦/ الشعرآء: ١٩٣-١٩٤) ''اسے روح الامین لے کر اترا ہے آپ کے دل پر تا کہ آپ آگاہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔''

اور فرمایا: ﴿قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ﴾ (١٦/ النحل:١٠٢) ''کہہ دیجئے کہ اسے جبرائیل آپ کے رب کے پاس سے حق کے ساتھ لے کر نازل ہوئے ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ (٣٠/ النبا-٧٨) ''اس دن روح اور فرشتے صفوں میں کھڑے ہوں گے، بات نہیں کریں گے مگر جسے رحمٰن اجازت دے اور وہ صحیح بات کرے گا۔''

ان آیات سے واضح ہوا کہ روح، روح القدس، روح الامین جبرائیل (علیہ السلام) ہیں یہ اوصاف والقاب صفات کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف ورنہ موصوف (جبرائیل) ایک ہی ہیں اور کلینی کا دعویٰ آپ پڑھ چکے ہیں یہ کوئی اللہ کی مخلوق ہے جو جبرائیل اور میکائیل کے علاوہ کوئی چیز ہے۔

مزید روایات ملاحظہ ہو

ابو عبداللہ (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا

مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے کہا: الروح یہ اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جو جبرائیل اور میکائیل سے بھی بڑی مخلوق ہے اور یہ رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ تھی انہیں خبریں دیتی اور ان سے دشمنی اور مصائب کو روکے رکھتی اور ان کے بعد ائمہ کے ساتھ ہے۔ (۲۷۳/۱)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے آیت کریمہ: ﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: یہ جبرائیل اور میکائیل سے بڑی مخلوق ہے۔ محمد (ﷺ) کے علاوہ کسی کے ساتھ نہ تھی اور آپ کے بعد یہ ائمہ کے ساتھ ہے جو ان کا ہر لحاظ سے تعاون کرتی ہے۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ائمہ نے کسی آدمی سے علم نہیں سیکھا ہوتا اور نہ ہی کسی کتاب سے حاصل کیا ہوتا ہے بلکہ انہیں روح نے پڑھایا ہوتا ہے اور یہ فضیلت اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ (۲۷۴/۱)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے امام کے علم کے متعلق ان سے پوچھا گیا کہ وہ ساری دنیا کی خبریں جانتا ہے حالانکہ وہ اپنے گھر میں چھپا رہتا ہے۔ کیا روح القدس نے پڑھایا ہوتا ہے۔ (۲۷۲/۱) ابوحمزہ سعد الاسکاف سے روایت ہے کہ ایک آدمی امیر المؤمنین (علیہ السلام) کے پاس آیا اور روح کے متعلق پوچھا کہ کیا اس سے مراد جبرائیل نہیں ہیں؟ تو امیر المؤمنین نے کہا: جبرائیل علیہ السلام تو فرشتوں میں سے ہیں جبکہ روح جبرائیل کے علاوہ مخلوق ہے۔ یہ بات انہوں نے دوبار کہی تو اس آدمی نے دوبارہ کہا: آپ بہت بڑی بات کہہ رہے ہیں پہلے تو کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ روح جبرائیل کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ امیر المؤمنین نے اسے کہا: تو انتہائی گمراہ آدمی ہے اور گمراہ لوگوں سے روایت بیان کرتا ہے پھر یہ آیت پڑھی: ﴿اَتٰٓى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ﴾ اور پھر فرمایا دیکھو یہاں آیت میں روح ملائکہ (فرشتوں) کے علاوہ ذکر ہے۔ (اور جبرائیل تو فرشتہ ہے)

میں کہتا ہوں! پھر اس آیت کریمہ کا مطلب کیا ہوگا: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ﴾ (۲۶/ الشعرآء:۱۹۳۔۱۹۴)

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ﴾ (۱۶/ النحل:۲) میں روح سے مراد وحی ہے۔ یہ نام اس لیے رکھا گیا کہ وحی مردہ دلوں کو زندہ کرتی ہے۔ جو جہالت اور نفسانی خواہشات پر عمل کی وجہ سے مردہ ہو چکے ہوتے ہیں جیسا کہ بدن روح سے زندہ ہوتے ہیں۔

اللہ کی پناہ کہ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) ایسی بات کریں جو گزشتہ کلام میں ان کی طرف منسوب کی گئی ہے کیونکہ وہ قرآن مجید کے عالم تھے اور کلینی کی طرح قرآن سے جاہل نہ تھے کلینی اور اس کے ہم نوا اپنے پاس سے جھوٹ بنا بنا کر لکھتے رہتے ہیں۔

العرش

کلینی عرش کی تفسیر کبھی علم سے کرتا ہے اور پھر بھول جاتا ہے یا پھر جان بوجھ کر ایسے معانی بیان کرتا ہے جو اس کے خلاف ہیں اور شاید ایسا اپنے ذاتی مفاد کے لیے کرتا ہے اور یہ ایسے معانی بیان کر رہا ہے جیسے وہ کوئی محسوس ہونے والی چیز ہو۔

ایک ہی روایت اختلاف پر مبنی ہے

ابوالحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے عرش اللہ نہیں ہے۔ عرش درحقیقت علم اور قدرت کا نام ہے۔ عرش میں ہر چیز ہے۔ (پھر کہا) عرش یہ اللہ کی مخلوق ہے کیونکہ اس کی مخلوق عرش کو اٹھا کر عبادت سرانجام دے رہی ہے (پھر کہا) وہ اس کے علم کو اٹھانے والے ہیں ایک مخلوق عرش کے اردگرد تسبیح بیان کرتی ہے۔ اور وہ اس کے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں...... اللہ عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اس نے وضاحت کی ہے۔ عرش اور جو اسے اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے اردگرد ہیں ان سب کو اللہ اٹھائے ہوئے ہے۔ (۱/۱۳۱)

یہ کیسا بے معنی کلام اور یہ کیسا یوٹرن ہے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں عرش اٹھانے والے (اور عرش علم ہے) آٹھ ہیں چار ہم

میں سے اور چار جن میں سے اللہ نے چاہا۔ (۱/۱۳۲)

اس روایت پر حاشیہ میں لکھا ہے۔ کاظم (علیہ السلام) کہتے ہیں: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ کا عرش اٹھانے والے آٹھ ہوں گے۔ چار پہلے لوگوں میں سے، نوح، ابراہیم، موسیٰ وعیسیٰ اور چار آخری ہم میں سے محمد، علی، حسن وحسین۔

میں کہتا ہوں: باقی لوگوں کا کیا قصور بقیہ انبیا اور ائمہ وغیرہ کیا اللہ کے علم سے ان کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

داود الرقی کہتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ سے سوال کیا: ﴿وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾ (۱۱/ ھـــود: ۷) اس آیت کریمہ کا کیا مطلب ہوگا؟ انہوں نے کہا: لوگ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا لوگ تو کہتے ہیں عرش پانی پر تھا اور اللہ عرش کے اوپر تھا۔ انہوں نے کہا وہ جھوٹ کہتے ہیں اس طرح تو انہوں نے رب کو محمول (جس کو اٹھایا گیا ہو) بنا دیا حالانکہ وہ دین، اور اپنے علم کو اٹھانے والا ہے اس سے بھی قبل کہ زمین وآسمان، جن وانس اور سورج وچاند تخلیق کیے گئے تھے۔ میں کہتا ہوں: کیا یہ بات تصور میں لائی جاسکتی ہے جو یہ کہہ رہا ہے؟ کہ اللہ کا علم پانی پر تھا۔ ماشاء اللہ کیسی زبردست تفسیر ہے؟

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: اللہ تعالیٰ جب امام کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے عرش کے نیچے سے پانی کا گھونٹ لینے کا حکم فرشتے کو دیتا ہے لہٰذا اسی گھونٹ سے امام پیدا ہوتا ہے۔ (۱/ ۳۸۷)

میں کہتا ہوں: اگر عرش سے مراد علم ہے تو اللہ تعالیٰ علم کے نیچے سے گھونٹ لینے کا حکم صادر فرماتا ہے؟

ان معانی کو آنے والی روایت کے مطابق دیکھئے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں: جب اللہ پہلے اور بعد والے سب لوگوں کو جمع کرے گا تو ایک شخص کو بلائے گا جس کی طرح کا خوبصورت انسان پہلے لوگوں نے نہ دیکھا ہوگا۔ پس اچانک مومن دیکھیں گے کہ وہ تو قرآن ہے...... وہ کہیں گے یہ تو ہم میں سے ہے...... مگر وہ ان کے پاس سے ہوتا ہوا عرش کے دائیں طرف کھڑا ہو جائے گا۔ اللہ کہے گا۔ مجھے میری

عزت وجلال اور عظمت مقام کی قسم! آج میں اسے عزت دوں گا جس نے تجھے عزت دی اور اسے ذلیل کروں گا جس نے تجھے عزت نہ دی۔ (۱/۶۰۲)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں...... جس کو چھینک آئے...... اس کے ناک کے دائیں حصے سے ایک پرندہ نکلتا ہے جو ٹڈی سے کچھ چھوٹا ہوتا ہے اور مکھی سے بڑا ہوتا ہے حتی کہ اللہ کے عرش کے نیچے چلا جاتا ہے اور قیامت تک اس کے لیے پناہ مانگتا رہتا ہے۔ (۲/۶۵۷)

انبیا کی وراثت

ابو عبداللہ (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''یقیناً علما انبیا کے وارث ہیں وہ درہم و دینار کے وارث نہیں ہوتے وہ تو علم کے وارث ہوتے ہیں جس نے علم حاصل کرلیا اس نے بہت بھلائی اکٹھی کرلی۔'' (۱/۴۳)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ علما انبیا کے وارث ہیں، اس لیے کہ وہ انبیا کے درہم و دینار کے وارث نہیں ہوتے وہ تو احادیث کے وارث ہیں۔ جس نے اسے حاصل کیا اس نے بہت زیادہ بھلائی حاصل کرلی۔ (۱/۳۲)

علی (علیہ السلام) سے روایت ہے جبکہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر کے پاس شکایت کررہے تھے۔ آپ کی بیٹی کو اللہ کے حضور خفیہ دفن کیا گیا ہے۔ اور اس کا حق مارا گیا ہے اور اس سے وراثت کو روکا گیا ہے۔ (۱/۴۵۹)

علم غیب

یہ کتاب ان روایات سے بھری پڑی ہے کہ ائمہ غیب جانتے ہیں اور ان سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے۔ اس کو جانتے ہیں۔ میں قاری سے ایک ہی درخواست کروں گا کہ اس کتاب کا مطالعہ کیجئے اور اس میں موجود عجیب وغریب روایات پڑھ کر تعجب کیجئے۔ اور ابواب پر بھی غور کیجئے گا۔

ایک باب یہ ہے: ائمہ ماضی مستقبل کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں اور ان پر کوئی چیز بھی ہرگز مخفی نہیں ہے۔ (۱/۲۶۰)

اس باب کے تحت کلینی نے بہت سی روایات ذکر کی ہیں چند ملاحظہ ہوں۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں کہ میں زمین وآسمان اور جنت وجہنم کی ایک ایک چیز کو جانتا ہوں اور میں ماضی اور مستقبل کے متعلق سب معلومات رکھتا ہوں۔ کہتے ہیں پھر کچھ دیر کے بعد کہا جبکہ انہیں محسوس ہوا کہ یہ بات سننے والوں کو بھاری محسوس ہو رہی ہے کہ یہ سب کچھ مجھے کتاب اللہ سے پتہ چلا ہے کیونکہ اللہ اسی کتاب میں فرماتا ہے: ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ ''اس میں ہر چیز کی وضاحت ہے۔''

سیف تمار سے روایت ہے کہ ہم ابوعبداللہ (علیہ السلام) کے ساتھ شیعہ کی ایک جماعت میں مقام حجر پر موجود تھے کہ انہوں نے کہا: ہمارے پیچھے جاسوس نظر نہیں آتا۔

انہوں نے کہا: رب کعبہ کی قسم! (تین مرتبہ) اگر میں موسیٰ اور خضر کے پاس ہوتا تو انہیں بتاتا کہ اس کی ان کو بھی خبر نہ ہوتی کیونکہ موسیٰ اور خضر کو ماضی کا علم تو دیا گیا تھا مستقبل کا نہیں حتیٰ کہ قیامت قائم ہوجائے۔ ہم نے تو یہ علم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وراثت میں حاصل کیا ہے۔ (۲۶۱/۱)

میں کہتا ہوں یہ کیسا اختلاف ہے اسے ماکان (ماضی) ومایکون (مستقبل) کا علم تو ہے مگر یہ علم نہیں کہ ان کے پیچھے جاسوس ہے یا نہیں۔

مفضل ابوعبداللہ (علیہ السلام) کے پاس تھے تو مفضل نے کہا: میں آپ پر فدا ہوجاؤں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ایک بندے کی اطاعت فرض قرار دیتا ہے اور اس سے آسمانوں کی خبر پوشیدہ رکھتا ہے انہوں نے کہا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے اپنے بندوں پر زیادہ رحم اور لطف وعنایت والا ہے کہ اپنے بندوں پر کسی بندے کی اطاعت واجب کرے پھر اس سے صبح وشام کی خبر مخفی (پوشیدہ) رکھے۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں جبکہ وہ انتہائی غصے میں تھے کہ ان لوگوں پر تعجب ہے کہ جو کہتے کہ ہم غیب جانتے ہیں اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا میں نے اپنی لونڈی کو سزا دینے کا ارادہ کیا وہ بھاگ گئی اب مجھے علم نہیں کہ اس نے کس گھر میں پناہ لے رکھی ہے؟

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: جب وہ رات آئی جب علی بن حسین (علیہ السلام) نے

وعدہ کیا تھا تو انہوں نے محمد (علیہ السلام) سے کہا: اے بیٹے! وضو کا پانی لاؤ میں اٹھا پانی لے کر آیا تو انہوں نے کہا: مجھے یہ پانی نہیں چاہیے کیونکہ اس میں کوئی چیز مری ہوئی ہے۔ میں چراغ لے کر آیا (میں کہتا ہوں چراغ کی کیا ضرورت ہے امام تو ہر چیز جانتا ہے) تو دیکھا کہ اس میں چوہیا مری ہوئی ہے۔ پھر میں اور پانی لے کر آیا۔ (۱/ ۴۶۸)

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد علی (رضی اللہ عنہ) کتنی دیر زندہ رہے

علی (علیہ السلام) کہ انہیں ایک یہودی نے پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد ان کا وصی کتنی دیر زندہ رہے گا؟ اور کہا: وہ طبعی موت مرے گا یا پھر قتل ہوگا۔ انہوں نے کہا: اے ہارونی! وہ ان کے بعد تیس سال زندہ رہے گا ایک دن بھی کم یا زیادہ نہ ہوگا پھر اسے یہاں (گردن پہ) مارا جائے گا اور یہ الگ کر دی جائے گی راوی کہتا ہے، ہارونی نے چلایا اور اس کی ہچکی بند ہوگئی پھر کہنے لگا۔ أشهد أن لااله الاالله وحده لاشريك له وأشهد أن محمداً عبده ورسوله اور یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ آپ ان کے وصی ہیں۔

میں کہتا ہوں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو فوت ہوئے جیسا کہ کلینی نے خود بھی یہ بات کہی ہے۔ اس لحاظ سے لازم ہے کہ علی (رضی اللہ عنہ) کی شہادت ۱۲ ربیع الاول ۴۱ھ کو ہو، مگر کلینی ہی نقل کرتا ہے آپ ۲۱ رمضان ۴۰ھ میں شہید ہوئے کلینی کے وقتِ محدد سے چھ ماہ کا فرق ہے۔

یہ بات معروف ہے کہ ریاضی کے امور میں ایسی غلطی کا امکان نہیں۔ کیا پھر کلینی جان بوجھ کر جھوٹ بول رہا ہے یا پھر کوئی اور مسئلہ ہے؟

امام کو اپنی امامت کا کب پتہ چلتا ہے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے سوال کیا گیا کہ امام کو اپنی امامت کا کب پتہ چلتا ہے؟ اور معاملہ کب اس پر آ کر ختم ہوتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: پہلی زندگی کے آخری منٹ میں۔ (۱/ ۲۷۵)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) امام کے حمل اور ولادت کے متعلق بیان کر رہے ہیں۔ جب وہ شکم مادر سے باہر آتا ہے تو دونوں ہاتھ زمین پہ ہوتے ہیں اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہوتا ہے۔ جب وہ ہاتھ زمین پر رکھتا ہے تو وہ تمام علم حاصل کر لیتا ہے جو اللہ نے زمین پہ اتارا ہوتا ہے اور جب سر اوپر اٹھاتا ہے تو عرش کے نیچے سے اللہ رب العزت کی طرف سے منادی

کرنے والا آواز دیتا ہے اور اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر کہتا ہے: فلاں بن فلاں تو ثابت قدم ہو جا میں نے تجھے ایک بہت بڑے کام کے لیے پیدا کیا ہے۔ تو میرا پسندیدہ اور انتخاب شدہ ہے اور تو میرا راز ہے، تو میرے علم کا شاہکار، میری وحی امین اور زمین میں میرا خلیفہ ہے۔ تیرے لیے اور جو تیرا دوست ہو اس کے لیے میری رحمت واجب ہوگئی اور میں نے تجھے اپنی جنتوں کا وارث بنا دیا۔ حتی کہ فرمایا: اللہ اسے پہلے اور بعد کا سب علم عطا کرتا ہے اور لیلۃ القدر کو اسے جبرائیل کی زیارت بھی ہوتی ہے۔ (۱/۳۸۶)

میں کہتا ہوں: اس کا مطلب یہ ہے کہ امام جب پیدا ہوتا ہے تو اسے اپنی امامت کا علم ہوتا ہے یا پھر امامت کا علم اس میں شامل نہیں جو وہ پیدائش کے لمحہ کے وقت سیکھتا ہے، گویا یہ ہر اس علم کی تمثیل ہوتا ہے جو اللہ نے آسمان سے اتارا ہے اور اول و آخر سب کا علم اس کے پاس ہوتا ہے مگر پچھلی روایت میں ہے زندگی کے آخری لمحے میں اسے امامت کا علم ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین (علیہ السلام) جب فوت ہونے لگے تو انہوں نے اپنے بیٹے حسن سے کہا: اے بیٹے! مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا ہے کہ میں تیرے لیے وصیت کروں...... اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ جب تو فوت ہونے لگے تو تم حسین کے حق میں وصیت کرنا۔ پھر وہ حسین کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ مجھے بھی یہ حکم رسول اللہ کی طرف سے ہے کہ تو اپنے بیٹے کو وصیت کرے۔ پھر انہوں نے علی بن حسین (علیہ السلام) کا ہاتھ پکڑا اور انہیں کہا کہ تمہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حکم دیا ہے کہ تم اپنے بیٹے محمد بن علی کے حق میں وصیت کرنا۔ (۱/ ۲۹۷-۲۹۸)

میں کہتا ہوں اس روایت سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ چار ائمہ نے اپنی امامت کا علم ایک ہی وقت میں حاصل کیا اور اپنی پہلی زندگی کے آخری لمحے کے وقت حاصل نہیں کیا۔ پیچھے اکٹھے بارہ ائمہ والی روایت بھی گزری ہے جس میں یہ نام بھی شامل ہیں۔

جبہ یا انگوٹھی؟ اس کے باوجود کہ امام پر زکوٰۃ نہیں

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ: ﴿الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾ (٥/ المائدۃ: ٥٥) کی تفسیر یوں ہے کہ امیر المؤمنین ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے اور انہوں نے ایک قیمتی جبہ پہن رکھا تھا جس کی قیمت تقریباً ایک ہزار درہم تھی ابھی انہوں نے

دو رکعات ادا کی تھیں کہ ایک سائل آیا اور کہا: اے ولی اللہ اور مومنوں کی جانوں کے وارث آپ پر سلام ہو۔ آپ مسکینوں پر کچھ صدقہ کیجئے۔ انہوں نے جبہ اتار کر ایک طرف پھینک دیا اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ لے جاؤ۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتار دی۔ (۱/ ۲۸۸۔۲۸۹)

ان تناقضات (اختلافات) پر غور کیجئے

① شیعہ کے ہاں مشہور خبر یہ ہے کہ وہ انگوٹھی تھی نہ کہ جبہ تھا کیونکہ شاید انہوں نے دیکھا کہ نمازی نماز کے اندر جبہ کیسے اتار سکتا ہے؟ تو انگوٹھی مشہور کر دی۔ (واللہ اعلم)

② جبہ ذاتی استعمال کے لیے تھا اور ذاتی استعمال والی چیز پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

③ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کے متعلق مشہور ہے کہ ان کو دنیا کے مال سے کوئی رغبت نہ تھی ان کا لباس، کھانا پینا اور رہن سہن انتہائی سادہ تھا۔ یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اتنا قیمتی جبہ پہنتے ہوں۔ اس زمانے میں ایک دینار ایک مثقال سونے کے برابر تھا۔ اس لحاظ سے یہ جبہ ایک لاکھ عراقی دینار سے بھی قیمتی تھا۔ یہ بات تصور سے باہر ہے۔

④ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) کے متعلق ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس سے پتہ چلتا ہو کہ ان کے پاس اتنا مال تھا جو نصاب زکوٰۃ کو پہنچتا تھا۔

⑤ یہاں عجیب تناقض ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ امام زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا۔ (مثلاً دیکھیے ۱/ ۴۰۸)

امام کو امام ہی غسل دے

کلینی نے باب قائم کیا ہے کہ امام کو فقط امام ہی غسل دے اور یہ بات بھی معروف اور ناقبل تردید ہے کہ موسیٰ بن جعفر کو ان کے بیٹے علی نے غسل نہیں دیا کیونکہ وہ اس وقت وہاں موجود نہ تھے وہ اس وقت مدینہ میں تھے جبکہ ان کے والد بغداد میں فوت ہوئے تھے۔ اسی طرح حسن عسکری کو بھی امام نے غسل نہ دیا۔ (۱/۳۸۴۔۳۸۵)

امام کے جسم پر کتابت کا مقام

ابوعبداللہ (علیہ السلام) امام کی پیدائش اور تخلیق کے متعلق بیان کر رہے تھے جب اس کی ماں

اسے جنم دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے جس کے پاس (عرش کے نیچے سے پانی) کا گھونٹ ہوتا ہے وہ فرشتہ امام کے دائیں بازو پر لکھتا ہے:﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ﴾ (۱/ ۳۸۷) تیرے رب کے کلمات سچائی اور عدل کے ساتھ پورے ہوگئے اس کے کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں۔

پھر اس کے خلاف روایت کرتے ہوئے کلینی کہتا ہے: جب امام پیدا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کی دو آنکھوں کے درمیان لکھتا ہے:﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾(۱/ ۳۸۷) پھر تیسری روایت اس کے خلاف نقل کرتا ہے: جب امام پیدا ہوتا ہے تو اس کے کندھوں کے درمیان فرشتہ لکھتا ہے:﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ﴾ (حوالہ سابقہ)

عجیب بات تو یہ ہے کہ یہ تینوں روایات ایک ہی صفحہ پر موجود ہیں مگر کسی کو کیا پتہ ہے کہ ان کے ہاں معنوی طور پر دایاں بازو، آنکھوں کا درمیانی حصہ اور کندھے ایک ہی ہیں یہ فرق اب کون کرے؟

عقیدہ بداء، علم مکشوف یا علم مکفوف (واضح یا پوشیدہ)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) فرماتے ہیں: اللہ کے علم کی دو اقسام ہیں ایک جو کہ چھپا ہوا خزانہ ہے اور دوسرا جو اس نے فرشتوں، رسولوں اور انبیا کو سکھلایا ہم اس علم کو حاصل کرتے ہیں۔(۱/ ۱۴۷)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ جب ہم آپ کو کوئی حدیث بیان کریں اور اسی طرح ہی واقع ہو تو کہو صدق اللہ (اللہ نے سچ فرمایا) اور اگر ہم تمہیں کوئی حدیث بیان کریں اور اس کے خلاف واقع ہو تو کہو اللہ نے سچ کہا تو تمہیں دو مرتبہ (دہرا) اجر ملے گا۔(۱/ ۳۶۹)

کتابیں اور وصیت کس کے پاس

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ جب حسین (علیہ السلام) کی وفات کا وقت ہوا تو انہوں نے وصیت جو کہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی تھی، فاطمہ کو دی، جب حسین (علیہ السلام) کا واقعہ پیش آیا تو انہوں نے یہ وصیت علی بن حسین کو دی۔ میں نے پوچھا: اللہ آپ پر رحم فرمائے، اس میں کیا

تھا؟ تو انہوں نے کہا: اس میں وہ سب کچھ ہے جس کی بنی نوع انسان کو ضرورت ہے حتی کہ دنیا ختم ہو جائے۔ (۳۰۴/۱)

مگر وہ اسی حکم پر دوسری روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: جب حسین عراق جانے لگے تو انہوں نے یہ وصیت اور کتاب ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) کو دی جب علی بن حسین واپس آئے تو ام سلمہ نے یہ وصیت و کتاب ان کے سپرد کر دی۔

حسن اور حسین کے درمیان وقفہ ایک طہر کا ہے...... فاطمہ کو ماہواری نہ آتی تھی

ابو عبداللہ (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں: حسن اور حسین (علیہ السلام) کے درمیان ایک طہر کا وقفہ ہے اور دونوں کے درمیان مدتِ ولادت کا فرق چھ ماہ اور دس دن ہے۔ (۴۶۴/۱)

ابو الحسن (علیہ السلام) کہتے ہیں فاطمہ (علیہا السلام) صدیقہ اور شہیدہ ہیں اور انبیا کی بیٹیوں کو ماہواری نہیں آتی ہے۔ (۴۵۸/۱)

میں کہتا ہوں: اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ماہواری نہیں آتی تھی تو حسن و حسین کے درمیان طہر کا وقفہ کیسے ہوا؟

میں کہتا ہوں بھائیوں کے درمیان وقفہ ولادت کو اس طرح بیان کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مؤرخ ان کی تاریخ ولادت سے اچھی طرح واقف ہو مگر کلینی اس معاملہ میں اضطراب (بے چینی) کا شکار ہے کبھی کہتا ہے حسن رضی اللہ عنہ رمضان المبارک ۲ھ کو پیدا ہوئے اور کبھی کہتا ہے ۳ھ کو پیدا ہوئے اور وہ حسین کی تاریخ ولادت بھی ذکر نہیں کرتا۔

وہ کہتا ہے حسین بن علی (علیہ السلام) رمضان میں بدر کے سال ۲ھ کو پیدا ہوئے اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ ۳ھ کو پیدا ہوئے۔ (۳۶۱/۱)

وہ روایت کرتا ہے کہ حسین بن علی (علیہ السلام) ۳ھ کو پیدا ہوئے۔ (۳۶۳/۱)

ان دونوں میں سے کون فضیلت والا ہے

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اور وہ ابو الحسن (علیہ السلام) کی بات کر رہے تھے کہ ہم شیعہ میں اس بچے سے بڑھ کر کوئی برکت والا بچہ پیدا نہیں ہوا۔ (۳۰۹/۱)

ابوالحسن الرضا (علیہ السلام) سے روایت ہے جبکہ وہ ابو جعفر (علیہ السلام) اپنے بیٹے کے متعلق کہہ رہے تھے: یہ وہ بچہ ہے کہ اس جیسا بابرکت بچہ ہم شیعہ میں پیدا نہیں ہوا۔ (۳۲۱/۱)

کافر یا نہیں

یزید الصائغ سے روایت ہے میں نے عبداللہ (علیہ السلام) سے پوچھا: اگر کوئی آدمی ایسا ہو کہ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، جب امانت دی جائے تو خیانت کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: ''یہ کفر کی ادنی منزل پر ہے مگر کافر نہیں۔''

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''جس میں تین خصلتیں ہوں وہ خالص منافق ہے اگرچہ وہ نماز پڑھے یا روزہ رکھے اور دعویٰ کرے کہ وہ مسلمان ہے۔ جب اسے امامت دی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔'' (۲۹۱/۱)

میں کہتا ہوں منافق کافر سے بھی بدتر ہے اس میں کفر سے بھی ایک چیز زیادہ ہے یہ کیسا تضاد ہے کہ ایک حدیث میں منافق ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ کافر ہیں۔

اللہ نے انہیں زیارت کروائی

یہ بات معلوم اور معروف ہے کہ جہمیہ، معتزلہ اور شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کا دیدار (جنت میں) ممکن نہیں۔ یعنی نہ ہی تو دنیا میں نہ ہی آخرت میں۔ مگر کلینی اس کے خلاف روایت کرتا ہے کہ اللہ کا دیدار ممکن ہے بلکہ یہ واقع ہو چکا ہے۔

ابوجعفر (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں: آدم (علیہ السلام) کی پشت سے قیامت تک آنے والی نسل کو اللہ تعالیٰ نے نکالا تو وہ بیج کی مانند نکلے اللہ نے ان کو اپنا تعارف کروایا اور انہیں اپنا دیدار کروایا کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی پہچان نہ سکتا۔ (۱۹۶/۲)

دس نیکیاں یا دس لاکھ یا پھر کتنی؟

ابوعبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لیے

چلتا ہے تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور دس گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور اس کے دس درجات بلند کر دیے جاتے ہیں اور یہ دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور یہ مسجد حرام میں ایک مہینہ اعتکاف سے بہتر ہے۔ (۱۹۶/۲)

ابو جعفر (علیہ السلام) کہتے ہیں۔ جو اپنے بھائی کی حاجت کے لیے چلا تو اللہ تعالیٰ اس پر پچھتر ہزار فرشتوں سے سایہ کرتا ہے۔ وہ جو قدم اٹھاتا تو اس کے لیے نیکی لکھ دی جاتی ہے اور ایک غلطی (گناہ) مٹا دی جاتی ہے اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔ (۱۹۷/۲)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) نے کہا: جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے مسلمان بھائی کی حاجت کے لیے چلا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے۔ (۱۸/۲)

لا الٰہ الا اللہ عظیم یا امام کی ولایت

ابو عبداللہ (علیہ السلام) ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں: مجھے ایمان کی حدود بتایئے تو کہا: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اس کا اقرار پانچ نمازیں، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، بیت اللہ کا حج کرنا، اور ہمارے ولی کی ولایت کا اقرار کرنا اور ہمارے دشمن سے عداوت رکھنا اور سچے لوگوں کے ساتھ شامل ہونا۔ (۱۸/۲)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ولایت اور جس قدر ولایت کی اہمیت دلائی گئی ہے کسی اور چیز کی نہیں ہے۔ (۱۸/۲)

میں کہتا ہوں اس روایت میں شہادتین کا اقرار نہیں ہے کیوں؟

ایک روایت میں ہے کہ پوچھنے والے نے پوچھا: ان سب میں سے افضل چیز کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: سب سے افضل ولایت ہے۔ (۱۹/۲)

ایک روایت میں ہے: اسلام کی چوٹی، اس کی چابی، تمام شریعت، تمام اشیاء کا دروازہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی امام کی اطاعت اور اس کی معرفت حاصل کرنا ہے۔ (۱۹/۲)

اسلام اور ایمان

دونوں میں سے کسی ایک سے روایت ہے کہ ایمان اقرار اور عمل کا نام ہے اور اسلام

بلا عمل کے اقرار کا نام ہے۔(۲/۲۴۔۲۵)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اسلام وہ ظاہر چیز ہے جس پر آج لوگ نظر آتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار یعنی یہ کہ وہ اکیلا ہی عبادت کے لائق ہے اور وحدہ لاشریک ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور یہ اسلام ہے جبکہ ایمان اس معاملہ کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

میں کہتا ہوں اے قاری! تو ہی بتا تو کس تعریف کی تصدیق کرے گا۔

معصوم افضل یا غیر معصوم

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ اخلاق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صفت ہے جو اپنی مخلوقات کو ہدیہ کرتا ہے۔ ایک اخلاق تو فطرتی ہے اور ایک نیت والا ہے۔ کہتے ہیں میں نے پوچھا: ان دونوں میں سے کون سا افضل ہے تو انہوں نے کہا: فطرتی اخلاق رکھنے والا وہ تو مجبور ہے کیونکہ وہ اس کے علاوہ کچھ کر ہی نہیں سکتا جبکہ نیت والا اطاعت و فرمانبرداری پر صبر کر رہا ہے لہٰذا یہی افضل ہوا۔(۲/۱۰۱)

میں کہتا ہوں کہ کلینی کے مطابق امام کی عصمت (معصوم ہونا) یہ تو فطرتی ہے اور عصمت کے بغیر بھلائی اور اصلاح یعنی نیت کے ساتھ یہ اصل کمال ہے تو پھر اے قاری! آپ ہی بتائیے کون افضل ہوا۔ معصوم یا پھر وہ نیک آدمی جو غیر معصوم ہے؟

ولایت کب نازل ہوئی

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے ایک فریضہ دوسرے فریضہ کے بعد نازل ہوتا تھا اور فرائض میں سے سب سے آخر میں ولایت نازل ہوئی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ (۵/ المائدہ:۳) کہتے اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اس فریضہ کے بعد میں تم پر کوئی فریضہ نازل نہ کروں گا کیونکہ فرائض مکمل ہو گئے ہیں۔

میں کہتا ہوں: کلینی نے بے شمار روایات ذکر کی ہیں کہ ولایت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور یہ کہ ولایت اسلام کی چابی ہے۔

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ

(بو لایۃ علی) لَیْسَ لَہٗ دَافِع﴾ کہا اللہ کی قسم! یہ اسی طرح جبرائیل لے کر محمد (ﷺ) پر نازل ہوئے۔(۱/۴۲۲)

ان سے ہی روایت ہے:﴿عَمَّ یَتَسَآءَ لُوْنَ○ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ﴾ کہا: یہ نباء (بڑی خبر) ولایت ہے۔(۱/ ۴۱۸)

اوران سے ہی روایت ہے:﴿رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا﴾ کہا: یہ ولایت ہے جو کہ نوح (علیہ السلام) کے زمانہ میں نازل ہوئی۔ (۱/۴۲۳)

نویں فصل

عصمت انبیا پر طعنہ زنی

دانیال علیہ السلام

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد (علیہ السلام) کی طرف وحی کی کہ تم میرے بندے دانیال کے پاس جاؤ اور ان کو کہو کہ آپ نے میری نافرمانی کی مگر میں نے آپ کو بخش دیا۔ آپ نے پھر نافرمانی کی مگر میں نے بخش دیا۔ آپ نے پھر نافرمانی کی مگر میں نے آپ کو بخش دیا۔ اب اگر آپ نے چوتھی دفعہ نافرمانی کی تو میں ہرگز نہ بخشوں گا۔ جب سحری کا وقت ہوا تو دانیال کھڑے ہوئے اپنے رب سے مناجات (سرگوشیاں) کرتے ہوئے کہنے لگے اے پروردگار! تیرے بندے داؤد نے مجھے بتایا ہے کہ میں نے تیری نافرمانی کی اور تو نے بخش دیا اور اگر میں نے چوتھی دفعہ نافرمانی کی تو تو ہرگز نہ بخشے گا۔ مجھے تیری عزت کی قسم! اگر تو مجھے نہ بخشے، تو میں تیری نافرمانی کروں گا، پھر نافرمانی کروں گا، پھر نافرمانی کروں گا۔ (۴۳۶/۲)

ابراہیم واسماعیل علیہما السلام

ابوعبداللہ سے روایت ہے اس آیت کریمہ: ﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ﴾ (۳۷/ الصّٰفّٰت:۸۸۔۸۹) ''انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے ستاروں کی طرف دیکھا اور کہا میں بیمار ہوں۔'' کا مطلب ہے کہ انہوں نے حسین پر آنے والی مصیبت دیکھی تو کہا میں بیمار ہوں جو کچھ حسین پر اترنے والا ہے۔ (۴۶۵/۱)

میں کہتا ہوں: یہ افضل ترین نبی ابراہیم علیہ السلام پر بہتان یعنی گویا کہ وہ ستاروں کی تاثیر پہ یقین رکھتے تھے۔ یہ تو جادو کی ایک قسم تھی جو بابل میں مشہور تھی۔

ابراہیم (علیہ السلام) کی قوم میں یہ چیزیں عام تھیں اور ان کو ختم کرنے کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو بھیجا تھا۔ اور ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنی قوم کی ہدایت اور رہنمائی کی بھرپور کوشش کی۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے...... اور اسماعیل کھڑے ہوئے جب لوگ ان کے

پاس آئے تو انہوں نے ایک سرخی مائل سفید رنگ کی خوبصورت عورت کو دیکھا تو اس کا حسن ان کو پسند آیا، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ان کی شادی اس عورت کے ساتھ ہو جائے۔ وہ عورت شادی شدہ تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کے خاوند کو موت دے دی۔ وہ مکہ میں اپنے خاوند کی موت کا غم مٹانے کے لیے رک گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل سے خاوند کا خیال نکال دیا اور اسماعیل نے اس سے شادی کر لی۔ ابراہیم حج پر آئے تو دیکھا کہ یہ عورت موافقت کرنے والی ہے۔ اسماعیل طائف کی سمت اپنے گھر والوں کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کرنے کے لیے گئے اس عورت نے ابراہیم کی طرف دیکھا۔ (حتی کہ کہا) جب اسماعیل واپس آئے تو انہوں نے اپنی بیوی سے پوچھا: کیا تو جانتی ہے کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ اس نے کہا: یہ بزرگ بہت خوبصورت ہیں اور آپ کے ساتھ ان کی شکل بھی ملتی ہے۔ اسماعیل نے کہا: یہ ابراہیم ہیں تو وہ کہنے لگی ہائے افسوس ان کا برا ہو۔ تو اسماعیل نے کہا: کیوں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ تیرے جسم کی خوبصورتی دیکھتے رہے ہیں۔ (۱/۲۰۳،۲۰۴)

یہ جھوٹ کلینی خبیث کا ہے جو اس نے اسماعیل علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ یہودیوں نے داؤد پر بہتان باندھا تھا کہ انہوں نے اپنے سپہ سالار اُوریا کی بیوی کو عریاں دیکھا تھا۔ ایک عام آدمی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ اس کا والد اس کی بیوی کے جسم پر میلی نظر ڈالتا ہے۔ یہ بہتان اس کی طرف کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے جو ایک کریم نبی ہے اور کریم نبی کا بیٹا ہے۔

آدم علیہ السلام

ابوعبداللہ (علیہ السلام) نے کہا: کفر کے اصول تین ہیں۔ حرص، تکبر اور حسد، لالچ کی مثال یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو درخت کا پھل کھانے سے روکا گیا مگر لالچ نے ان سے یہ کام کروا دیا۔ تکبر کی مثال یہ ہے کہ ابلیس کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا مگر تکبر کی بنا پر اس نے انکار کر دیا اور آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اور حسد کی مثال آدم کے دو بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا۔ (۱/۲۸۹)

علی بن حسین (علیہ السلام) سے روایت ہے تکبر نے سب سے پہلے اللہ کی نافرمانی کی اور یہ ابلیس کی نافرمانی ہے۔ اور حرص کی بنیاد پر ہوئی اور یہ آدم اور حوا کی نافرمانی ہے۔ (۲/۱۳۰۔۱۳۱)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے لوگوں کے لیے ہماری معرفت کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ ہم سے جاہل رہنے کا لوگوں کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔ جس نے ہمیں پہچانا وہ مومن ہے اور جس نے ہمارا انکار کیا وہ کافر ہے، جو ہمیں نہ ہی پہچانے اور نہ ہی انکار کرے تو وہ گمراہ ہے حتی کہ وہ ہدایت کی طرف پلٹ آئے۔ (۱/ ۱۸۷)

میں کہتا ہوں کلینی نے آدم علیہ السلام کو اسی قسم میں شامل کر دیا ہے۔

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: ﴿وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾

اس آیت کریمہ میں عھدنا (وعدہ لیا ہم نے) یعنی ہم نے ان سے محمد اور ان کے بعد آنے والے ائمہ کے لیے وعدہ لیا۔ اس نے ان کو چھوڑ دیا اگرچہ ہم نے اسے پکے عزم والا نہ پایا۔ ایک روایت میں ہے آدم نے نہ ہی تو انکار کیا اور نہ ہی اقرار کیا۔ (۲/ ۸)

میں کہتا ہوں کلینی کے ہاں آدم (علیہ السلام) کے لیے کیا حکم ہے جبکہ وہ یہ روایت نقل کر رہا ہے۔ جس نے ہمارا اقرار بھی نہ کیا اور انکار بھی نہ کیا تو وہ گمراہ ہے۔

یعقوب علیہ السلام

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ یعقوب (علیہ السلام) کے پاس سے جب بنیامین رخصت ہوا تو انہوں نے کہا: اے میرے پروردگار! مجھ پر رحم کیوں نہیں فرماتا۔ میری بینائی بھی ختم ہوگئی اور بیٹا بھی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی اگر میں نے تیری بینائی چھین لی ہے تو عنقریب واپس کر دوں گا، بینائی بھی اور بیٹا بھی مگر تم بھی ذرا اس بکری کو یاد کرو جسے تو نے ذبح کیا، بھونا اور کھا گیا اور فلاں آدمی تیرے پہلو میں روزہ دار تھا مگر اسے تو نے کچھ نہ دیا۔ (۲/ ۶۶۷)

یوسف علیہ السلام

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جب یعقوب (علیہ السلام) یوسف (علیہ السلام) کے پاس تشریف لائے تو انہیں تکریم دی مگر ان کا استقبال نہ کیا تو جبرائیل آئے اور کہا: اے یوسف! اپنی ہتھیلی آگے کیجئے۔ اس سے ایک زبردست نور نکلا اور ہوا میں جا کر رک گیا۔ یوسف نے

پوچھا: اے جبرائیل! یہ میری ہتھیلی سے کیسا نور نکلا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: آپ کے خاندان سے نبوت ختم ہوگئی ہے کیونکہ آپ یعقوب کے استقبال کے لیے نہیں نکلے۔ (۲/۳۱۱-۳۱۲)

یہ روایت کلینی نے (باب تکبر) کے تحت بیان کی ہے۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور نوح علیہ السلام

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ میں فحاشی کے علاوہ تو کچھ مراد نہیں ہے۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی فلاں سے شادی کرادی تھی۔ (۲/۴۰۴) یعنی عثمان۔

انبیا میں سے کوئی نبی (علیہم السلام)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انبیا میں سے کسی نبی نے اللہ تعالیٰ سے ضعف قوت اور قلت جماع کی شکایت کی تو اللہ نے ہریسہ کھانے کا حکم دیا۔ (الفروع: ۲/۳/۴۰۲)

داؤد (علیہ السلام)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ''داؤد جب عرفہ میں کھڑے ہوئے تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ بہت زیادہ تعداد میں ہیں تو وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور دعا کرنے لگے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو جبرائیل (علیہ السلام) آئے اور کہا: اے داؤد! آپ کا رب آپ کو کہہ رہا ہے۔ آپ پہاڑ پر کیوں چڑھے ہیں کیا آپ نے یہ خیال کیا کہ آپ کا رب آپ کی آواز نہیں سن رہا۔ پھر اس نے داؤد کو پکڑ کر جدہ کے سمندر میں پھینک دیا۔ وہ چالیس دن سمندر میں نیچے لے جاتا رہا۔ اچانک انہوں نے دیکھا کہ ایک پتھر پھٹ گیا اس کے اندر سے ایک کیڑا نکلا اس نے کہا: اے داؤد! آپ کا رب آپ کو کہہ رہا ہے کہ میں سمندر کی گہرائیوں اور اندھیروں میں اس پتھر کے اندر اس کیڑے کی آواز سنتا ہوں۔'' (۴/۲۱۴)

یہ داؤد (علیہ السلام) پر بہتان اور جھوٹ ہے جس سے عام لوگ بھی آگاہی رکھتے ہیں۔ یہ جاہل جو کہ جغرافیہ کی معلومات نہیں رکھتا ہے جھوٹی روایت بنا کر یہ تصور رکھتا ہے کہ سمندر کی کوئی

حد نہیں فرشتہ چالیس دنوں تک نیچے اتارتا رہا حتی کہ وہ گہرائی تک پہنچا۔

نبی (ﷺ) کی شخصیت کے استہزاء اور طعن و تشنیع

ایک روایت تو پہلے گزر چکی ہے کہ جس میں یہ اشارہ ہے کہ سیدنا عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ نبی (ﷺ) کی بیٹیوں کی شادی ہونا فاحشہ (زنا کاری) ہے۔

کلینی اپنے بعض اصحاب سے روایت کرتا ہے کہ جب نبی (ﷺ) کسی عورت سے شادی کا ارادہ کرتے تو ایک قاصد کو بھیجتے یا جس عورت کو بھیجتے اسے کہتے اس کے ٹخنے کو غور سے دیکھنا کیونکہ ٹخنے پر گوشت کا زیادہ ہونا اس کی شرمگاہ کے بڑے ہونے پر دلیل ہے۔
(الفروع:۵/۳۳۵)

میں کہتا ہوں یہ روایت جس میں نبی (ﷺ) کے اخلاق پر انتہائی خطرناک حملہ ہے جو کہ ایک آدمی کے اخلاق کے بھی مناسب نہیں۔ یہی ایک روایت کتاب کے غلط اور جھوٹ پر مبنی ہونے کے لیے کافی ہے۔ اس کا مؤلف انتہائی گراہوا انسان ہے ورنہ کیا ممکن ہے کہ کوئی انسان نبی کریم (ﷺ) کی ذات گرامی پر ایسا گھٹیا اور جھوٹا الزام لگائے اور ایسی روایات نقل کرے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (ﷺ) کے بلند اخلاق اور عالی اوصاف کی قسم کتاب اللہ میں کھائی ہے: ﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ○ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ○ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ○ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○﴾ (٦٨/ القلم: ١ - ٤) ''یہ بدبخت انسان کس قدر رذیل اور گھٹیا ہے اور حد درجہ بے وقوف ہے۔''

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) ایک دن میں ستر دفعہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے تھے۔ میں نے کہا رسول اللہ (ﷺ) توبہ کے بعد اس گناہ کی طرف نہ لوٹتے تھے جبکہ ہم توبہ کے بعد پھر گناہ کی طرف لوٹ آتے ہیں تو انہوں نے کہا: (واللہ المستعان) (۲/۴۳۸)

امیر المؤمنین (علیہ السلام) کہتے ہیں: میں اور رسول اللہ (ﷺ) بیٹھے تھے۔ تو انہوں نے اپنا سر میری گود میں رکھا ہوا تھا۔ وہ سو گئے حتی کہ خراٹے لینے لگ گئے اور عصر کی نماز کے لیے میں نے ان کے سر کو حرکت دینا پسند نہ کیا۔ کہ کہیں میں اپنا پاؤں ہلا کر نبی کریم (ﷺ) کو

تکلیف نہ دوں حتی کہ عصر کی نماز کا وقت ختم ہو گیا۔ پھر نبی (ﷺ) بیدار ہوئے اور پوچھا: اے علی! کیا تو نے نماز پڑھ لی ہے۔ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے پوچھا کیوں نہیں پڑھی؟ میں نے کہا: میں نے آپ کو تکلیف دینا پسند نہیں کیا۔ کہتے ہیں آپ قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے اور دعا کی اے اللہ! سورج کو واپس بھیج دے تا کہ علی نماز پڑھ لے، سورج عصر کے وقت پر واپس آ گیا حتی کہ میں نے عصر کی نماز پڑھ لی پھر وہ ایک تارے کی طرح ٹوٹ گیا۔ (الفروع:۴/۵۶۲۔ ۱/۱۶۴۔ ۱۶۵)

ایک دفعہ رسول کریم (ﷺ) نے جبرائیل سے کہا: میں نے تمہیں پہلے کبھی بھی اتنی خوبصورت شکل میں نہیں دیکھا۔ فرشتے نے کہا میں جبرائیل نہیں ہوں۔ (۱/۴۶۰)

دسویں فصل

عصمتِ ائمہ میں طعنہ زنی

جن شیعہ نے ائمہ کی طرف عصمت (معصوم ہونا) کی نسبت کی ہے۔ انہوں نے فقط ذہنی اور فکری طور پر ہی کی ہے مگر عملی اور واقعی طور پر انہوں نے ائمہ کی طرف ایسے اقوال منسوب کیے ہیں جو کسی عام انسان کے لائق بھی نہیں ہیں۔ چہ جائیکہ وہ ان لوگوں کی طرف منسوب ہوں جو صالح ہوں یا ان کے متعلق معصوم ہونے کا دعویٰ کیا جائے۔

ان کے قواعد کے مطابق عصمتِ ائمہ بھول جانے، غفلت برتنے اور غلطی کرنے کے برعکس ہے آیئے چند روایات ملاحظہ کیجیے۔

ابو جعفر (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں: جب علی بن حسین کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور کہا: اے بیٹے! میں تجھے وہی وصیت کرتا ہوں جو مجھے میرے باپ نے کی تھی جب ان کی وفات کا وقت آیا تھا۔ پھر انہوں نے ذکر کیا کہ ان کے باپ نے انہیں کہا تھا۔ اے بیٹے! ظلم سے بچنا کیونکہ مظلوم کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے۔ (۳۳۱/۲)

میں کہتا ہوں: کیا کسی معصوم انسان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرے گا حتی کہ اسے مرتے وقت ظلم سے بچنے کی وصیت کرنا پڑے۔

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ مجھے میرے باپ علی بن حسین علیہ السلام نے کہا: پانچ لوگوں کو کبھی دوست نہ بنانا۔ نہ ہی ان سے بات کرنا اور نہ ہی ان کی محبت اختیار کرنا۔ میں نے کہا: اباجان وہ کون سے پانچ لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: جھوٹے آدمی کی صحبت سے بچو...... (۶۴۱/۲)

علی بن زید بن علی سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک گھوڑا تھا جو مجھے انتہائی محبوب تھا اتنا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں ایک دن ابو محمد کے پاس آیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا میرے گھوڑے کا کیا حال ہے؟ میں نے کہا: وہ میرے پاس ہے اور آپ کے دروازے پر باندھا ہوا ہے اور میں ابھی اس سے اتر کر آ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: شام ہونے سے پہلے پہلے

اپنا گھوڑا تبدیل کرلو۔ اگر کوئی گاہک ملتا ہے تو دیر نہ کرو۔ اتنی دیر میں ایک آدمی آیا اور ہمارا سلسلہ گفتگو منقطع ہوگیا۔ میں پریشان ہوکر اٹھا اور اپنے گھر چلا آیا اور اپنے بھائی کو ساری بات بتائی اس نے کہا: مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ میں اس معاملہ میں کیا کہوں؟ میں نے لوگوں میں گھوڑا فروخت کرنے کا اعلان کردیا۔ شام کے وقت گھوڑابان آیا، ہم عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہی ہوئے تھے کہ اس نے کہا: آقا! آپ کا گھوڑا مر چکا ہے۔ مجھے بہت دکھ ہوا اور مجھے پتہ چل گیا کہ (مذکورہ) قول پورا ہوا ہے۔ کہتے ہیں پھر میں ابومحمد کے پاس آیا اور میں دل میں سوچ رہا تھا کہ کاش! میرے گھوڑے کا نعم البدل مل جائے کیونکہ میں ان کی بات سے انتہائی غمگین تھا۔ جب میں ان کے پاس بیٹھ گیا تو انہوں نے کہا: ہاں ہم آپ کو گھوڑے کا نعم البدل دیں گے پھر کہا: اے غلام! انہیں میرا سرخ گھوڑا دے دو اور کہا: یہ میرے گھوڑے سے کہیں بہتر ہے یہ سواری کے لیے بہترین اور لمبی عمر والا ہے۔ (۱/۵۱۰)

میں کہتا ہوں یہ دھوکہ کیسے جائز ہوسکتا ہے جس کو یہ علم ہو کہ اس کا جانور آج شام کو مرجائے گا یا کچھ دیر کے بعد دم توڑ دے گا تو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی کو یہ جانور فروخت کرے۔

حسن عسکری کا وکیل لوطی۔ اس کا نشہ باز خادم، کیا تم اس کی تصدیق کروگے۔

یحیٰی بن القشیری کہتے ہیں اَبی محمد کا ایک وکیل تھا۔ انہوں نے اپنے گھر کے ساتھ ایک حجرہ بنا رکھا تھا جس میں وہ اور ان کا گورا چٹا خادم رہتے تھے، اس وکیل نے خادم کے ساتھ شہوت پوری کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے انکار کردیا مگر یہ کہ وہ اس کے لیے نبیذ لے کر آئے تو اس کے لیے نبیذ مہیا کیا۔ (۱/۵۱۱)

میں کہتا ہوں اس کا ذکر مقصد فقط طعن و تشنیع ہے جیسا کہ پچھلی روایت ہے۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام) ایک دن جابر مدینہ کی گلیوں میں پریشان پھر رہے تھے کہ اچانک وہ ایک ایسے رستے سے گزرے کہ اس رستے میں کاتبوں کی جماعت نظر آئی، جس میں محمد بن علی بھی تھے۔ (۱/۴۶۹) میں کہتا ہوں یہ تو امام کے علم کے خلاف روایت ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع

زرارہ ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت کرتے ہیں جو کہ ام کلثوم بنت علی (علیہ السلام) کے متعلق ہے کہ یہ وہ شرم گاہ ہے جو ہم سے قبضہ میں لے لی گئی ہے۔ (۱/۴۶۹)

ابو عبد اللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جب عمر نے ام کلثوم کے لیے منگنی کا پیغام بھیجا تو علی علیہ السلام نے کہا: وہ ابھی بچی ہے، کہتے ہیں وہ عباس سے ملے اور کہا: کیا میرے اندر کوئی عیب ہے تو انہوں نے پوچھا کیا ہوا؟ عمر نے کہا: میں نے آپ کے بھتیجے (علی) کی طرف منگنی کا پیغام بھیجا مگر انہوں نے رد کر دیا۔ اللہ کی قسم! میں زمزم کا کنواں بند کر دوں گا۔ میں تمہاری ہر قابل عزت جگہ کو برباد کروں گا۔ میں دو جھوٹے گواہ لے کر آؤں گا کہ علی نے چوری کی ہے اور میں اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دوں گا۔ عباس علی کے پاس آئے اور کہا کہ بیٹی کی شادی عمر سے کر دو تو انہوں نے کر دی۔ (الفروع: ۵/۳۶۴)

کلینی یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسلام کے رہنما اور خلفائے اسلام و مسلمین اور امراء یا تو زانی تھے یا بزدل تھے اور ان میں دیوث پن تھا ان کی بیٹیوں کی شرمگاہ پر قبضہ کیا گیا اور وہ خاموش رہے کیونکہ وہ خوف کے مارے بول نہ سکتے تھے ادنی سی عزت رکھنے والا انسان یہ برداشت نہیں کرسکتا تو اس شخص کی طرف اس بے غیرتی کی نسبت کیسے کی جاسکتی ہے جو شجاعت کا پیکر غیرت کا سرچشمہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد بنی ہاشم میں سے سب کا سردار ہے؟ اس پر مزید تعجب ہے کہ وہ (شیعہ) ان کو معصوم اور زبردست طاقت کا مالک گردانتے ہیں۔

مؤلفین کی ائمہ کے متعلق طعن و تشنیع

مؤلفین نے ائمہ کی طرف ایسے امور کی نسبت کی ہے جو ان کو فقط دائرہ عصمت (معصوم ہونا) سے ہی خارج نہیں کرتے بلکہ ان کو عام لوگوں کے اخلاق سے بھی نیچے گرا دیتے ہیں۔ اور بعض دفعہ تو اسلام سے ہی خارج کرنے کا سبب ہیں۔ ذیل میں چند کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

☆ یہ کتاب ہی ایسے متناقض واقعات اور خرافات سے بھری ہوئی ہے۔

☆ ائمہ کی طرف ان صفات کو منسوب کیا گیا ہے۔ جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ مثلاً

ان کے متعلق علم غیب کا دعویٰ جو کہ خالص اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔

☆ ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن کریم تحریف (تبدیل) شدہ ہے

☆ آیات کی ایسی تفسیر جو عقل ونقل اور لغت عربی ہر لحاظ سے خلاف حقیقت ہے۔ مثلاً:
﴿وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾ ابوجعفر کی اس تشریح کے مطابق جیسا کہ کلینی کا دعویٰ ہے۔ میثاق وہ کلمہ ہے جس سے نکاح منعقد ہوا اور (غلیظاً) سے مراد وہ پانی ہے جو مرد اپنی بیوی کی طرف ڈالتا ہے۔ (۵/۵۶۱)

دین کا طالب علم بھی جانتا ہے (غلیظاً) یہ کلمہ (میثاقاً) کی صفت ہے۔ کسی قاعدہ کے تحت یہ تفسیر کی گئی ہے؟

اس موضوع پر آپ کتاب میں خاص فصل دیکھ سکتے ہیں اس میں عجیب وغریب باتیں ہیں۔

☆ ائمہ کی طرف جھوٹ کی نسبت (تقیہ) کے نام پر کی گئی ہے۔

☆ ایسے فتاویٰ جو واضح طور پر اسلام کے خلاف ہے۔

☆ ایسے باطل امور جن کو شمار کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ سرسری نظر سے بھی ان کو پڑھیں تو یہ تعداد انتہائی زیادہ ہے۔

گیارھویں فصل

علم کی تبلیغ یا علم کو چھپا لینا

یہ چند اور روایات ہیں جو انتہائی عجیب وغریب اور ایک دوسرے کے متناقض (مخالف) ہیں۔ یہاں پر وہ روایات ذکر کی جا رہی ہیں جن کا تعلق علم ودعوت اور تبلیغ سے ہے۔

ابوعبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں میں نے علی (علیہ السلام) کی کتاب میں پڑھا: اللہ نے جاہلوں سے علم کے حصول کا کوئی عہد نہیں لیا بلکہ علما سے عہد لیا کہ وہ جاہلوں کو علم سکھلائیں کیونکہ علم جہالت سے قبل تھا۔ (۴۱/۱)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) بنی اسرائیل میں خطبہ دے رہے تھے حتی کہ فرمایا: اے بنی اسرائیل! جاہلوں کے ساتھ حکمت کے ساتھ بات نہ کرو کہ تم ان پر ظلم کرو گے اور اس کے اہل سے اس کو (حکمت وعلم) کو نہ روکو کہ تم ان پر ظلم نہ کر بیٹھو۔ (۴۲/۱)

ابوبصیر اپنے کسی ساتھی کو ابوعبداللہ (علیہ السلام) کی کسی حدیث کے ساتھ وصیت کر رہے تھے کہ کہا: اگر تجھے دنیا کے تمام علم میں سے فقط یہ ایک حدیث ہی سنا دی جاتی تو یہ کافی تھی اس حدیث کو نہ سناؤ مگر فقط اہل لوگوں کو۔ (۱/ ۵۲۸)

تقدیر کا بہانہ بنا کر تبلیغ ودعوت کا کام نہ کرنے کا حکم

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ تم لوگوں سے دور رہو۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک نکتہ پیدا کرتا ہے اور پھر اس کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اس نکتہ کی بنا پر چلتا پھرتا اور علم طلب کرتا ہے۔ [1]

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اے ثابت! تیرا اور لوگوں کا معاملہ کیا ہے؟ لوگوں کو کچھ بتایا نہ کرو، اپنا معاملہ کسی دوسرے کے سپرد نہ کرو۔ اللہ کی قسم! اگر زمین وآسمان کی تمام مخلوقات اکٹھی ہو کر کسی ایک بندے کو ہدایت دینا چاہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کرنا چاہیں تو کوئی اسے ہدایت نہیں دے سکتا اور اگر زمین وآسمان کی تمام مخلوقات مل کر کسی کو

---

[1] ۲۱۲/۲ یہ روایت باب لوگوں کو تبلیغ کرنا چھوڑ دو کے تحت ذکر کی گئی ہے۔

گمراہ کرنا چاہیں اور اللہ اس کو ہدایت دینا چاہے تو کوئی اس کو گمراہ نہیں کر سکتا۔ لوگوں کو کوئی بات مت پہنچاؤ۔ کوئی یہ نہ کہے کہ میں اپنے چچا، بھائی، بھتیجے کو تبلیغ کروں؟ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی روح کو پاک کر دیتا ہے۔ وہ جب بھی کوئی بھلائی کی بات سنتا ہے۔ تو اسے پہچان لیتا ہے اور جب بری بات سنتا ہے تو اس کا انکار کر دیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایک کلمہ ڈال دیتا ہے جس کی بنا پر وہ بھلائی کو جمع کرتا رہتا ہے۔ (۱/۱۶۷)

کیا آپ نے اس طرح کا کلام کبھی سنا ہے؟ یا کتاب اللہ میں اس سے ملتا جلتا بھی کلام دیکھا ہے۔ کیا قرآن اول تا آخر اس کے خلاف نہیں ہے؟

فضیل بن یسار کہتے ہیں: میں نے ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے پوچھا کیا ہم لوگوں کو دین کی طرف بلائیں؟ تو انہوں نے کہا: اے فضیل! جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتے کو حکم دیتا ہے وہ اسے گردن سے پکڑ کر دین میں داخل کر دیتا ہے چاہے وہ خوشی سے آئے یا زبردستی۔ (۱/۱۶۷)

جب سے اللہ تعالیٰ نے دین اتارا وہ پوشیدہ ہی ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے نوح کو مبعوث کیا ہے تب سے دین تو پوشیدہ ہے۔ (۱/۵۱)

ان سے ہی روایت ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے انکار کر دیا ہے مگر یہ کہ اس کی عبادت فقط پوشیدہ طور پر کی جائے۔ (۱/۲۵۰)

دین کو چھپانے میں عزت اور نشر کرنے میں ذلت ہے

ابو عبداللہ (علیہ السلام) کہتے ہیں: اے سلیمان! تم ایسے دین کے پیروکار ہو کہ جو اس کو چھپائے گا اسے اللہ عزت دے گا اور جو کوئی اس کو نشر کرے گا اللہ اسے ذلیل وخوار کر دے گا۔ (۲/۲۲۱)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں: اگر کسی بندے تک ہماری حدیث پہنچے جس کا تعلق دین سے ہو، اگر وہ اس کو راز رکھے اپنے اور اللہ کے درمیان تو یہ اس کے لیے دنیا میں عزت اور آخرت میں نور کا ذریعہ ہے۔ اور اگر کسی کو ہماری حدیث پہنچے اور وہ اس کو نشر کر دے تو یہ اس

کے لیے دنیا میں ذلت اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اس سے نور کو چھین لے گا۔ (۲/۲۲۱)

میں کہتا ہوں: سیدنا جعفر صادق رحمہ اللہ لوگوں کو علم کیسے سکھلاتے تھے اور کیسے دین سمجھاتے تھے اور پھر ایسی احادیث نقل کرتے تھے۔

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اے معلیٰ! ہمارا معاملہ پوشیدہ رکھو اور اس کو نشر نہ کرو جس نے ہمارا معاملہ پوشیدہ رکھا اور اس کو عام نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں عزت عطا کرے گا اور آخرت میں اس کی آنکھوں کے درمیان نور بنا دے گا جو اسے جنت میں لے کر جائے گا۔ اور اے معلیٰ! جس نے اس معاملہ کو پھیلایا اور نشر کیا اور نہ چھپایا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں ذلیل کر دے گا اور آخرت میں اس کا نور ختم کر دے گا اور اس کے لیے اندھیرا بنا دے گا جو اسے جہنم میں لے جائے گا۔ اے معلیٰ! تقیہ میرے دین کا حصہ ہے اور یہ میرے آباء واجداد کا دین ہے، جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں ہے۔ اے معلیٰ! اللہ پسند کرتا ہے کہ اس کی عبادت پوشیدہ کی جائے جیسا کہ وہ ظاہراً پسند کرتا ہے۔ اے معلیٰ! ہمارے معاملہ کی تشہیر کرنے والا درحقیقت انکار کرنے والا ہے۔ (۲/۲۲۴)

ابوالحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اگر میرے ہاتھ میں کچھ ہے تو کوشش کر کہ لوگوں کو اس کا علم نہ ہو سکے۔ ایسا ممکن ہو تو ضرور کرنا۔ (۲/۲۲۵)

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ میرا وہ ساتھی ہے جو ہماری احادیث کو چھپا لے۔ (۲/۲۲۳)

مزید تعجب کیجیے

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: جب میری امت میں بدعت کا ظہور ہو تو عالم اپنا علم ظاہر کرے اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ (۱/۵۴)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: میرے بعد کے ظہور کے وقت ایمان میرے اہل بیت کے اولیا کے پاس ہوگا وہ اس بدعت کا رد اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام شدہ علم کے ذریعے کرے گا۔ وہ حق کا اظہار کرے گا اور وہ دھوکے بازوں کی سازش کو بے نقاب کرے گا۔ اور ضعفاء کی طرف سے رد اور ان کا دفاع کرے گا۔ اے عقل والو! نصیحت پکڑو اور اللہ پر توکل کرو۔ (۱/۵۴)

بارھویں فصل

امتِ اسلام کی تکفیر اور امتِ عرب پر طعن و تشنیع

صحابہ کی تکفیر جو کہ امت کے بہترین لوگ ہیں

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے سب لوگ مرتد ہو گئے تھے مگر تین دین پر پکے رہے۔ سلمان، ابوذر، مقداد، پھر کچھ لوگوں نے توبہ کر لی سب سے پہلے توبہ ابوساسان، عمار، ابوعروۃ اور شقیرہ۔ یہ سات لوگ ہیں۔ امیر المؤمنین کے حقوق ان سات کے علاوہ کوئی نہیں پہچان سکا۔ (۲/۲۴۴)

حمران بن أعین کہتے ہیں۔ میں نے ابو جعفر (علیہ السلام) سے پوچھا میں آپ پر فدا ہو جاؤں ہماری تعداد کس قدر کم ہے؟ اگر ہم ایک بکری کھانے بیٹھ جائیں تو وہ بھی ختم نہ ہو۔ انہوں نے کہا: میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تعجب والی بات بتاتا ہوں۔ مہاجر اور نصار سب دین سے پھر گئے مگر فقط تین قائم رہے۔ (۲/۲۴۴)

(اس روایت پر حاشیہ لکھنے والا کہتا ہے یہ تین سلمان، ابوذر، اور مقداد ہیں جیسا کہ الکشی نے نقل کیا ہے۔ یہ روایت ابو جعفر اور باقر کی سند سے ہے۔ کہا لوگ تو تین ہی ہیں سلمان ابوذر، مقداد، راوی کہتے ہیں میں نے کہا: عمار؟ کہا وہ تو رستے سے ہٹ گئے تھے پھر حق کی طرف پلٹ آئے۔ کہا جس میں کوئی شک نہیں وہ مقداد ہے)۔ (۲/۴۴۱)

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حنین کے موقع پر عرب سرداروں کو تالیف قلب کے لیے مال عطا فرمایا جیسا کہ مضر قبیلہ وغیرہ۔ یہ دیکھ کر انصار ناراض ہوئے اور سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے وہ انہیں لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے۔ تو اللہ نے ان سب کا نور ختم کر دیا۔ (۲/۴۱۱)

میں کہتا ہوں اس خبیث کے ہاں انصار کی یہ قدر ہے، یہ مجوسی انصار پر الزام لگا رہا ہے اللہ تعالیٰ ان کا نور ختم کرے۔ (ان کا نور ختم ہو چکا)

خلفائے راشدین کی تکفیر......وہ سب سے بہتر اور عظیم ہیں

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ان سے ایک آدمی نے امام قائم کے متعلق پوچھا کہ

کیا ان کو امیر المؤمنین (علیہ السلام) کہہ کر سلام کروں؟ تو انہوں نے کہا: نہیں! یہ نام تو اللہ نے امیر المؤمنین (علی) کا رکھا ہے اور ان سے پہلے کسی کا نہیں اور نہ ہی ان کے بعد کسی کا ہے۔ جو کسی اور کو کہے گا وہ کافر ہے۔ (۱/۴۱۱)

بقیہ امت کی تکفیر (جو کہ سب سے بہترین امت ہے)

ابوالحسن (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوْنٍ﴾ ''یقیناً متقی سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔'' کی تفسیر میں کہا: اللہ کی قسم! یہ ہم اور ہمارے شیعہ ہیں۔ ابراہیم کی ملت پر ہمارے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ باقی سب لوگ جنت سے لاتعلق ہیں۔ (۱/۴۳۵)

اہل مکہ ومدینہ وشام کا کفر عیسائیوں سے زیادہ شدید ہے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں اہل شام اہل روم سے زیادہ برے ہیں۔ اور اہل مدینہ اہل مکہ سے برے ہیں اور اہل مکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واضح کفر کرتے ہیں۔ (۲/۴۰۹)

یہ بھی ان سے ہی روایت ہے۔ اہل مکہ تو اللہ تعالیٰ کا واضح انکار کرتے ہیں اور اہل مدینہ اہل مکہ سے زیادہ خبیث ہیں وہ تو ان سے ستر درجے زیادہ خبیث ہیں۔ (۲/۴۱۰)

میں کہتا ہوں: کیا یہی لوگ ہیں جو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی موت کے بعد دین پر ثابت قدم رہے جبکہ لوگ مرتد ہو گئے۔ اور اہل مدینہ کے متعلق ان کا حسن وبغض دیکھیں کہ وہ اہل مکہ سے بھی ان کے ہاں زیادہ برے ہیں اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ مدینہ اسلام کا پہلا دارالخلافہ ہے اسی مرکز سے اسلام فارس میں داخل ہوا اور موجودہ وقت میں بہترین مسلمان یہاں آباد ہیں۔ اگر تو ان سے حقیقی مرتدین کے متعلق پوچھے تو یہ لوگ ان کی تعریف کریں گے گویا کہ ان کے نزدیک برے لوگ اچھے ہیں اور اچھے لوگ برے ہیں۔ کوئی آدمی جس قدر شر اور برائی میں بڑھا ہوا ہوگا وہ کلینی کے نزدیک اتنا ہی اچھا ہوگا۔ اور جو جس قدر اچھا ہوگا وہ اس کے نزدیک اتنا ہی برا ہوگا۔

اہل بصرہ کی تکفیر

ابومسروق کہتے ہیں مجھ سے ابوعبداللہ (علیہ السلام) نے کہا: اہل بصرہ کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا: وہ مرجئہ، حروریۃ، اور قدریہ ہیں تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ان کافر ملتوں پر لعنت کرے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی بھی طریقے پر نہیں کرتے۔ (۱/۴۰۹۔۷۸۳)

امت اسلام پر لعنت اور خنازیر سے مشابہت

ابوعبداللہ (علیہ السلام) اس معاملہ کے صاحب کی یوسف علیہ السلام سے تشبیہ ہے۔ کہتے ہیں میں نے ان سے کہا: شاید آپ ان کی زندگی اور ان کے غائب ہونے کو عجیب محسوس کرنے کی بات کر رہے ہیں انہوں نے کہا: خنازیر سے مشابہہ اس امت کے لوگ ان کے غائب ہونے کو عجیب محسوس کرتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں۔ یوسف کے بھائی جو کہ ان کے حقیقی بھائی تھے۔ انہوں نے ان کو نہیں پہچانا حتی کہ یوسف نے کہا: ﴿أَنَا يُوسُفُ وَهٰذَآ أَخِيْ﴾ (۱۲/ یوسف: ۹۰) میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ یہ ملعون امت جو اللہ تعالیٰ کی دلیل کا انکار کر رہی ہے تو ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جا رہا ہے جو یوسف کے ساتھ کیا گیا تھا۔ (۱/۳۳۶)

دیکھئے یہ شخص اس امت کے ساتھ کتنا حسد اور بغض رکھتا ہے۔

جو مسلمان شیعہ نہیں وہ ذمی (کافر) سے بھی بدتر ہے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے سوال ہوا کہ ایک ذمی مجھے ملا ہے اور میں نے اس سے مصافحہ کیا ہے تو انہوں نے کہا: اپنا ہاتھ مٹی یا دیوار پر رگڑ لو۔ کہتے ہیں میں نے کہا: اگر کسی ناصبی (مسلمان غیر شیعہ) سے ہاتھ ملاؤں تو انہوں نے کہا: ہاتھ دھو لو۔ (۲/۶۵۰)

عرب شیعوں پر بھی طعنہ زنی کا مظاہرہ

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ عرب سرکشوں کے لیے بربادی ہے۔ میں نے پوچھا میں آپ پر فدا ہو جاؤں امام قائم کے ساتھ کتنے عرب ہوں گے؟ انہوں نے کہا: بہت ہی کم۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! جو اس معاملہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں وہ تو بہت زیادہ ہیں۔ انہوں نے کہا: لازمی ہے کہ لوگوں کی جانچ کی جائے اور انہیں چھلنی سے گزار کر الگ کیا جائے۔ (۱/۳۷۰)

میں کہتا ہوں: اس روایت میں عربوں پر طعنہ زنی کی گئی ہے کہ وہ دین کو تھامنے والے نہیں ہیں اور جو عرب شیعہ ہیں ان پر بھی طعن و تشنیع کی گئی ہے کہ وہ شیعہ ہیں جو امام قائم کی مدد کرنے والے نہیں ہیں۔ گویا کہ شیعہ عرب ان لوگوں کے نزدیک مومن نہیں ہیں کیونکہ یہ عجمی ہے۔ کیا یہ قبائلی اور نسلی تعصب کی دعوت نہیں ہے؟

جو شیعہ نہیں اس کا مال حلال ہے

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ شیعہ کے علاوہ جو دوسروں کے ہاتھ میں ہے وہ ان کے لیے حرام ہے حتی کہ امام قائم آئے گا اور ان سے یہ زمین و دولت زبردستی واپس لے گا۔ اور ان کو ذلیل کر کے نکال دے گا۔ (۱/۴۰۸)

عربوں کے نسب میں طعن و تشنیع

کلبی نسابہ (نسب کا ماہر) سے روایت ہے کہ وہ جعفر بن محمد (علیہ السلام) کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: کلبی نسابہ ہوں انہوں نے اپنا ہاتھ پیشانی پر مارا اور کہا: اللہ کے رستے سے ہٹنے والوں نے جھوٹ بولا ہے اور گمراہ ہوئے ہیں اور گھاٹا پانے والے بن گئے۔ اے کلب بھائی! اللہ کہتا ہے: ﴿وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاْ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًاۢ بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا﴾ (۲۵/ الفرقان: ۳۸) پھر کہا: کیا تو ان کا نسب بیان کرے گا۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا تو اپنا نسب بیان کرے گا؟ میں نے کہا: جی ہاں! میں فلاں بن فلاں بن فلاں ...... ہوں انہوں نے کہا: رک جاؤ ایسے نہیں جیسے تو بیان کر رہا ہے۔ کیا تجھے پتہ ہے یہ فلاں بن فلاں کون ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں فلاں بن فلاں ہے۔ انہوں نے کہا: یہ فلاں بن فلاں بن فلاں گُردی چرواہا ہے۔ یہ گُردی چرواہا فلاں علاقے میں پہاڑ پر بکریاں چراتا تھا۔ کیا تو ان ناموں کو جانتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں میں آپ پر فدا ہو جاؤں، اگر آپ کہتے ہیں کہ میں خاموش ہی رہوں تو بہتر ہے۔ (ذرا سوچیے یہ اس کے حسب و نسب میں طعن کر رہے ہیں اور وہ ان کی تعریف کر رہا ہے) انہوں نے کہا: میں نے تو تیرے کہنے پر ہی اصل حقیقت بتائی ہے میں نے کہا: میں آیندہ حسب و نسب بیان نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا: پھر میں بھی بیان نہ کروں گا...... پھر کہا اس کے بعد کلبی اہل بیت سے شدید محبت کا اظہار کرتا رہا حتی کہ فوت ہو گیا۔ (۱/۳۵۰۔۳۵۱)

میں کہتا ہوں کیا امام کسی کے نسب میں اس طرح طعن کر سکتا ہے؟ جب ان کا اپنا نسب ہی ٹھیک نہیں تو اس کے علاوہ دوسروں کا حال کیا ہوگا۔ عربوں کے ہاں حسب و نسب اور قبائل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی نعمت اور معروف چیز ہے۔ اگر ان حاسدوں اور بدبختوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک اور صاف حسب و نسب سے محروم کر دیا ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟

تیرھویں فصل

بیت اللہ اور حج بیت اللہ کا مذاق

کعبہ کا طواف جاہلیت والا طواف ہی ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے لوگوں کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھا تو کہا: جاہلیت میں بھی لوگ ایسا ہی طواف کرتے تھے (اسلام میں) تو ان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ طواف کریں اور پھر ہماری خدمت میں حاضر ہوں۔ ہم سے ولایت اور ہماری محبت کا درس لیں اور ہمیں اپنی نصرت کا یقین دلائیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِىْ اِلَيْهِمْ﴾ (١٤/ ابراھیم:٣٧) ''کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف جھکنے والے بنادے۔'' (١/٣٩٢)

میں کہتا ہوں یہ لوگ اللہ کی نشانیوں کی اس طرح توہین کرتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ (٢٢/ الحج:٣٢) یہ فقط اس لیے ہے کہ ان لوگوں نے ایسی چیزوں کے ساتھ دل لگایا جن کے ساتھ نہیں لگانا چاہیے تھا۔ اور طواف کے بعد ان شروط کا اضافہ فقط لوگوں کو حج سے متنفر کرنے کے لیے ہے۔ یہ آل بیت کی محبت کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ جیسے لوگ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور جس عقیدت سے اللہ کے گھر میں حاضری دیتے ہیں ایسے ہی ان لوگوں کے پاس حاضری دیں اور بار بار چکر لگائیں۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کے طواف اور بیت اللہ کی حاضری کا حکم تو اپنی کتاب میں دیا ہے اور فرمایا ہے: ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ (٢٢/ حج: ٢٩) کہ وہ بیت عتیق کا طواف کریں اور اسی طرح زمانہ جاہلیت میں بھی لوگوں نے طواف کے ساتھ بدعات اور خرافات ایجاد کی ہوئی تھیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو بیت اللہ، حج بیت اللہ اور طواف کی شان کو کم کرنے قبروں، مزاروں اور آستانوں کی شان بلند کرنا چاہتے ہیں بلکہ وہ ان کو کعبہ سے بھی افضل شمار کرتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر نے یہ جھوٹا دعویٰ کیا ہے کہ کربلا کی عظمت کعبہ سے کہیں زیادہ ہے۔

وہ کہتا ہے: وفی حدیث کربلا والکعبة لکربلا بان علو الرتبة.

یعنی ''کربلا اور کعبہ کی بات کریں تو کربلا کی شان واضح طور پر بلند ہے'' جو ہمارے اس دعویٰ کی دلیل دیکھنا چاہتا ہو تو وہ شیعہ کی ان بنیادی اور معتبر کتابوں کا مطالعہ کرے۔

① بحار الانوار: اس میں تین مجلدات مزاروں کی فضیلت اور ان کی آبادکاری پر لکھی گئی ہیں جلد نمبر ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲۔

② وسائل الشیعۃ، مؤلف حر عاملی۔ ابواب المزار: اس کتاب میں ۱۰۶ ابواب مزاروں کی فضیلت پر لکھے گئے ہیں جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۲۵۱ اور مزید اس کے بعد بھی بحث دیکھی جا سکتی ہے۔

③ الوافی (الجامع لأصول الأربعة) اس میں ۳۳ ابواب مزارات کے متعلق ہیں جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۹۳۔

④ اس موضوع پر مستقل کتب لکھی گئی ہیں: جیسا کہ (مناسك الزيارات) مؤلف شیخ مفید وغیرہ۔

کلینی کی کتاب کافی میں بھی ایسا مواد پڑھنے کو ملتا ہے چند روایات ملاحظہ ہوں۔

بشیر الدہان سے روایت ہے کہ ابوعبداللہ (علیہ السلام) نے کہا: کبھی میں حج پر اگر نہ پہنچ سکوں اور عرفہ کے دن عرفہ کا وقوف حسین (علیہ السلام) کی قبر کے پاس کروں تو کیسا ہے؟ انہوں نے کہا: تو نے بہت اچھی بات کی ہے۔ جو شخص کسی عید کے دن کے علاوہ حسین کا مقام و مرتبہ پہچانتے ہوئے ان کی قبر پر آیا تو اسے نبی مرسل کے ساتھ کیے گئے بیس مقبول حج اور بیس مقبول عمرے کا ثواب عطا ہوتا ہے۔ اور جو کوئی عید کے دن آیا تو اسے نبی مرسل کے ساتھ کیے گئے سو حج اور سو عمرے کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ کہتے ہیں میں نے کہا۔ عرفہ کے وقوف کے برابر کیسے ثواب ہوگا۔ تو انہوں نے مجھے غضب ناک نگاہوں سے دیکھا اور کہا: جب تو قبر حسین (علیہ السلام) پر آئے تو نہر فرات میں غسل کر (عرفہ کے دن) اور پھر قبر کی طرف چلنا شروع کر دے۔ ہر قدم کے بدلے تجھے حج اور حج کے مناسک کا ثواب عطا ہوگا اور شاید یہ بھی کہا کہ غزوۃ کا ثواب ہوگا۔

(الفروع: ٤/ ٥٨٠)

ابوالحسن اوّل سے روایت ہے جو حسین (علیہ السلام) کا مقام و مرتبہ پہچانتے ہوئے ان کی قبر

پر آیا تو اس کے پہلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور آیندہ بھی اس کے گناہ لکھے نہیں جاتے۔ (الفروع ٤/ ٥٨٢)

اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) قبروں کی زیارت کرتا ہے

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ ایک آدمی کو اس کی غلطی سے آگاہ کر رہے تھے جو ان کے پاس آیا مگر اس نے امیر المؤمنین کی قبر کی زیارت نہیں کی تھی۔ انہوں نے کہا تو نے بہت ہی برا کیا، اگر تو ہمارے شیعہ میں سے نہ ہوتا تو میں تیری طرف دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتا۔ کیا تو نے اس کی زیارت نہیں کی جس کی زیارت اللہ، فرشتے، انبیا اور تمام مومن کرتے ہیں۔ (۵۸۰/۴)

اللہ تعالیٰ ان کے مکر وفریب اور بہتان وجھوٹ سے کہیں بلند ہے۔

کعبہ میں قبریں

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ رکن یمانی اور حجر اسود کا درمیانی حصہ انبیا کی قبروں سے بھرا پڑا ہے۔ آدم کی قبر بھی حرم میں ہے۔ (الفروع: ٤/ ٢١٤)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ستر انبیا کی قبریں ہیں جو بھوک اور پریشانی میں فوت ہوئے۔ (الفروع ٤/ ٢١٤)

حج جاہلیت کا کام ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے جب انہوں نے لوگوں کو مکہ میں طواف کرتے دیکھا تو کہا یہ تو جاہلیت کا کام ہے۔ (۳۹۲/۱)

کعبہ تو فقط پتھر ہیں

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے لوگوں کو حکم ہوا کہ وہ ان پتھروں کا طواف کریں اور پھر ہماری ولایت کا اقرار کرنے ہمارے پاس آئیں۔ (۳۹۳/۱)

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ پتھر ہیں تو گویا ان کے پاس آنے کا مقصد ولایت کا تعارف ہے نہ کہ طواف؟

چودھویں فصل

عقیدہ حلول، مہدی منتظر اور دیگر اشیاء

ائمہ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ نے ہمیں اپنی عظمت کے نور سے پیدا کیا ہے۔ پھر ہماری شکل وصورت عرش کے نیچے سے مٹی لے کر بنائی گئی اس نور نے یہاں قرار پایا، لہٰذا ہم دونوروں سے بنے ہیں (اللہ کا نور، تحت العرش مٹی کا نور) یہ فضیلت ہم سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ (۳۸۹/۱)

ان سے ہی روایت ہے اللہ نے ہمیں علیین سے پیدا کیا اور روح کو اس سے بھی بلند مقام سے بنایا جبکہ ہمارے شیعہ کی ارواح کو علیین سے پیدا کیا اور ان کے بدن اس سے نچلے درجے سے پیدا کیے۔ (۳۸۹/۱)

آدم کی روح اللہ تعالیٰ کی اپنی روح سے ہے

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: آدم (علیہ السلام) نے کہا: اے پروردگار! کیا تو مجھے کچھ بات کرنے کی اجازت دیتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں بات کرو کیونکہ تیری روح تو میری اپنی روح سے ہے اور تیری طبیعت میرے قاعدہ کن کے خلاف ہے۔ (۹/۲)

اللہ کے اسماء (نام) اور صفات مخلوق ہیں

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نام حروف کے ذریعے پیدا کیے مگر ان کی آواز نہیں ہے۔ (۱/ ۱۱۲ باب حدوث الاسماء)

ابوجعفر (علیہ السلام) روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ تو تھا مگر اس کی مخلوق نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان وسیلہ کے لیے اسماء (نام) پیدا کیے تا کہ لوگ ان کے ذریعے اللہ کے حضور عاجزی کریں اور اس کی عبادت کریں یہ اللہ کا ذکر ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ تھا مگر ذکر نہ تھا لہٰذا اسماء وصفات دونوں مخلوقات ہیں۔ (۱۱۶/۱)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) اللہ کے اس فرمان: ﴿الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ (۷/ الاعراف: ۱۸۰) ''اللہ کے پیارے نام ہیں ان ناموں سے اسے موسوم کرو۔'' کی تشریح میں

کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہم اسماء الحسنیٰ (پیارے نام) ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا کوئی بھی عمل ہماری معرفت کے بغیر قبول نہیں کرتا۔

میں کہتا ہوں یہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے وہ کہتے ہیں مسیح (علیہ السلام) کلمہ ہے اور کلمہ غیر مخلوق ہے لہٰذا مسیح غیر مخلوق ہیں شیعہ نے وہی عقیدہ اپنایا مگر الٹ کہ ائمہ اللہ کے اسماء (نام) ہیں اور نام مخلوق ہیں لہٰذا ائمہ مخلوق ہیں۔

ہم یہ کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کلمہ کے ذریعے پیدا ہوئے جن کا باپ نہ تھا نہ کہ وہ عین کلمہ باری تعالیٰ ہیں۔ یہاں کلمہ کی اضافت فقط عزت توقیر کے لیے کی گئی ہے۔ اسی طرح آدم کی طرف روح کی نسبت بھی عزت وشرف کے لیے کی گئی ہے جیسا کہ (ناقۃ اللہ) اللہ کی اونٹنی قرآن میں بیان ہوا ہے۔

حسن عسکری کا کوئی وارث نہیں

کلینی حسن عسکری (علیہ السلام) کی وفات کے متعلق کہتا ہے۔ یہ لوگ وہاں رہے حتی کہ وہ فوت ہو گئے۔ ایک شور بلند ہوا اور یہ بات راز ہی بن گئی۔ بادشاہ نے ان کے گھر میں تلاش کرنے کے لیے کچھ لوگ بھیجے۔ انہوں نے اس کے حجرے کی تلاشی لی اور جو کچھ اس میں تھا اس کو سربمہر کر دیا۔ انہوں نے بچے کے متعلق نشانیاں اکٹھی کیں۔ وہ کچھ ایسی عورتوں کو لے کر آئے جو حمل دیکھنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ وہ عورتیں ان کی لونڈیوں کے پاس آئیں اور حمل تلاش کرنے لگیں بعض نے کہا کہ ایک لونڈی کو حمل ہے۔ اس کو حجرہ میں رہائش دی گئی۔ اسے خادم اور کچھ عورتیں اس کی حفاظت پر مامور کیے گئے۔ یہ لوگ اس لونڈی کی نگرانی کرتے رہے اور یہ لوگ میراث تقسیم کرنے سے رکے رہے۔ حتی کہ واضح ہو گیا کہ اس لونڈی کو حمل نہیں ہے۔ جب واضح ہو گیا کہ لونڈی کو حمل نہیں ہے تو ان کی وراثت ان کی ماں اور ان کے بھائی جعفر کے درمیان تقسیم کر دی۔ (۱/۵۰۵)

میں کہتا ہوں: اگر یہ روایت سچ ہے تو یہ لوگ ان کا بچہ کہاں سے لے آئے ہیں۔ کلینی نے تو ان کی ولادت مؤخر طور پر ذکر کی۔ نصف شعبان دو سو پچپن ہجری (۱/۵۱۴)

مہدی قتل کے خوف سے غائب ہو گئے

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ قائم امام غائب ہو چکا ہے کہتے ہیں میں نے کہا:

آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ڈرتے ہیں اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا (اپنے پیٹ کی طرف یعنی قتل) (۱/ ۳۳۸)

میں کہتا ہوں: دنیا کے کئی ممالک میں شیعوں کی حکومت قائم ہے۔ پھر خمینی کی حکومت بھی قائم ہوئی جو ابھی تک موجود ہے۔ اس طرح فاطمی حکومت بھی قائم ہے اور شیعہ حضرات مہدی کے جلد نکل آنے کا دعویٰ کرتے ہیں، اب میں نہیں سمجھتا کہ وہ کہیں اسے قتل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ان کی حکومت کے باوجود ان کے پاس نہیں آتا۔ اگر وہ قتل کے خوف سے چھپا تھا تو آج ان کی حکومت ہونے کے باوجود کیوں نہیں آتا۔

پھر کیا آپ پہلے یہ بات پڑھ نہیں آئے کہ وہ اپنی اجازت سے ہی فوت ہوتا ہے اسے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ وہ کہاں فوت ہوگا۔ اور وہ غیب بھی جانتا ہے جیسا کہ کلینی نے باب قائم کیا ہے کہ ''ائمہ غیب جانتے ہیں اور خود اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔'' (۱/ ۲۵۸)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قبر کہاں ہے؟

عامر سے روایت ہے کہ اس نے ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے پوچھا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں! لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ امیر امؤمنین (علیہ السلام) رحبہ میں دفن ہوئے۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: پھر بتایئے کہاں دفن ہیں؟ انہوں نے کہا: جب وہ فوت ہوئے تو ان کو حسن (علیہ السلام) نے اٹھایا۔ اور وہ کوفہ کے پاس آئے جو کہ نجف کے قریب ہے، الغری کے دائیں اور الحیرۃ کے بائیں ان کو ذکوت اُبیض میں دفن کر دیا۔ کہتے ہیں میں بعد میں اس جگہ پر گیا مگر مجھے یہ مقام اچھی طرح یاد نہ رہا میں ان کے پاس دوبارہ آیا تو انہوں نے تین مرتبہ فرمایا: تو صحیح جگہ پر پہنچا تھا۔ (۱/ ۴۵۶)

عبداللہ بن سنان سے روایت ہے کہ میرے پاس عمر بن یزید آئے اور کہا: سوار ہو جاؤ۔ میں ان کے ساتھ سوار ہو گیا۔ ہم حفص کناس کے گھر آئے میں نے اسے بھی ساتھ لیا۔ ہم چلتے رہے یہاں تک کہ الغری مقام پر آئے اور ہم قبر کے پاس پہنچ چکے تھے انہوں نے کہا: یہ امیر المؤمنین کی قبر ہے۔ ہم نے کہا: آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے فرمایا: میں کئی دفعہ ابوعبداللہ کے ساتھ آیا ہوں جب وہ حیرہ تھے تو انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ یہ ان کی قبر ہے۔ (۱/ ۴۵۶)

ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ میں ابوعبداللہ (علیہ السلام) کے ساتھ تھا جب وہ کوفہ کے پاس سے گزرے تو اتر پڑے اور دو رکعت نماز ادا کی پھر تھوڑا سا آگے بڑھے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر تھوڑا سا آگے چلے اور دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا یہ امیرالمؤمنین کی قبر کی جگہ ہے۔ میں نے پوچھا: میں آپ فدا ہو جاؤں! آپ نے پہلے بھی تو دو مقامات پر نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے کہا ایک جگہ پر تو حسین کا سر ہے اور دوسری جگہ پر امام قائم کا گھر ہوگا۔ (الفروع: ٤/ ٥٧٢)

میں کہتا ہوں ان روایات میں کس قدر اختلاف اور تناقض ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قبر بلند ہے، بعض میں ہے کہ نہیں اور تمام روایات سے پتہ چلتا ہے سیدنا جعفر کے زمانے تک ان کی قبر کا علم نہ تھا۔ حتی کہ کلینی کے زمانے تک یعنی چوتھی صدی ہجری تک اس قبر کا کوئی پتہ نہ تھا اور یہ بھی پتہ چل رہا ہے کہ قبر نجف میں نہ تھی۔ سوال یہ ہے کہ حقیقت کیا ہے؟ مزید آنے والی روایات کا مطالعہ کریں۔

حسین رضی اللہ عنہ کا سر شام نہیں لایا گیا

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ وہ چند لوگوں کے ہمراہ سوار ہوئے حتی کہ مقام ثوید سے آگے گزر گئے ہم حیرۃ اور نجف کے درمیان ذکوات بیض کے مقام پر اترے تو ابوعبداللہ نے کہا: اٹھو اور اپنے دادا حسین (علیہ السلام) کو سلام کرو، میں نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں! کیا وہ کربلا میں دفن نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں مگر جب ان کا سر شام لے جایا گیا تو ہمارے ایک غلام نے وہ سر چوری کر لیا تھا اور امیرالمؤمنین کے پہلو میں دفن کر دیا تھا۔

(الفروع: ٤/٥٧٢)

قبر فقط چار انگلیاں بلند ہونی چاہیے

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیان کرتے کہ آپ نے فرمایا: اے علی! ''مجھے یہاں پر دفن کرنا اور میری قبر زمین سے فقط چار انگلیوں کے برابر بلند کرنا۔''

(٤٥١/١)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ میرے باپ نے اس مقام پر مجھے الوداع کیا اور

جب ان کی وفات کا وقت آیا تھا تو انہوں نے جعفر بن محمد کو وصیت کی تھی کہ ان کی قبر چوکور اور زمین سے فقط چار انگلیوں کے برابر بلند کی جائے۔(۳۰۷/۱)

موسیٰ کاظم نے ہارون الرشید کی اطاعت کا حکم دیا

جو خط انہوں نے یحییٰ بن عبداللہ بن حسن کو لکھا اس میں وہ خلیفہ کے خلاف خروج کرنے سے ڈرا رہے ہیں۔ کہتے ہیں: میں تمہیں خلیفہ کی نافرمانی سے ڈرا رہا ہوں اور تجھے ان کی اطاعت وفرمانبرداری کی ترغیب دے رہا ہوں۔ اس سے پہلے کہ تو گرفتار کر کے ان کے سامنے پیش کر دیا جائے اپنے آپ ان کے پاس حاضر ہو کر امان (پناہ) طلب کر لو۔ اگر تو پکڑا گیا تو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور خلیفہ کی خاص رحمدلی کے علاوہ کوئی چیز تجھے بچا نہ سکے گی۔ اپنے آپ کو بچاؤ اور رسول اللہ ﷺ کی قرابت داری کا کچھ خیال کرو۔ اور سلام ہو اس پر جو ہدایت کا پیروکار ہے کیونکہ ہم یہ بات جانتے ہیں جو جھٹلاتا اور منہ پھیرتا ہے اس کے لیے عذاب ہے۔(۳۶۷/۱)

میں کہتا ہوں: کیا امام معصوم سے ایسی بات ہو سکتی ہے جو (ایک کافر اور خلافت پر قبضہ کرنے والے) کے حق میں کہی جا رہی ہے اس کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کی پناہ میں آنے کی ترغیب اور خود اس کے لیے دعا کی جا رہی ہے۔

اولاد حسن کے لیے کچھ نہیں ہے...... آخر کیوں؟

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے میں کتاب فاطمہ میں دیکھا کرتا تھا۔ اس کتاب میں ہر اس شخص کا نام لکھا تھا جو امامت وخلافت کا وارث بنے گا۔ اس کا نام اور اس کے باپ کا نام بھی موجود تھا مگر اس کتاب میں حسن (علیہ السلام) کی اولاد کا نام موجود نہیں تھا۔(۲۴۲/۱)

میں کہتا ہوں کلینی جھوٹ بول رہا ہے۔ حسن (علیہ السلام) کی اولاد میں ادریس بن عبداللہ حسن بن حسن بن علی ہیں جنہوں نے مغرب میں اُداوستہ کی حکومت کی بنیاد رکھی یہ ہارون الرشید کا ہی زمانہ تھا۔ اللہ اس بدبخت کو تباہ وبرباد فرمائے۔ اس کو تاریخ کی ادنیٰ سی معلومات بھی نہیں ہیں۔

شیعہ ابوجعفر سے پہلے دین کے متعلق کچھ نہ جانتے تھے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ شیعہ ابوجعفر (علیہ السلام) سے پہلے ایک وہمی اور خیالی

مسلک ومذہب کے پیروکار تھے اور دین کے متعلق کچھ نہ جانتے تھے۔ وہ مناسک حج حلال وحرام اور دین کے متعلق ادنیٰ سی معلومات بھی نہ رکھتے تھے۔ حتی کہ لوگ اس کی طرف محتاج ہوئے بعد اس کے کہ وہ لوگوں کی طرف محتاج ہوئے تھے۔ (۲۰/۲)

ابو طالب کو علم غیب تھا

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے فاطمہ بنت اسد ابو طالب کے پاس آئیں تاکہ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی مبارک باد دیں۔ تو ابو طالب نے کہا: کچھ عرصہ صبر کرو میں بھی تمہیں ایسی خوش خبری دوں گا۔ بس اتنی بات ہے کہ وہ نبی نہ ہوگا۔ (ایک روایت) میں ہے کہ اس کے وصی اور وزیر سے تو حاملہ ہوگی۔ (۴۵۴/۱)

اہل کتاب بھی علم غیب جانتے ہیں

نخاس سے روایت ہے جس نے اپنی لونڈی ابو الحسن الکاظم کو فروخت کی تو اس لونڈی سے رضا پیدا ہوئے، وہ کہتے ہیں میں نے اس کو مغرب (مقام) کے ایک کنارے کے پاس سے خریدا تھا۔ مجھے اہل کتاب کی ایک عورت ملی تو اس نے کہا: یہ تمہارے پاس وصیت کیسی ہے؟ میں نے کہا: میں نے اس کو اپنے لیے خریدا ہے وہ کہنے لگی۔ ایسی عورت آپ کے پاس تو نہیں ہونی چاہیے۔ یہ لونڈی تو زمین میں سب سے بہتر انسان کے پاس ہونی چاہیے پھر کہنے لگی آپ اس کے پاس زیادہ نہ ٹھہریں کیونکہ عنقریب یہ لونڈی ایک ایسے بچے کو جنم دے گی کہ اس طرح کا بچہ مشرق ومغرب میں بھی نہ ہوگا۔ (۴۷۶/۱)

میں کہتا ہوں: کلینی کے ہاں یہود ونصاریٰ اور ان کی عورتیں بھی علم غیب جانتی ہیں یہ عورت مسلمان کیوں نہ ہوئی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ وہ زمین میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہے۔

تیسری گواہی

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے میں اہل بیت کا پہلا فرد ہوں جس کا نام خود اللہ نے لیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو بنایا تو ایک منادی کرنے والے نے آواز لگائی أشهد أن لا الـه الا الله (۳ مرتبہ) وأشهـد أن محمدًا رسول الله (تین مرتبہ) أشهد أن علياً

امیر المؤمنین حقًا (تین مرتبہ) (۱/۴۴۱)

میں کہتا ہوں: اگر یہ سچ ہے تو یہ تیسری شہادت نبی ﷺ نے کیوں چھپالی اور اذان میں اس کا اعلان کیوں نہیں کروایا اور جب علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے ایسا کیوں نہ کیا؟ [1]

یوسف علیہ السلام کی قمیص

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ انہوں نے پوچھا: کیا تمہیں پتہ ہے یوسف (علیہ السلام) کی قمیص کہاں تھی؟ کہتے ہیں میں نے کہا: نہیں؟ انہوں نے کہا: جب ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے آگ جلائی گئی تو جبرائیل جنت سے یہ قمیص لائے اور ابراہیم علیہ السلام کو پہنادی تو انہیں گرمی سردی کا کوئی احساس نہ ہوا۔ جب ابراہیم (علیہ السلام) کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اس قمیض کا تعویذ بنا کر اسحاق کی گردن میں ڈال دیا۔ اسحاق نے یعقوب کی گردن میں ڈال دیا۔ جب یوسف پیدا ہوئے۔ تو یعقوب نے ان کے بازو پر باندھ دی حتی کہ جو ہوا سو ہوا۔ جب یوسف نے مصر میں اس کو تعویذ سے نکالا تو اس کی خوشبو یعقوب تک پہنچ گئی۔ لہٰذا یہ وہ قمیص ہیں۔ جسے اللہ نے جنت سے نازل کیا ہے۔ (۱/۲۳۲)

میں کہتا ہوں کہ شاید یہ علمی مسکین نہیں جانتا کہ قمیص ایک نہیں بلکہ کئی ہے جو کہ اس نے ایک ہی تصور کی ہے۔ یہ کس قمیص کے متعلق بات کر رہا ہے؟

عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیا اور موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا ترک کرنا

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جو نبی بھی موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد آیا اس نے توراۃ کی تعلیم کو اپنایا اور وہی شریعت اور راستہ اختیار کیا حتی کہ مسیح (علیہ السلام) انجیل لے کر آئے، انہوں نے موسیٰ کی شریعت کو ترک کر دیا تھا جو نبی بھی عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آیا اس نے عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو اپنایا حتی کہ محمد (ﷺ) تشریف لائے وہ قرآن اور اپنی شریعت لے کر آئے۔ (۲/۱۷)

---

[1] مزید یہ بھی دیکھیے کہ محمد بن علی بن بابویہ القمی الملقب الصدوق اپنی کتاب (فقیہ من لا یحضرہ الفقیہ: ج۱، ص: ۱۸۸۔۱۸۹) میں کہتا ہے المفوضہ (فرقہ کا نام) پر اللہ لعنت کرے کہ انہوں نے اخبار میں جھوٹے الفاظ کا اضافہ کر لیا۔ اشهد أن عليا ولی الله ۲ مرتبہ۔ کسی نے اشهد ان عليا أمير المومنين حقًا ۲ مرتبہ۔ یہ بات بیان کر کے وہ المفوضہ کا رد کرنا چاہتا ہے مگر شیعہ کے اضافہ کو کیا کہیں گے؟ کیونکہ حاشیہ میں ہے کہ المفوضہ گمراہ فرقہ ہے۔

میں کہتا ہوں عیسیٰ (علیہ السلام) تورات کی تصدیق اور اس کی تکمیل کے لیے آئے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی تائید کے لیے ہی مبعوث ہوئے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ﴾

(٦١/ الصف:٦)

''جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے جو توراۃ میں ہے اس کی تصدیق کرنے والا اور ایک ایسے رسول کی خوشخبری دینے والا جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ جب وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آیا۔ تو انہوں نے کہا یہ تو واضح جادو ہے۔''

اور فرمایا:

﴿قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (٥/ المائدہ:٦٨)

''کہہ دیجیے اے اہل کتاب! تم کسی چیز پہ نہیں ہوحتی کہ تم توراۃ اور انجیل کو اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے قائم نہ کرو۔''

یہ تو ایک نکتہ ہے اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تک کوئی نبی آیا ہی نہیں تو پھر یہ فحش اغلاط ایک امام کی طرف کیسے منسوب کی جاسکتی ہیں۔

کُردی جن ہیں

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے اپنی بہنوں بیٹیوں کے نکاح کُردوں سے نہ کرو یہ تو جنوں کی ایک قسم میں سے ہیں جن کا پردہ ختم کردیا گیا (ظاہر ہو گئے) (الفروع:۵/۳۲۵)

زنجی جلی بھُنی مخلوق

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے زنجی لوگوں سے نکاح نہ کیا کرو یہ تو ایک جلی بھُنی مخلوق ہیں۔ (حوالہ سابقہ)

پندرھویں فصل

اخلاق وعادات اسی طرح ہی تباہ ہوئے

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو ثواب اور عقاب (سزا) رغبت اور رہبت (ڈرانا) کے توازن پر پیدا کیا یعنی رجا (امید) اور خوف برابر برابر ہیں اگر ان میں سے ایک دوسرے پر دوڑے تو خلل واقع ہوا۔

مگر کلینی نے اس قانون کی خوب دھجیاں اڑا دی ہیں۔ اس نے ثواب اور امیر کے پہلو کو غالب کر دیا اس کی باتوں کو پڑھ کر ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جنت میں جانے کے لیے اعمال کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ یعنی انسان جو مرضی جرائم کرتا رہے اور اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم کو توڑتا رہے۔ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ انہوں نے ائمہ کی زبانی ایسی جھوٹی اور باطل احادیث گھڑی ہیں کہ جس سے لوگوں کا اخلاق بھی خراب ہوا اور زمین میں فساد بھی پھیلا۔ اور ان کی دین و دنیا تباہ و برباد ہوگئی۔ چند روایات ملاحظہ ہوں۔

ایمان فقط امام پر اعتقاد کا نام ہے عمل کی ضرورت نہیں

نصرانیت کی تاریخ میں یہ بات معروف ہے کہ بولس Bollas یہودی نے دین نصرانیت میں تحریف (تبدیلی) کر ڈالی۔ اس نے یہ بات (مخلّص) کے واسطہ سے داخل کی اور اس نے یہ فکر پروان چڑھائی کہ اللہ کے ہاں نجات عمل کے ذریعے ممکن نہیں ہے، فقط (مخلّص) پر ایمان ضروری ہے اور (مخلّص) سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یعنی تو اس اطمینان کے ساتھ گناہ کرتا رہ کہ عیسیٰ علیہ السلام تجھے آگ سے خلاصی دلا دیں گے اس لیے تو ان کا نام (مخلّص) رکھا۔ یہ دین فقط ایک فکر اور سوچ کی شکل اختیار کر گیا جس کے کچھ بھی معانی نہ تھے یعنی اس کا دین عمل اور پیروی سے کوئی تعلق نہیں۔

کلینی اور اس کے آباؤ اجداد پر یہ آیت کریمہ صادق آئی ہے: ﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (٦١/ الصف:٨)

''یہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے

والا ہے، اگر چہ کافر ناپسند کریں۔"

نصرانیوں کا عقیدہ فدا

عیسائیوں (نصرانیوں) کا جو عقیدہ (مخلّص) بیان ہوا ہے یہی شیعہ کا عقیدہ ہے۔ ابوالحسن روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ شیعہ پر غضبناک ہوا تو مجھے اختیار دیا کہ اپنے آپ کو بچا لو یا شیعہ کو، میں نے اللہ کی قسم! اپنا آپ قربان کر کے ان کو بچالیا ہے۔ (۲۶۰/۱)

مخلّص

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ہر اس مسلمان کو عذاب میں مبتلا کر دوں گا جس نے ظالم امام کی امامت وولایت کا اقرار کیا اور اس کا دین اختیار کیا اگر چہ ان کے اعمال اچھے ہوں۔ اور میں ہر اس مسلمان کو معاف کر دوں گا جس نے عادل امام کی ولایت کا اقرار کیا اور اس کا دین اختیار کیا اگر چہ ان کے اعمال برے اور وہ اپنے آپ پر ظلم کرنے والے ہی کیوں نہ ہوں۔ (۳۷۶/۱)

تمہارا کیا خیال ہے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا پابند بنایا۔ پوری کوشش کی مگر اس کا امام نہ تھا تو اس کی ساری کوشش بیکار ہے، وہ گمراہ ہے، اگر وہ اس حال میں مر گیا تو وہ کفر ونفاق کی موت مرے گا۔ (۳۷۵/۱)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دینے سے نہیں شرماتا جو کسی ایسے امام کی ولایت کا اقرار کریں جو اللہ کی طرف سے مقرر نہیں ہے چاہے ان کے اعمال کتنے ہی بہترین اور نیکی والے کیوں نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دینے سے بہت ہی شرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کی ولایت کا اقرار کریں اگر چہ ان کے اعمال کتنے ہی برے کیوں نہ ہوں؟ (۳۷۶/۱)

ابو عبداللہ بن یعفور سے روایت ہے میں نے ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے کہا: میں لوگوں کے ساتھ ملتا جلتا رہتا ہوں اور میرا تعجب اس وقت بڑھ جاتا ہے جب وہ آپ کی ولایت سے

وابستہ نہیں ہوتے فلاں فلاں [1] سے ہوتے ہیں جبکہ وہ صاحب امانت، صاحب وقار اور سچے لوگ ہوتے ہیں اور کچھ لوگ آپ لوگوں کی ولایت کا اقرار کرتے ہیں مگر وہ نہ ہی تو صاحبِ امانت ہوتے ہیں نہ ہی صاحبِ وفا اور نہ ہی وہ سچے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں ابوعبداللہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور میری طرف غضبناک نگاہوں سے دیکھتے ہوئے فرمایا: جس نے ظالم امام کی ولایت کا اقرار کیا اس کا کوئی دین نہیں۔ وہ امام جو اللہ کی طرف سے مقرر نہیں اور اس پر کوئی سزا اور سرزنش نہیں، جس نے عادل نام کی ولایت کا اقرار اور پیروی کی۔ میں نے پوچھا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان کا دین کوئی نہیں اور ان کو سرزنش کوئی نہیں یہ کیسی بات ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! ان کا کوئی دین نہیں اور ان کو کوئی سرزنش نہیں ہے، کیا تو نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا ہے: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ (۲/ البقرة: ۲۷۵) ”اللہ ایمان والوں کا دوست ہے انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔“ کہنے لگے یعنی گناہوں کے اندھیروں سے نکال کر توبہ، مغفرت اور ولایت ائمہ جو کہ عادل ہیں کی طرف نکالتا ہے اور پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ﴾ (۲/ البقرہ: ۲۵۷) ”اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان کے دوست طاغوت ہیں وہ ان کو روشنی سے اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔“ کہا یعنی اللہ نے کافروں کے ساتھ ان پر بھی آگ واجب کردی ہے۔ (۱/۳۷۵)

میں کہتا ہوں اگر میں اس خیالی مکالمہ کے وقت حاضر ہوتا تو کہتا ان لوگوں کے ہاں صدق وامانت اور اخلاص اس لیے تھا کہ وہ (مخلّص) پر ایمان نہ رکھتے تھے اور ان لوگوں کے پاس صدق وامانت اور اخلاص اس لیے نہیں کہ یہ (مخلّص) پر ایمان رکھتے تھے اس لیے اللہ فرماتے ہیں: ﴿ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ (۱۸/ الکهف: ۱۰٤) ”دنیا کی زندگی میں ان کی کوشش بیکار ہوگئی اور وہ گمان کرتے ہیں وہ اچھا کر رہے ہیں۔“

شیعانِ علی کے تمام صغیرہ وکبیرہ گناہ معاف ہیں

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ”اللہ نے مجھے مٹی

---

[1] ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما۔

میں میری امت کی شبیہ دکھائی اور اللہ نے مجھے اس طرح سب کے اسماء (نام) سکھلائے جس طرح آدم کو سکھلائے تھے۔ جب بھی میرے سامنے سے جھنڈوں والے گروہ گزرے تو میں نے علی اوران کے شیعہ کے لیے اللہ سے استغفار طلب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ شیعہ کے متعلق ایک امتیاز کا وعدہ کیا ہے۔'' کہا گیا اللہ کے رسول (ﷺ) وہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: ''مغفرت! ہر چھوٹا اور بڑا گناہ معاف ہونے کا وعدہ جو بھی ان میں سے ایمان لایا اور ان کے تمام گناہ نیکیوں میں بدل دیے جائیں گے۔ (۱/۴۴۴)

شیعہ کے گناہ دوسروں کی نیکیوں سے اچھے ہیں

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین اپنے خطبہ میں اکثر یہ کہا کرتے تھے: اے لوگو! اپنے دین کو مضبوطی سے تھام لو تمہاری خطائیں اور گناہ بھی دوسروں کی نیکیوں سے بہتر ہیں۔ تمہارے دین میں غلطیاں بھی معاف ہیں اور تمہارے علاوہ لوگوں کی نیکیاں بھی قابل قبول نہیں ہیں۔ (۲/۴۶۴)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے عمل ایمان کے ساتھ نقصان دہ نہیں ہے اور کفر کے ساتھ عمل فائدہ مند نہیں ہے۔ (۲/۴۶۴)

رضا (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ پوشیدہ غلطی معاف ہے۔ (۲/۴۲۸)

یومیہ چالیس کبیرہ گناہ خطرناک نہیں

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: اگر کوئی مومن ایک دن اور ایک رات میں چالیس کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرے اور پھر یہ دعا پڑھے: "استغفر الله الذی لا اله الاھو الحی القیوم بدیع السمٰوٰت والأرض ذوالجلال والإکرام وأساله أن یصلی علی محمد وأن یتوب علي "تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادیتا ہے۔ ہاں! اگر ایک دن اور ایک رات میں اگر کوئی چالیس سے زیادہ گناہ کبیرہ کرے تو اس بندے میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں۔ (۲/۴۳۸۔۴۳۹)

اے قاری! غور کرو

اگر انسان روزانہ کھانے پینے، آرام کرنے، قضائے حاجت اور اپنی ڈیوٹی دینے کا ٹائم

شمار کرے۔ اگر چہ وہ نماز نہ ہی پڑھتا ہو، تو کیا اس کے پاس اتنا وقت ہوگا کہ روزانہ چالیس گناہ کر سکے۔ ہم اس مخلوق کا کیا نام رکھیں جو اس قدر جرأت اور اس تیزی کے ساتھ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے خوش ہے اور روزانہ اپنے رب کے پاس چالیس کبیرہ گناہ بھیج کر بھی مومن ہے، یہ کوئی وحشی مجرموں کی قوم ہے یا پھر یہ کون ہیں؟ کون ہے جو اپنی عمر اس طرح کے اندھیروں میں گزار دے؟ یہ بھی یاد رہے کہ یہاں گناہ غیر محدود ہیں۔ یعنی اگر وہ اپنی ماں، بہن بیٹی وغیرہ سے منہ کالا کرے، شراب پی لے، چوری، قتل، ڈاکہ اور تہمت لگانے جیسے عمل میں شریک رہے اور پھر یہ نام نہاد (مؤمن) فقط ایک لمحہ کے لیے نادم ہو اور مذکورہ کلمات ادا کر لے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون بس شرط یہ ہے کہ امام کی ولایت کا اقرار کرنے والا ہو مگر میرا سوال یہ ہے کہ ایک انسان کس طرح ایک دن میں چالیس کبیرہ گناہ کر سکتا ہے۔ یہ بات میری سمجھ سے تو بالاتر ہے اور یہ بھی ہے کہ وہ کب نادم ہو، ہر گناہ کے بعد یا پھر تمام گناہ کرنے کے بعد آخر میں نادم ہو۔

دیکھو یہ لوگ کس طرح لوگوں کے اخلاق خراب کر رہے ہیں اور معاشرے کو کس طرح بگاڑ رہے ہیں اور کس طرح اس تمام فساد کو امام کی طرف منسوب کر رہے ہیں ان کے نزدیک جب کلام یا روایت امام کی طرف منسوب کر دی تو بس بات ختم ہوگئی، اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

مزید خرافات کا مطالعہ کیجئے

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے جس شخص نے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ سو مرتبہ پڑھی اس کے پچیس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، سوائے خون (قتل) اور اموال کے۔ [1]

اور جس نے اسے چار سو دفعہ پڑھا اس کے لیے چار سو شہداء کا اجر ہے جن کی رگیں کاٹ دی گئیں اور خون بہایا گیا اور جس نے رات دن میں، ہزار مرتبہ پڑھا تو وہ اپنا ٹھکانا جنت میں دیکھنے سے پہلے فوت نہیں ہو سکتا۔ (۶۱۹/۲-۶۲۰)

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جس نے سورۂ فاتحہ اور آیت کریمہ ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ

---

[1] یعنی زنا، شراب نوشی وغیرہ سب معاف جو کہ قتل اور اموال کے جرائم کے علاوہ ہیں۔

﴿لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُـوَ﴾ اور آیۃ الکرسی آیۃ الملک پڑھی تو اللہ فرماتا ہے: میں نے تم کو تمام گناہوں سمیت قبول کرلیا ہے۔(۱/۶۲۰)

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے: جس نے بستر پر لیٹے ہوئے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ سو مرتبہ پڑھ لی تو اللہ اس کے پچاس سال کے گناہ معاف کردیتا ہے۔ [1]

---

[1] ۲/۶۲۰: یہ کتاب ایسی خرافات سے بھری ہوئی ہے۔

سولھویں فصل

اخلاقی اور جنسی خرافات

عورتوں کی محبت

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جو شخص جس قدر ایمان میں زیادہ ہوتا چلا جاتا ہے اسی طرح عورتوں کی محبت میں بھی زیادہ ہوجاتا ہے۔ (۳۲۰/۵)

امام کا عورتوں کے ساتھ مشغول ہونا

عقبہ بن خالد سے روایت ہے کہ میں ابوعبداللہ (علیہ السلام) کے پاس آیا وہ کافی دیر کے بعد میرے پاس آئے اور کہا: ہمیں آپ سے عورتوں نے مشغول رکھا۔ (۳۲۲/۵)

عورتوں کے اوصاف کے متعلق غیر اخلاقی گفتگو

ابوالحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے موٹی سرین والی عورتوں سے شادی کروزیادہ بچے جنتی ہیں۔ (۳۳۴/۵)

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ گندمی رنگ، موٹی آنکھوں والی، چوڑے سینے والی، ابھرے ہوئے پستانوں والی عورت سے شادی کرو اگر تمہیں پسند نہ ہو تو اس کا حق مہر میرے ذمے رہا۔ (۳۳۵/۵) (یعنی میرے قبضے میں آجائے گی)

ابوالحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک عورت کی شکایت پر اس کے خاوند کے متعلق فرمارہے تھے۔ کیا اسے پتہ نہیں ہے اسے تیرے پاس آنے کا کس قدر ثواب ہے؟ اس عورت نے کہا: کتنا ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا: جب وہ تیرے پاس آتا ہے تو اسے دو فرشتے حفاظت میں لے لیتے ہیں اور وہ ایسے ہے جیسے اپنی تلوار کو اللہ کے راستے میں سونتے ہوئے ہیں جب وہ تجھ سے جماع کرتا ہے تو اس سے گناہ ایسے گر جاتے ہیں۔ جیسے خشک درخت کے پتے گرتے ہیں اور جب وہ غسل کر لیتا ہے تو گناہوں سے بالکل پاک ہوجاتا ہے۔ (۴۹۶/۵)

مقام پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ استہزاء

ہمارے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ نبی (ﷺ) جب کسی عورت کے ساتھ شادی کا ارادہ کرتے تو کسی عورت کو بھیجتے اور کہتے: اس کی بغلیں اٹھا کر سونگھنا اگر بغلوں میں خوشبو ہوگی تو پسینہ بھی بہتر ہوگا اور اس کا ٹخنہ دیکھو اگر گوشت سے بھرا ہوا ہوگا تو اس کی شرمگاہ بھی بڑی ہوگی۔ (۳۵/۵)

نبی (ﷺ) کے متعلق اگر ان کا خیال یہ ہے تو عام لوگوں کے متعلق کیا ہوگا؟

ابوعبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں ایک آدمی نبی (ﷺ) کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میرا ذکر (شرمگاہ) عام لوگوں سے کہیں بڑا ہے، کیا میں اپنی اونٹنی اور گدھی کے ساتھ جماع کر سکتا ہوں کیونکہ عورت مجھ کو برداشت نہیں کر سکتی؟ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: اگر اللہ نے تجھے اس طرح پیدا کیا ہے تو یقیناً تیرے مدمقابل تیرے جیسی عورت بھی پیدا کی ہو گی۔ وہ چلا گیا۔ دوبارہ آیا اور پہلے جیسی بات کی۔ رسول اللہ (ﷺ) نے پوچھا: کیا تجھے فلاں کالی لمبی گردن والی عورت کا پتہ نہیں ہے؟ وہ چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد واپس آیا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے اس عورت کو تلاش کیا اور میں نے اس کے ہاں بھی یہی صورت حال پائی جو میرے ساتھ ہے۔ اب میں مطمئن ہوں۔ (۳۳۶/۵)

حسن بن علی (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: "اپنی حاملہ عورتوں کو خوب دودھ پلایا کرو اگر وہ بیٹی پیدا کریں گی تو ان کی سرین بڑی ہوگی اور وہ خاوند سے صحیح سکون حاصل کرے گی۔" (۲۳/۶)

نبی (ﷺ) غمگین ہیں مگر کیوں؟

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے، ایک نبی نے اللہ عزوجل سے اپنی کمزوری اور قلت جماع کی شکایت کی تو اللہ نے ان کو ہریسہ کھانے کا حکم دیا۔ (۳۲۰/۶)

گاجر ذکر کو طاقتور کرتی ہے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے جو گاجر کھائے گا اس کے خصیتین گرم ہونگے اور ذکر

طاقتور ہوگا۔ جبکہ بعض روایات میں ہے ذکر کھڑا ہوگا۔ (۳۷۲/۶)

امام جنسی ادویات کا ماہر

علی بن جعفر سے روایت ہے کہ ابوالحسن (علیہ السلام) موسیٰ شلیثا (تیل) اور سخت گرم زنبق (چمیلی کا تیل) استعمال کرتے تھے اور کبھار رضا (علیہ السلام) بھی استعمال کرتے۔ میں نے علی بن جعفر سے کہا: وہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا: میں نے یہ بات کئی اطبا سے پوچھی تو انہوں نے کہا یہ جماع کے لیے بہترین ہے۔ (۵۲۴/۶)

باقر لوگوں کے سامنے حمام میں بغیر کپڑوں کے

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ حمام میں بغیر تہہ بند کے داخل نہ ہو، وہ کہتے ہیں جب وہ حمام میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے بدن پر تیل کی مالش کی اور اپنا تہہ بند اتار دیا ان کے غلام نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ تو ہمیں وصیت کرتے ہیں کہ بغیر تہہ بند کے ہم حمام میں داخل نہ ہوں جبکہ آپ نے اپنا تہہ بند اتار دیا ہے تو انہوں نے کہا: کیا تجھے علم نہیں کہ نورہ (تیل کی مالش) شرمگاہ کو ڈھانپ لیتی ہے۔ (۵۰۳/۶)

محمد بن علی بن حسین (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ وہ حمام میں داخل ہوئے اور زیر ناف تیل سے مالش کرتے پھر اپنے ذکر کے گرد کپڑا لپیٹ کر مجھے بلاتے اور میں ان کے سارے بدن کی مالش کرتا۔ ایک دن میں نے کہا: آپ جس چیز کو دکھانے سے کراہت کرتے تھے وہ تو میں نے دیکھ لی۔ انہوں نے کہا: کیا تجھے پتہ نہیں ہے کہ مالش پردہ ہے؟ (۴۹۷/۶)

امام کا نام استعمال کر کے عریانی کی دعوت

ابوالحسن (علیہ السلام) سے روایت ہے شرمگاہیں دو ہیں: قبل (اگلی) دُبر (پچھلی)۔ دُبر جو ہے وہ تو دو (کولہوں سرینوں) سے ڈھکی ہوئی ہے جب تو اپنے ذکر اور خصیوں کو چھپالے تو تو نے شرمگاہ کو چھپا لیا۔ ایک روایت میں ہے دُبر کو تو دو سرینوں نے چھپا رکھا ہے اور قُبل کو تو اپنے ہاتھ سے چھپالے۔ (الفروع ۶/ ۵۰۱)

کافر عورتوں کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے: کافر عورتوں کی شرمگاہ دیکھنا ایسے ہی جائز ہے جیسے گدھے کی شرمگاہ دیکھنا ہے۔ (۶/۵۰۱)

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ کافروں کی شرمگاہ دیکھنا جائز ہے لہٰذا جوان بدبختوں نے فحش اور جنسی فلمیں بنائی ہیں ان کو دیکھنا جائز ہے۔ غور کیجئے یہ کیسا فتویٰ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: ﴿وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا﴾ (٤/ النساء: ٢٧) ''اللہ تو تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتا ہے اور جو لوگ شہوات کی پیروی کرتے ہیں وہ راہ سے بالکل ہٹنا چاہتے ہیں۔''

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ اہل ذمہ کی عورتوں کے ہاتھ، پاؤں اور شرمگاہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (الفروع: ۵/۵۲۴)

اور ان سے ہی روایت ہے کہ اہل تہامہ بدوی سیاہ رنگ اور اپاہج مرد و عورتوں کے بال وغیرہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ انہیں جب کسی کام سے روکا جاتا ہے تو وہ رکنے والے نہیں ہیں۔ اور کہا: مجنون اور نیم پاگل عورت کے بال اور پورا جسم دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں مسلسل (جان بوجھ کر) نہ دیکھا جائے۔ (الفروع: ۵/۵۴۲)

میں کہتا ہوں یہ شرط کے جان بوجھ کر مسلسل نہ دیکھے بے فائدہ ہے کیونکہ اچانک نظر کا حکم ہر عورت کے متعلق عام ہے جب انسان جان بوجھ کر ایسا نہ کرے یہاں اس حکم کو بعض مخصوص عورتوں کے ساتھ ایسا کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔

یہ روایت پڑھیں اور مذکورہ شرط پر غور کریں۔

خوبصورت عورت کو دیکھنا جائز ہے

علی بن سوید کہتے ہیں میں نے ابوالحسن (علیہ السلام) سے کہا: میں خوبصورت عورتوں کو دیکھنے کے مرض میں مبتلا ہوں اور یہ مجھے بہت پسند ہے۔ انہوں نے کہا: اے علی! اگر اللہ تجھ میں صدق (سچائی) دیکھے گا تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (الفروع: ۵/۵۴۲)

عورت کی توہین کی بعض صورتیں

عورت کی دبر حلال ہے

باب (عورتوں کی دبر کا بیان) صفوان بن یحییٰ سے روایت ہے کہ ہم نے رضا (علیہ السلام) سے پوچھا: آپ کے ایک قریبی نے مجھے ایک مسئلہ پوچھنے کا کہا ہے مگر میں آپ سے ڈر رہا ہو اور شرما بھی رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: بتاؤ کیا ہے؟ میں نے کہا: اگر آدمی اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرے تو کیسا ہے۔ انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا تو بھی ایسا کرتا ہے انہوں نے کہا: نہیں میں تو ایسا نہیں کرتا۔ (۵۴۰/۱)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ میں نے ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے پوچھا کیا عورتوں کی دبر میں جماع کیا جا سکتا ہے تو انہوں نے کہا: ویسے تو یہ تیرے لیے کھیلنے کی جگہ ہے مگر بس اتنا ہے کہ ان کو تکلیف نہ دو۔ (۵۴۰/۵)

دو عورتوں کے درمیان سونا صحیح ہے

ابوعبداللہ سے روایت ہے کہ دو لونڈیوں اور دو عورتوں کے درمیان سونا صحیح ہے کیونکہ تمہاری خواتین تمہارے لیے کھلونا ہیں۔ (۵۶۰/۵)

عورتوں کو تعلیم نہ دو

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے عورتوں کو تعلیمی مقامات پر نہ بھیجو اور انہیں لکھنا پڑھنا نہ سکھلاؤ انہیں تکلہ (چرخہ چلانا) سکھلاؤ اور سورۂ نور پڑھاؤ۔ (۵۱۶/۵)

عورتوں کو سورۂ یوسف نہ پڑھاؤ

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے اپنی عورتوں کو سورۂ یوسف نہ پڑھاؤ کیونکہ اس سے فتنہ پیدا ہوگا۔ انہیں سورۂ نور پڑھاؤ اس میں نصیحت ہے۔ (۵۱۶/۵)

انصاف سے کام کیوں نہیں لیتے ہو

(اب ذرا دوسرا رخ دیکھو) ابوالحسن (علیہ السلام) سے پوچھا گیا کیا عورت کی قُبل (شرمگاہ) کا بوسہ لیا جا سکتا ہے انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ (۵/۵۴۰)

ابوحمزہ کہتے ہیں میں نے ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے سوال کیا: جب آدمی اپنی بیوی سے جماع کر رہا ہو تو کیا اپنی بیوی کی شرمگاہ کو دیکھ سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: کوئی حرج نہیں۔ (۵/۴۹۲)

مگر قمی روایت کرتا ہے کہ اگر عورت کی شرمگاہ کو دیکھا تو اندھے ہو جاؤ گے اور یہ روایت اشرف الخلق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منسوب کی گئی ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کر رہے تھے۔ پھر یہ بھی کہ جماع کے وقت بات نہ کرو ورنہ بچہ گونگا پیدا ہوگا۔ اور یہ کہ جماع کے وقت شرمگاہ کو نہ دیکھو اس سے اندھا پن پیدا ہوتا ہے یا بچہ اندھا پیدا ہوتا ہے۔

(فقیه من لا یحضره الفقیه: ۳/ ۳۵۹)

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے سوال ہوا کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو عریاں حالت میں دیکھتا ہے؟ کہا: کوئی حرج نہیں، یہ تو لذت ہے۔ (الفروع ۵/ ۴۹۷)

امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ شرمگاہ کو روشنی میں نہ دیکھو ورنہ وہ فسق و فجور کی عادی ہوں گی۔ (۵/۵۱۶)

ہاشمی اور قریشی خواتین کی توہین

ابوعبداللہ (علیہ السلام) کو ایک آدمی نے بتایا کہ قریشی وہاشمی خواتین اونٹ پر سوار ہوتے وقت غلام کے سر پر ہاتھ رکھتی ہیں اور اس کی گردن پر کہنی رکھتی ہیں تو ابوعبداللہ (علیہ السلام) نے کہا: اے بیٹے! کیا تو قرآن نہیں پڑھتا کہ:

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِىْ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ﴾

(۳۳/ الاحزاب: ۵۵)

پھر کہا: اے بیٹے! اگر کالا غلام ہاشمی قریشی عورت کے بال اور پنڈلی وغیرہ دیکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (۳/۵۳۱)

ابوالحسن رضا (امام) کی بیٹیاں

محمد بن اسماعیل سے روایت ہے کہ میں نے ابوالحسن رضا (علیہ السلام) سے پوچھا کہ کیا حرائر عورتیں خصیان مردوں سے مطمئن ہوتی ہیں۔ انہوں نے کہا: یہ حسن (علیہ السلام) کی بیٹیوں کے پاس جاتے تھے مگر وہ مطمئن نہ ہوتی تھیں۔ (۳۲۴/۵)

نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی بیٹیوں کی توہین

زرارہ سے روایت ہے کہ اس نے ابوجعفر (علیہ السلام) سے غیر شیعہ میں شادی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی تو شادی کی ہے اور نوح اور لوط کی بیویوں کا معاملہ بھی واضح ہے۔ میں نے کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میرا معاملہ ایک جیسا نہیں ہے۔ وہ عورت (عائشہ رضی اللہ عنہا مراد لے رہا ہے) تو ان کی لونڈی تھی۔ وہ ان کے حکم اور شریعت کا اقرار کرتی تھی پھر انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کے اس قول میں خیانت کا کیا مطلب ہے: ﴿فَخَانَتٰهُمَا﴾ اس سے مراد تو فحاشی ہے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فلاں (یہ خبیث عثمان رضی اللہ عنہ مراد لے رہا ہے) سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی تھی۔ (۴۰۲/۲)

یہ خبیث اس سے زیادہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں اور کیا بھونک سکتا ہے؟
میں کہتا ہوں کلینی اور گستاخ رسول سلمان رشدی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ولی اور گواہوں کے بعد شادی

میسرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے پوچھا: میں اگر کسی عورت کو جنگل بیابان میں ملوں جہاں کوئی نہ ہو اور اس سے پوچھوں کہ تو شادی شدہ ہے؟ اور وہ کہے نہیں۔ تو کیا میں اسی جگہ اس سے شادی کر سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں! وہ اپنے نفس کا صدقہ کرنے والی ہے۔ (۳۹۲/۴)

ابوجعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ وہ عورت جو جوان ہے، پاگل اور لونڈی نہیں تو اس کی شادی ولی کے بغیر جائز ہے۔ (۳۹۱/۵)

غلام کی بیوی سے صحبت جائز ہے

ابوعبداللہ (علیہ السلام) بیان کرتے ہیں جب کوئی اپنے غلام سے اپنی لونڈی کی شادی

کروادے پھر اسے اس کی خواہش ہو تو اس کے ساتھ تو صحبت کا حق رکھتا ہے وہ اپنے غلام کو کہے گا اس سے علیحدہ ہو جاؤ اور جب اسے ماہواری شروع ہو جائے تو اسے جب چاہے لوٹا سکتا ہے۔(۴۷۱/۵)

کیا کبھی آپ نے اس سے بڑھ کر حیوانیت والا فتویٰ سنا ہے؟

ابوجعفر سے روایت ہے کہ آیت کریمہ: ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے غلام کو جس کے عقد میں اس کی لونڈی ہو تو اسے کہہ سکتا ہے اس سے الگ ہو جاؤ اور اس کے قریب نہ جاؤ۔ پھر وہ اس کو اپنے پاس روکے رکھے حتی کہ اسے ماہواری شروع ہو جائے اور جب ایام شروع ہو جائیں تو اسے اپنے غلام کے پاس لوٹا سکتا ہے اور تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔(۴۸۱/۵)

شرمگاہیں ادھار پر

ابوالعباس البقاق کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے ابوعبداللہ سے پوچھا، جبکہ ہم ان کے پاس بیٹھے تھے کہ کیا لونڈی چند دنوں کے لیے ادھار لی جاسکتی ہے انہوں نے کہا: حرام ہے، پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا: اپنے بھائی کی لونڈی ادھار لے لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔(۴۶۸/۵)

ابوبکر الحضرمی کہتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے پوچھا: میری بیوی کی لونڈی میرے لیے حلال ہے؟ انہوں نے کہا: اس سے نکاح کرلو۔ میں نے کہا: میں اسے بیچ سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: نہیں تمہارے لیے وہ حلال ہے۔(حوالہ سابقہ)

مسک الختام: متعہ کا بیان

یہ بات مسلم ہے کہ عورت اپنے نفس اور عقل کا مکمل احترام کرتی ہے وہ قطعاً یہ پسند نہیں کرتی کہ وہ ایسا سستا سامان بن جائے کہ اسے جو چاہے جیسے چاہے خریدتا رہے۔ اس کی انسانیت اور شرف و مرتبہ کا خیال کیے بغیر اسے لذت حاصل کرنے کے لیے استعمال کرلے اور جب چاہے چھوڑ دے۔ جنسی تعلقات کی ایک قسم جسے شیعہ (متعہ) کہتے ہیں وہ ایسی ہی زیادتی اور بیماری کا نام ہے۔

نہ ولی نہ گواہ

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے وہ (عورتوں سے متعہ) کے تحت کہتے ہیں: جس عورت سے چاہو بغیر ولی اور بغیر گواہوں کے شادی کرو۔ (۴۵۱/۵)

مہر متعہ کی ادنی مقدار

اُحول کہتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے کہا: متعہ کے نکاح کے لیے مہر کی کم سے کم مقدار کیا ہے؟ انہوں نے کہا: جو کی ایک مٹھی۔ ایک روایت میں ہے۔ ایک درہم یا اس سے کچھ زیادہ۔ (۴۵۷/۵)

ایک روایت میں ہے: مسواک۔

کنواری سے تمتع

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے۔ کنواری لڑکی سے متعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں یہ ہے کہ اس کے گھر والوں کو لوگ طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنائیں۔ (۴۶۲/۵)

سوچیے: ایک آدمی نوجوان کنواری لڑکی کے پاس آتا ہے اور اس کے کپڑے اتار کر جماع کے علاوہ اس کے ساتھ سب کچھ کرتا ہے اس عورت کا مستقبل کیا ہوگا وہ کس راستے پر چلے گی اور کیا کوئی اپنی بیٹی کے لیے یہ بے غیرتی پسند کرسکتا ہے؟

واضح زنا، جس کا نام متعہ ہے

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے ایک عورت عمر کے پاس آئی میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کیجئے۔ انہوں نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ اس بات کی خبر امیر المؤمنین کو دی گئی تو انہوں نے پوچھا: تو نے کیسے زنا کیا ہے؟ اس نے کہا: ایک جنگل سے گزر رہی تھی اور مجھے شدید پیاس لگی ہوئی تھی میں نے ایک آدمی سے پانی مانگا تو اس نے انکار کر دیا اور اپنی خواہش پوری کرنے کی شرط پر پانی دینے کا وعدہ کیا جب مجھ سے پیاس برداشت نہ ہوئی تو میں نے اپنا آپ اس کے سپرد کر دیا امیر المؤمنین نے فرمایا: رب کعبہ کی قسم! یہ تو شادی ہے (نکاح ہے) (۴۶۷/۵)

ابو جعفر اپنی عورتوں کے لیے متعہ پسند نہ کرتے تھے

ابو عبداللہ بن عمیر اللیثی بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر (علیہ السلام) کے پاس ایک آدمی آیا اور نکاح متعہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس کے لیے جائز قرار دیا۔ اس نے پوچھا: کیا آپ اپنی بیٹی اور اپنے چچا کی بیٹیوں کے متعلق اسے جائز سمجھتے ہیں تو انہوں نے اس آدمی سے اپنا چہرہ موڑ لیا اور کچھ نہ بولے کیونکہ ان کے گھر کی عورتوں کا ذکر تھا۔ (۴۴۹/۵)

جعفر اس سے منع کرتے تھے

مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبداللہ سے سنا وہ متعہ کے متعلق فرما رہے تھے: اس کو چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم میں سے کوئی عورت کی شرمگاہ دیکھتا ہے پھر اسے اپنے نیک بھائیوں اور دوستوں کی طرف لے جاتا ہے۔ (۴۵۳/۵)

تمتع اور استغفار

سماعۃ سے روایت ہے کہ میں نے ان سے ایک آدمی کے متعلق پوچھا کہ میں نے اس کے پاس لونڈی کو تمتع کے لیے بھیجا مگر فقط تمتع کی شرط لگانا بھول گیا اور اس آدمی نے لونڈی سے جماع کر لیا کیا اس پر زنا کی حد لگے گی۔ انہوں نے کہا: نہیں۔ آئندہ نکاح کے بعد فائدہ اٹھائے اور جو ہوا اس پر استغفار کرے۔ (۴۶۶/۵)

پاکیزگی کا معیار

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی ایک عورت سے ایک دفعہ جماع کی شرط

پر متعہ کرتا ہے تو انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں بس جب جماع سے فارغ ہوا تو اپنا چہرا پھیر لے اور اس کو نہ دیکھے۔(۵/۴۶۰)

فحش گوئی باعث سکون

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ میں نے ان سے کہا: ایک آدمی ایک عورت کے پاس گیا اور کہا کہ وہ اپنی شادی خود اس سے کر دے۔ عورت نے کہا: میں نے اپنی شادی تجھ سے کی کہ تو جو مجھ سے چاہتا ہے وہ کچھ کرے۔ میرا بدن دیکھے، لذت اٹھائے جو کچھ تو اپنی بیوی سے کرتا ہے وہ سب کچھ کرے بس یہ ہے کہ اپنی شرمگاہ میری شرمگاہ میں داخل نہ کرے کیونکہ میں بدنامی سے ڈرتی ہوں۔ تو اس آدمی کو کیا کرنا ہوگا؟ انہوں نے کہا: جو شرط ہے اس کو پورا کرے۔(۵/۴۶۷)

حرام کاری کو جائز قرار دینا

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا ایک آدمی کی لونڈی تھی اس نے زانی بچے کو جنم دیا، مالک ناپسند کرتا ہے کہ وہ بچے کو دودھ پلائے مگر یہ کہ اس کے لیے جائز ہو۔ ابوعبداللہ نے کہا اس کو خادم سے حلال کرلو تاکہ دودھ پاک ہو جائے۔(۵/۴۷۰)

اہم نوٹ

یہ چند نمونے ہیں جو میں نے ذکر کیے ہیں ورنہ کتاب الکافی عورت کی فرج (شرمگاہ) کے ذکر سے بھری پڑی ہے۔ اور یقیناً بعض اشیاء نشر کے قابل نہیں۔(مثلاً دیکھے۔۵/۴۹۷) اور بعض کا ذکر بھی لوگوں کے سامنے نہیں کیا جاسکتا۔ کیا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ نبوت کے ہاں سے ایسے الفاظ صادر ہوسکیں۔

نیکیاں اور درجات بغیر حساب و کتاب

ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ جس نے ہر روز دس مرتبہ کہا: أشهد أن لا اله الا الله وحده لاشريك له الها واحدا صمدًا لم يتخذ صاحبة و لا ولدًا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے پینتالیس ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور پینتالیس ہزار گناہ معاف کرتا ہے اور پینتالیس ہزار درجے بلند کر دیتا ہے اور شیطان سے اس کو محفوظ کر دیا جاتا ہے اور اس کو کبیرہ گناہ نقصان نہیں دے سکتے۔(۲/۵۱۹)

الخاتمہ: کلینی کا اعتراف کہ اس کی روایات عقل کے خلاف ہیں

ابو جعفر (علیہ السلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: آل محمد کی احادیث انتہائی مشکل ہیں ان پر فقط مقرب فرشتے انبیا و رسل اور وہ بندہ ایمان لاسکتا ہے جس کی آزمائش ہو چکی ہو۔ (۱/۴۰۱)

میں کہتا ہوں: وہی انسان ایمان لاسکتا ہے جس کی عقل کا چراغ گل ہو گیا ہو۔

ابو عبداللہ (علیہ السلام) سے روایت ہے علما کا علم مشکل ہے اس کو فقط انبیا و رسل اور مقرب فرشتہ ہی برداشت کرسکتا ہے یا پھر وہ شخص جس کے دل کا امتحان ہو چکا ہو۔ (۱/۴۰۱)

میں کہتا ہوں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام سنن، معاجم، مسانید میں موجود ہے جو کہ انتہائی آسان اور عام فہم ہے کیونکہ وہ نبوت کے بابرکت مصدر سے نکلا ہے بلکہ اللہ کا کلام انتہائی آسان ترین اور قابل فہم اور سب کے لیے نصیحت ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے یہ بات چار دفعہ دہرائی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (٥٤/ القمر: ١٧، ٢٢، ٣٢، ٤٠) ''اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کردیا، ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔'' پھر سوال یہ کہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علم مشکل اور اس قدر بھاری کیوں ہے؟

کلینی نے ابو جعفر (علیہ السلام) کی زبانی پہلی حدیث مکمل کرتے ہوئے کہا اور وہ کہتے ہیں (آل محمد کا کلام) اس قدر مشکل اور بھاری ہے کہ دل اس سے تنگ پڑتے ہیں اور تم لوگ اس کا انکار کرتے ہو۔ لہٰذا اس کلام کو اللہ، اللہ کے رسول اور آل محمد کے علما کے پاس لے جایا کرو۔ اگر تم میں سے کوئی اسے آگے بیان کرنے کی کوشش کرے گا تو ہلاک ہو جائے گا۔ اللہ کی قسم! اس کی اجازت نہیں ہے، اللہ کی قسم! اس کی اجازت نہیں ہے اور یاد رکھو انکار کفر ہے۔ (۱/۴۰۱)

میں کہتا ہوں دیکھیے یہ اپنے جھوٹ وخرافات اور باطل کلام پر اعتراض سے لوگوں کو کیسے ڈرا رہا ہے، کوئی بھی صاحب عقل اس کو پڑھتے ہی فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ کسی عقلمند کا کلام نہیں ہوسکتا اور دل اس پر مطمئن نہیں ہو سکتے۔ اس لیے وہ ڈرامہ کر رہا ہے کہ اللہ کی قسم! اجازت نہیں ہے، اللہ کی قسم! اس کی اجازت نہیں ہے۔

ہمارے بعض اصحاب سے روایت ہے کہ میں نے ابوالحسن عسکری کی طرف لکھا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں صادق (علیہ السلام) کے اس قول کا کیا مطلب ہے ہماری احادیث مقرب فرشتہ نبی، رسول اور مرد مومن برداشت نہیں کرسکتا ہے جس کا دل امتحانوں اور آزمائشوں سے گزر چکا ہے۔ (اس روایت میں ہے کہ برداشت نہیں کرسکتا جبکہ گزشتہ روایت میں ہے کہ برداشت کرسکتا ہے) تو انہوں نے جواب دیا کوئی فرشتہ، نبی، رسول برداشت نہیں کرسکتا دراصل فرشتہ اس علم کی طاقت برداشت نہیں سکتا حتی کہ وہ دوسرے فرشتے کے پاس حاضر ہوتا ہے، نبی برداشت نہیں کرسکتا حتی کہ وہ دوسرے نبی کے پاس حاضر ہوتا ہے۔ (میں کہتا ہوں اگر اس وقت کوئی دوسرا نبی نہ ہو تو پھر نبی کیا کرے جیسا کہ ہمارے پیغمبر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں کوئی اور نبی نہ تھا) اور مومن اس کو برداشت نہیں کرسکتا حتی کہ وہ دوسرے مومن کے پاس جاتا ہے۔ (۱/۴۰۲_۴۰۱)

میں کہتا ہوں یہ میری سمجھ سے باہر ہے حتی کہ میں اب دوسرے مومنوں کی خدمت میں یہ پیش کر رہا ہوں۔ تا کہ ان کو بھی علم ہو سکے اور وہ فیصلہ کرسکیں کہ یہ لوگ کیسے ہیں؟ کیا کوئی صاحب عقل یہ تسلیم کرسکتا ہے، یہ باطل اور جھوٹی روایات وہ اسلام ہے جو اللہ نے ساتویں آسمان کے اوپر سے اتارا ہے۔

آخر میں چند سوال

① جب دین اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام وفرامین کا نام ہے تو کلینی کی کتاب الکافی میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث کیوں موجود نہیں ہیں کیا یہ بات بھی شیعہ کو سوچنے پر مجبور نہیں کر رہی کہ وہ حق بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث اور آپ کی ذات گرامی سے اس قدر غفلت کیوں؟

② کیا ابوعبداللہ (جعفر صادق) اس قدر افضل ہیں کہ ہم ان کی روایات کو یاد کریں، پڑھیں

اور نشر کریں (کیونکہ کتاب میں اکثر روایات ان سے ہی منقول ہیں) اور ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث، آپ کی ذات گرامی اور آپ کے فرامین کو یکسر بھول جائیں اس بے اعتنائی، بے رخی اور دوغلی پالیسی کا آخر کیا مطلب ہے؟

③ کتاب میں اکثر روایات ابوعبداللہ (جعفر صادق) سے پھر ان کے باپ محمد الباقر سے ہیں۔ پھر ان کے بیٹے موسیٰ بن جعفر سے ہیں۔ پھر ان کے بیٹے علی بن موسیٰ سے ہیں۔ تو پھر محمد الجواد، علی الہادی اور حسن عسکری کی روایات کہاں ہیں؟ حالانکہ شیعہ کے ہاں وہ معصوم ائمہ ہیں یہ لوگ علم و فضل اور مرتبہ میں ان کے برابر ہیں، ان لوگوں کا علم کہاں ہے۔

④ مہدی کا علم اور ان کی روایات کہاں ہیں؟ جن کے ذریعے بقول شیعہ دین کی حفاظت ہوئی اور اگر وہ نہ ہوتے تو زمین تباہ و برباد ہو جاتی۔

⑤ علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کی روایات کہاں ہیں؟ سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا)، حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کی روایات کہاں ہیں؟

کیا کسی شیعہ کے پاس کوئی معقول جواب ہے؟

المؤلف

بابل (عراق) محلّہ مہندسین ۱۹۹۵